https://ataunnabi.blogspot.in
فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم (الآیۃ)
جو تم پر زیادتی کرے اس پر تم بھی اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے کی ہے
محتسب خم شکست، من سراو
سن بالسن والجروح قصاص
محتسب نے گھڑا توڑا میں نے اس کا سر، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے زخم
تحقیقات
فقیہ الہند علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ
شارح بخاری و صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور ہند
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور
for more books click on the link
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نام کتاب ۞ تحقیقات

تصنیف و لطیف ۞ علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالے

مطبع ۞ ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

الطبع الاوّل ۞ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ / مارچ ۲۰۰۲ء

ہدیہ ۞ روپے

ناشر

فرید بُک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر Email:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

تحقیقات

باب چہارم

بابِ اول

(دیوبندیوں کی تلبیسات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ وعلیٰ الہ وصحبہ ومحبیہ ومتبعیہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک غیب کی خبر

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک بار حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دریائے کرم جوش پر تھا سرکار نے دعا فرمائی۔ اے اللہ ہمارے لئے یمن اور شام میں برکت دے۔ یہ سن کر نجد کے ایک باشندے نے عرض کی اور ہمارے نجد میں۔ یارسول اللہ! حضور نے دوبارہ یمن اور شام کے حق میں دعائے برکت فرمائی۔ نجد کے ان باشندے نے پھر اپنی درخواست پیش کی تو حضور نے پھر یمن وشام کے لئے دعا فرمائی۔ دوسری یا تیسری بار۔ نجد کے لئے درخواست دعا پر فرمایا۔

هنالك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان[1]

وہاں (نجد میں) زلزلے اور فتنے ہیں وہاں سے شیطان کے ساتھی نکلیں گے۔

حضور صادق ومصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب اخیر بارہویں صدی میں یہ شیطان کے ساتھی، ابن عبدالوہاب اور اس کے اتباع کی شکل میں نمودار ہوئے جن کا عقیدہ یہ تھا کہ دنیا میں صرف یہی لوگ مسلمان ہیں۔ بقیہ سب کافر ہیں۔ اس نے اگلے گمراہوں کے اصول وفروع سے استخراج کرکے اپنے عقائد کی ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب التوحید رکھا۔

اسی کتاب التوحید کا اردو ترجمہ "تقویۃ الایمان" کے نام سے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھ کر شائع کیا۔ یہ کتاب دیوبندیوں کے نزدیک کس درجہ کی ہے وہ اس تعارف سے ظاہر ہے۔

---

[1] بخاری ص۱۰۵۱ ج ۲

ایک تعارف

دیوبندی مذہب میں تقویۃ الایمان کا مرتبہ قرآن سے بڑھا ہوا ہے

دیوبندیوں کے امام ابوحنیفہ "مولوی رشید احمد گنگوہی" اپنے فتاویٰ میں تقویۃ الایمان کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"تقویۃ الایمان" نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی ص ۴۱)

ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن کریم کو ماننا عینِ اسلام ضرور ہے۔ قرآن کریم کا رکھنا اور پڑھنا اس پر عمل کرنا باعث ثواب و موجبِ خیر و برکت ضرور ہے۔ مگر قرآن کریم کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام نہیں۔ مثلاً کوئی شخص قرآن مجید کو حق مانتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے اس کے پاس قرآن نہیں ہے، یا ہے لیکن پڑھتا نہیں۔ تو ضرور وہ مسلمان ہے۔ اسی طرح کوئی مسلمان نماز روزے کا پابند نہیں تو وہ قرآن پر عمل کرنے والا نہیں ہوا وہ گنہگار تو ضرور ہے۔ مگر ہے مسلمان۔ کافر نہیں۔ مگر تقویۃ الایمان کے بارے میں جب دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ "اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے"۔ تو جس کے پاس تقویۃ الایمان نہیں وہ مسلمان نہیں، جو اسے پڑھتا نہیں وہ مسلمان نہیں، جو اس پر عمل نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں، ثابت ہو گیا کہ "تقویۃ الایمان" کا درجہ دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید سے بھی زائد ہے

تقویۃ الایمان مسلمانوں کو لڑانے کے لئے لکھی گئی ہے

وہابیوں، دیوبندیوں کے امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے انگریزوں[1] کی شہ پر مسلمانوں میں اختلاف اور شقاق پیدا کرنے کی نیت سے تقویۃ الایمان لکھی جس کے بارے میں ارواح ثلثہ صفحہ ۸۰-۸۱ میں یہ مذکور ہے۔

"مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی۔ چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خاں خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب[2]، مولوی عبد الحی صاحب شاہ اسحٰق صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولوی فرید الدین صاحب مرادآبادی، مومن خاں، عبد اللہ خاں علوی (استاذ امام بخش صہبائی و مولانا مملوک علی صاحب) بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد

---

[1] تفصیل کے لئے "اسباب زوال"، "انگریزی ایجنٹ"، "تاریخ اعیان وہابیہ" کا مطالعہ کریں۔

[2] سید احمد رائے بریلوی۔ اسمٰعیل دہلوی کے پیر

ہے۔ اس لئے میں اس کام سے معذور ہو گیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں۔ اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے۔ اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے۔ ورنہ اسے چاک کر دیا جاوے اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہیئے۔ مگر فلاں فلاں ترمیم ہونی چاہیئے۔ اس پر مولوی عبدالحی صاحب شاہ اسحٰق صاحب اور عبداللہ خاں علوی و مومن خاں نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں۔ اس پر آپس میں گفتگو ہوئی۔ اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اسی طرح شائع ہونی چاہیئے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہوگئی۔ اشاعت کے بعد مولانا شہید حج کو تشریف لے گئے۔" (ارواح ثلٰثہ مطبوعہ دیوبند ص)

ناظرین غور کریں! اندرون خانہ بیٹھ کر کس صفائی کے ساتھ خود امام الطائفہ اقرار کرتے ہیں کہ اس میں بعض جگہ الفاظ تیز ہیں۔ بعض جگہ تشدد ہے، شرک خفی کو شرک جلی لکھ دیا ہے۔ اس کی اشاعت سے شورش ہوگی۔ لڑائی جھگڑا ہوگا۔ مگر پھر بھی اسے دیوبندیوں کے تمام پیشواؤں نے باصرار شائع کرایا۔

تقویۃ الایمان سے اس کے مصنف کی اور دیوبندیوں کے اکابر کی جو توقعات وابستہ تھیں وہ بدرجۂ اتم پوری ہوئیں اور اس کے شائع ہوتے ہی ابتداءً دلی میں اور رفتہ رفتہ پورے ملک میں ایک آگ لگ گئی شہر شہر، نگر نگر، ڈگر ڈگر، گھر گھر جھگڑے شروع ہو گئے اور باپ بیٹے سے، بھائی بھائی سے، میاں بیوی سے الگ ہو گئے۔ اختلاف و شقاق کا وہ طوفان اٹھا کہ پورا ملک چیخ اٹھا۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہی علماء اہلسنت نے اس کا رد لکھا اس کے بخیے ادھیڑ دیئے۔ لگاتار دس بارہ کتابیں اس کے رد میں لکھی گئیں اور پھر

تقریروں میں اس کے کفریات اور ضلالات سے مسلمانوں کو خبردار کیا گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ تقویۃ الایمان کے اثرات تقریباً معدوم ہو گئے۔

مگر بدقسمتی سے انھیں ایام میں ۱۸۵۷ء کا وہ حادثہ رونما ہوا جس نے ہندوستان سے مسلمانوں کے رہے سہے اقتدار کا بھی جنازہ نکال دیا اور پورے ملک پر درۂ خیبر سے لے کر راس کماری تک دیوبندیوں کے آقایان نعمت انگریزوں کا تسلط ہو گیا۔

چونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ہیرو علماء اہلسنت ہی تھے اس لئے تسلط کے بعد انگریزوں نے مسلمانان اہلسنت پر ایسے مظالم کئے کہ انہیں برسہا برس تک سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا اور انگریزوں کے ظل عاطفت میں چین کرنیوالے یہ انگریزوں کے نمک خوار اپنا کام کرتے رہے۔ اور ۱۲۸۲ھ میں دیوبند میں دینی تعلیم کے نام سے مدرسہ قائم کیا جس کے لئے سادہ لوح مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے رہے اور انہیں کے بچوں کو اس مدرسہ میں دینی تعلیم کے نام سے بلا بلا کر وہابیت کے جراثیم کا انجکشن لگاتے رہے۔ جب یہ دیکھ لیا کہ ہمارے پاؤں کچھ جم گئے ہیں اور ہمارے دینی لبادہ کے جال میں پھنس کر ایک معتدبہ طبقہ ہمارے گرد جمع ہو گیا ہے تو ترکش کے اخیر تیر نکالنے شروع کر دیئے۔

بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس لکھی جس میں صاف صاف لکھ دیا۔

"بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ بلکہ بالفرض بعد زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"

(تحذیر الناس صفحہ ۱۶، ۳۲ مطبوعہ دیوبند)

پھر مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے اپنے پیر و مرشد مدرسہ دیوبند کے سرپرست مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایماء پر براہین قاطعہ لکھی جس میں یہ لکھ مارا۔

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" (صہ ۵۱ براہین قاطعہ، مطبوعہ دیوبند)

اور اس کے بعد اسی مدرسہ دیوبند کے فرزند مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں یہاں تک لکھ دیا کہ۔

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان صہ ۸ مطبوعہ دیوبند)

امام الطائفہ نے جس جھگڑے کی بنیاد تقویۃ الایمان لکھ کر رکھی تھی وہ ابھی ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ان عبارتوں سے ملک کے گوشے گوشے میں آتش فشاں بھڑک اٹھا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ اگرچہ ابتداء ہی سے وہابیت کی بیخ کنی میں ہمہ تن مصروف تھے مگر اہانت محبوب خدا کے اس ننگے ناچ پر تڑپ اٹھے، اور اپنی پوری جسمانی اور روحانی توانائیوں کے ساتھ فتنہ وہابیت کے خلاف نبرد آزما ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ابتداءً اکابر دیوبند میں جو زندہ تھے ان کے پاس بذریعہ رجسٹری خطوط بھیجے جس میں انھیں تلقین فرمائی کہ وہ اہانت رسول علیہ السلام سے توبہ کریں مگر انھیں توفیق نہ ہوئی۔

ان کی توبہ سے مایوس ہونے کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ان پر

حکم شرعی صادر فرمایا کہ یہ لوگ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے کی وجہ سے کافر مرتد ہیں۔ خود ہی فتویٰ دینے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان عبارات کو علماء حرمین طیبین کی خدمات میں پیش فرمایا۔ علماء حرمین طیبین نے بالاتفاق اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی کہ بلاشبہہ یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے اور ان عبارتوں کے لکھنے والے گستاخ رسول دین سے خارج مرتد ہیں۔

اور یہ تصدیقات حسام الحرمین کے نام سے اردو ترجمے کے ساتھ شائع کردی گئیں حسام الحرمین کے شائع ہوتے ہی دیوبند کے پرستاروں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، ہوش گم ہوگئے۔ چاروں شانہ چت گر گئے۔

یہاں خاص بات قابلِ لحاظ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ۱۳۲۴ھ میں جب علماء حرمین طیبین سے یہ تصدیقات حاصل ہوئیں فرمایا تو وہاں دیوبندیوں کے اقنوم ثالث مولوی خلیل احمد موجود تھے اور انھوں نے انتھک کوشش کی کہ علمائے حرمین طیبین تصدیقات نہ لکھیں مگر انہیں اس کوشش میں شدید رسوائی اور ناکامی ہوئی اور مدینہ طیبہ میں تو مولوی حسین احمد ٹانڈوی ان دنوں مقیم ہی تھے انہوں نے بھی بہت ہاتھ پیر مارے کہ علمائے مدینہ طیبہ تصدیق نہ کریں مگر ان کی بھی ایک نہ چلی اور وہ بھی خائب وخاسر ہوکر اپنا منھ لے کر رہ گئے اس لئے کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ علمائے حرمین اردو سے ناواقف تھے انہیں مغالطہ دے کر یہ فتوی حاصل کیا گیا۔ ان دونوں مولویوں نے ہر عالم کے پاس جاجا کر دہائیاں دیں صفائی دینے کی کوششیں کیں، روئے دھوئے نذرانے پیش کرنے چاہے مگر علمائے حرمین طیبین پر جب حق واضح ہوگیا تو انھوں نے بلا خوف لومۃ لائم ان کے بارے میں فیصلہ فرمادیا کہ یہ لوگ گستاخ رسول دین سے خارج، کافر مرتد ہیں۔

اگر دیوبندی مولویوں میں حق پسندی ہوتی، اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف ہوتا شرم وحیا ہوتی تو ان کفری عبارتوں سے توبہ کرتے، اللہ

عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی چاہتے، غلطی کا اعتراف کرتے مگر اس کی انہیں توفیق نہ ہوئی اور نہ آج تک کسی گستاخ رسول کو توبہ نصیب ہوئی۔ بلکہ الٹے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر سب وشتم۔ گالی گلوج کو اپنا شعار بنا لیا۔ چھوٹوں کی گالیوں کو جانے دیجئے ان کے بڑوں کے دامن اس گندگی سے داغدار ہیں۔ صرف مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے اپنی ایک سو گیارہ صفحات کی کتاب میں چھ سو چالیس گالیاں لکھی ہیں۔

مگر ناموس رسالت کے لئے اپنی جان و مال، عزت و آبرو کو سپر بنانے والے مرد مجاہد پر ان گالیوں کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ محبوب رب العٰلمین کے اس عاشق صادق نے ان شاتمان رسول کی دشنام طرازیوں کا جواب یہ دیا۔

فان ابی ووالدتی وعرضی ۔۔۔ لعرض محمد منکم وقاء

بیشک میرے ماں باپ اور میری آبرو ۔۔۔ حضور علیہ السلام کی ناموس کے لئے سپر ہیں۔

بلکہ صاف صاف اعلان فرما دیا کہ

ع "نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے"

جب گالیوں سے کام نہ چلا تو جھلا کر دیوبندی کذابوں نے افترآت کئے۔ بہتان تراشیاں کیں۔ فرضی کتابوں سے فرضی عبارتیں گڑھ گڑھ کر اپنے مولویوں کی کفری عبارتوں کی تائید میں پیش کیں۔ تفصیل کے لئے رد شہاب ثاقب ص۴۰، ۵۰ ص۱۴۱ لغایت ص۱۴۱ دیکھئے۔ (مصنفہ مفتی اجمل شاہ صاحب سنبھلی)

جب وہابیوں کی ان افترا پردازیوں کا علماء اہل سنت نے پردہ چاک کر دیا اور ان کا یہ مکر و کید الٹے انہیں کے گلے کی آنت بن گیا تو پوری دیوبندی برادری بوکھلا اٹھی۔ بالآخر ان کے شاطرین نے عوام کے ذہن کو ان اصولی اور بنیادی نزاع سے ہٹانے کے لئے یہ چال چلی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور دیگر علمائے اہلسنت کثرھم اللہ کی تصانیف پر لغو، مہمل اعتراضات شروع کر دیئے۔

تقسیم ہند کے بعد اس شاطرانہ چال پر اتنا زور دیا کہ اب تک اس قسم

کے دسیوں پمفلٹ اور اشتہارات شائع کر چکے ہیں۔ جن میں وہی باتیں بار بار دہرائی جاتی ہیں مگر اب تک جتنے بھی پمفلٹ و اشتہارات سامنے آئے یا تو سب کے سب غیر معروف، غیر ذمہ دار دیوبندی اطفال الموالی کے نام سے شائع ہوئے یا ان کے پھکڑ باز قصاص و مناظر۔ ین نے اپنی تقریروں میں اسے بیان کیا اور حسب ضرورت ان کے جوابات بھی دیئے گئے۔

ابھی حال ہی میں ٹانڈہ کے ایک پھکڑ باز افسانہ نویس نے دیوبندی تہذیب کی ایک عریاں تصویر پیش کی ہے جس کا ترکی بہ ترکی جواب خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی مدظلہ نے "انکشافات" کے نام سے شائع کیا ہے۔

مگر میں انگشت بدنداں رہ گیا جب ابھی حال میں دارالعلوم امجدیہ ناگپور (مہاراشٹر) کی جانب سے منعقدہ دینی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے لئے ۲۸ ربیع الاول کو حاضر ہوا اور وہاں دارالعلوم دیوبند کے دفتر تبلیغ کی جانب سے شائع شدہ ایک اشتہار نظر سے گذرا جس کی سرخی یہ تھی۔

"رضا خانی عقائد باطلہ ان کے اقوال کے آئینہ میں"

بڑھ گئی زینت میکدہ اور بھی　　جب سے رندوں میں اک پارسا آگیا

یہ اشتہار کیا ہے؟ افترا، بہتان، دجل، فریب کی پوٹ ہے۔

ازراہ ہوشیاری اس اشتہار کے مشتہر نے اپنا نام نہیں لکھا اس لئے کہ وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے مخاطبین جب اس کے تار، پود ادھیڑنے بیٹھ جائیں گے تو اس کے قصر شدادی کی کوئی اینٹ بھی سلامت نہیں رہ سکے گی۔

لیکن اہل دانش خوب جانتے ہیں کہ کسی ذمہ دار ادارہ کے دفتر سے کسی بات کو مشتہر کرنے والا کون ہوتا ہے۔ اس بنا پر ہم بلا کسی جھجک کے یہ یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ اشتہار "دارالعلوم دیوبند کے پورے دفتر کے واحد ذمہ دار دارالعلوم کے مہتمم جناب قاری محمد طیب صاحب کے رشحات قلم کا مرہون منت ہے لیکن

حیرت اس پر ہے کہ جناب مہتمم دار العلوم کو جب میدان میں آنے کا شوق تھا تو گھونگھٹ ڈال کر کیوں آئے۔

آپ تو اس جری وبیباک شمع محفل کے فرزند ہیں جو گنگوہ کی بھری خانقاہ شریف میں اپنے رفیق جانی کے ساتھ چارپائی پر لیٹ کر اختلاط کا عادی تھا[1]۔ اس اشتہار میں جو باتیں درج ہیں وہ کوئی نئی نہیں۔ دیوبندی قصاص ومناظرین ومؤلفین اسے بار بار دہراتے رہے ہیں اور ان سب کے دندان شکن جواب پاتے رہے ہیں۔

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر دیوبندیوں کا منشا فتنہ وفساد نہیں تو جواب الجواب دیتے، ہمارے جوابات کا رد کرتے، مگر ہمارے جوابات سے منہ موڑ کر اصل سوالات ہی کو بار بار دہراتے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ دیوبندی جماعت حسام الحرمین کی کاری ضربوں کے اذیت ناک زخموں سے ایسی حواس باختہ ہے کہ اسے سوائے ہائے ہائے، آہ آہ کرنے کے اور کچھ بولنے کی تاب ہی نہیں۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اب جب کہ امت دیوبندیہ کے امام وقت قاری طیب لنگوٹ کس کر میدان میں آگئے ہیں تو ان کی حیثیت عرفی کا لحاظ کرتے ہوئے ضروری ہوا کہ ان مزخرفات کی پوری قلعی کھول دی جائے۔ تاکہ عوام دیکھ لیں کہ پوری دیوبندی برادری کے سوچنے اور سمجھنے کا انداز کیا ہے؟

"وعلی اللہ التوکل وھو المستعان"

محمد شریف الحق امجدی

۲۹ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ

شب جمعرات

---

[1] پورا واقعہ ملاحظہ ہو۔ ارواح ثلثہ مطبوعہ دیوبند

اس اشتہار کی ہر ہر سطر افترا ، بہتان سے بھری ہوئی ہے لفظ لفظ میں دجل وتلبیس ہے۔ مگر عنوان بارہ قائم کئے گئے ہیں ان میں تلبیس نمبر ایک یہ ہے۔

"رضا خانی فرقہ تقریباً نصف صدی سے ظہور میں آیا ہے اس سے پہلے اس کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ "اعلیٰ حضرت بریلوی" اس کے بانی ہیں۔ اس کی بنیاد بھی اعلیٰ حضرت کے وصایا پر ہے اور وصایا شریف کے بعینہ الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

"میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے"۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کے آخری بعینہ الفاظ جو ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ وصایا میں قلم بند ہوئے۔ اب اس میں کوئی شبہہ کی گنجائش باقی نہ رہی کہ یہ فرقہ نیا ہے"۔

قاری طیب کا جھوٹ

عنایت مجھ پہ فرماتے ہیں شیخ وبرہمن دونوں
موافق اپنے پاتے ہیں میرا چلن دونوں

قبلہ! آپ نے یہاں دو دعوے کئے ہیں۔

ایک :۔ یہ کہ رضا خوانی فرقہ تقریباً نصف صدی سے ظہور میں آیا ہے اس کی بنیاد بھی اعلیٰ حضرت کے وصایا پر ہے۔ جو ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ میں قلمبند ہوئی۔

دوسرا :۔ یہ کہ اس کے بانی اعلیٰ حضرت (قدس سرہٗ) ہیں۔

آپ کے یہ دونوں دعوے اسی وقت صحیح ہو سکتے ہیں کہ وصایا قلمبند ہونے کے وقت یعنی ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ پر یا اس کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کوئی ایسی کتاب تصنیف فرمائی ہو جس میں اپنے اس مذہب کے اصول و

فروع، ضوابط درج فرمائے ہوں۔

اگر آپ جھوٹے، کذاب، مفتری نہیں! تو بتایئے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کے ۲ بجکر ۱۲ منٹ کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کون سی کتاب تصنیف فرمائی ہے؟ اگر آپ یہ نہیں ثابت کرسکتے تو خود آپ کے اس کلام سے آپ کا مفتری و کذاب ہونا ثابت ہو گیا۔

سچ ہے چور بھاگتا ہے نشان قدم چھوڑتا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ ۲۵ صفر ہی کو وصایا قلمبند کرانے کے دو گھنٹہ بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا۔ اس درمیان میں ایک سطر بھی نہیں تحریر فرمائی اور نہ کسی سے کچھ لکھوایا۔ پھر نئے مذہب کی بنیاد کیسے ڈالی؟ اس کے اصول و فروع، قواعد و ضوابط کب منضبط فرمائے؟

میرا دین و مذہب کا مطلب

دیوبندی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد سے کہ "میرا دین و مذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے" استدلال کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مذہب ان کا خود ایجاد کردہ ہے۔ یہ بھی کوئی نیا الزام نہیں۔ برسہا برس کا فرسودہ ہے ۱۳۵۲ھ کے ادری کے مناظرہ میں پھر بریلی کے مناظرہ میں منظور سنبھلی نے پیش کیا تھا پھر مقامع الحدید میں بیان کیا اور اس کا جواب العذاب الشدید میں دیا گیا۔ پھر آئینہ باطل میں اعادہ کیا جس کا جواب "برق خداوندی" میں ۱۳۷۱ھ میں دیا گیا اور اب قاری صاحب نے پھر اسی مردود کو لوٹایا ہے۔

یہ قاری صاحب کی اعلیٰ سمجھ کا کرشمہ ہے کہ میرے دین و مذہب کا مطلب میرا ایجاد کردہ لیا۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ میرے دین اور میرے مذہب کا مطلب "میرا اختیار کردہ پسندیدہ مذہب ہے"۔ کسی عرف کسی لغت میں میرے دین کے معنی ایجاد کردہ نہیں ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج میں نے تمہارے

لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

قبلہ فرمایئے! یہاں تمہارے دین کے معنی کیا ہیں۔ جو یہاں مراد ہے وہی وصایا شریف کی عبارت میں بھی مراد ہے۔

حدیث میں ہے کہ منکر نکیر قبر میں سوال کریں گے مَادِیْنُکَ تیرا دین کیا ہے؟ مومن جواب دے گا میرا دین اسلام ہے۔

قاری صاحب! بولئے! یہاں "میرا دین" سے کیا مراد ہے جو مراد یہاں ہے وہی وصایا شریف کی عبارت میں ہے۔

حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ثم اعتقادی مذھب النعمان۔ یعنی قیامت کے دن کے لئے جو اندوختہ جمع کیا ہے وہ مذہب نعمان پر میرا اعتقاد ہے۔

بولئے حضرت جی! مذہب نعمان کے کیا معنی ہیں؟

جو اس مصرع میں مذہب نعمان کے معنی ہیں، وہی وصایا شریف کی عبارت کے ہیں۔

دیوبندی مذہب دیوبندی اکابر کا ایجاد کردہ ہے

حضرت جی! جب آپ کی تحقیق انیق یہ ہے کہ میرے دین و مذہب کے معنی "میرا ایجاد کردہ دین و مذہب ہے" تو لیجئے سنئے۔ دیوبندی دھرم دیوبندی مولویوں کا ایجاد کردہ ہے اور گڑھا ہوا ہے۔

آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں سوال اول کے جواب میں سات جگہ لکھا ہے۔ "ہماری شریعت! ہماری شریعت"

دین و مذہب اور شریعت کی متکلم کی طرف اضافت کے معنی آپ کے زعم میں "متکلم کا گڑھا ہوا، اور اختراع کردہ ہے"۔ تو ثابت ہو گیا کہ تھانوی صاحب جیسے ہماری شریعت! ہماری شریعت کہہ رہے ہیں۔ وہ تھانوی جی کی گڑھی

ہوئی اور اختراعی شریعت ہے۔ اس کے سارے دیوبندی پابند ہیں۔

مدار حقانیت دیوبندی اکابر کی زبان ہے

اس الزام سے قطع نظر مقام تحقیق میں آیئے تو معلوم ہو جائے گا کہ دیوبندی دھرم یقیناً دیوبندی مولویوں کا ایجاد کردہ اور گڑھا ہوا ہے۔ "تذکرۃ الرشید" حصہ دوم ص۱۷ پر ہے۔

"آپ (گنگوہی) نے کئی مرتبہ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔ سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔" اور میں بہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں۔ مگر اس زمانہ میں ہدایت اور نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔"

قبلہ قاری صاحب! اگر آپ کی آنکھ کا موتیا بند دور ہو چکا ہے تو خود ورنہ کسی کفش بردار یا کسی دفتری سے بار بار پڑھوا کر اپنے قطب الاقطاب کا یہ ارشاد بغور سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں اور اگر بوجہ کبر سنی، قوت فہم ناقص ہو گئی ہے تو ہم سے سنیں۔ ارشاد ہے۔

"سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے"! واضح ہو کہ یہ نہیں فرمایا کہ "جاری ہوتا ہے"۔ بلکہ فرمایا "نکلتا ہے"!
"جاری ہوتا ہے" اور "نکلتا ہے" کے درمیان فرق کو ذہن نشین کرنے کے لئے سنیے۔

بارش کا پانی زمین پر جاری ہوتا ہے۔ زمین سے نکلتا نہیں۔ بلکہ بادلوں سے نکلتا ہے۔ آپ کے قطب الاقطاب کے ارشاد میں لفظ نکلتا ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ جو کچھ میری زبان سے نکلے وہ حق ہو، اور جو نہ نکلے وہ حق نہیں! اگرچہ میری زبان پر اضطراراً مصلحتاً جاری ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ قرآن و احادیث و ارشادات صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و

اسلاف گنگوہی جی کی زبان پر جاری ضرور ہوئے ہوں گے مگر وہ ان کی زبان سے نکلے ہرگز نہیں! اس لئے قرآن و حدیث ارشادات صحابہ و ائمہ مجتہدین و اسلاف حق نہیں! بلکہ حق حضرت جی کا ایجاد کردہ "اختراع کردہ"، وہ ارشادات ہیں جو ان کی زبان سے نکلے ہیں جس کی مزید توضیح و تاکید آگے ہے کہ۔

"ہدایت و نجات موقوف ہے۔ میرے اتباع پر"

ہم مسلمانوں کے نزدیک ہدایت اور نجات حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر موقوف ہے۔ مگر مسلمانوں کے برخلاف دیوبندی مذہب میں ہدایت و نجات گنگوہی کی اتباع پر موقوف ہے۔

بولئے! اب دیوبندی مذہب آپ کے قبلہ گنگوہی جی کا ایجاد کردہ ہوا کہ نہیں ہے؟

"گنگوہی سے پہلے قرآن و حدیث حق نہیں تھے"

پھر اگر "جاری ہونے" اور "نکلنے" کو کسی ایر پھیر سے ہم معنی بھی مراد لے لیں تو بھی یہ الزام قائم رہے گا کہ قرآن و احادیث، ارشادات سلف "حق ہونے کے لئے محتاج ہیں۔ گنگوہی کے زبان کے، جو اس کی زبان پر جاری ہوئے وہ حق ہے جو نہیں جاری ہوئے وہ ناحق، جب جاری ہوئے حق۔ اور جب تک جاری نہیں ہوئے تھے ناحق۔

لہذا گنگوہی کے مسند ارشاد پر قائم ہونے کے پہلے نہ قرآن حق تھا نہ احادیث اور نہ ارشادات سلف۔

نیز ظاہر ہے کہ احادیث و تفاسیر، کتب فقہ کے تمام دفاتر ان کی زبان سے نہیں نکلے۔

لہذا جو نکلے وہ دیوبندی دھرم میں حق ہوئے۔ اور جو نہیں نکلے وہ ناحق کیا قبلہ! یہ ثابت کر سکتے ہو کہ احادیث و تفاسیر و کتب فقہ کے تمام دفاتر

گنگوہی جی کی زبان سے نکلے ؟

میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔

تو بولئے ! بیک جنبش لسان گنگوہی نے آیاتِ کریمہ، کتب تفاسیر و فقہ کے اکثر حصے کو ناحق بتایا۔

حق گنگوہی کے پیچھے پھرتا تھا

قاری صاحب ! یہ ہوتا ہے ! گڑھا ہوا دین، اختراع کیا ہوا مذہب اور جعلی شریعت: یہی وجہ ہے کہ آپ کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے گنگوہی کی شان میں کہا۔

جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا
مرے مولیٰ مرے آقا تھے حقانی سے حقانی (مرثیہ رشید احمد)

گنگوہی کے علاوہ دوسری جگہ حق ڈھونڈنے والا گمراہ ہے

اس نے مزید لکھا ہے۔

ہدایت جس نے ڈھونڈھی دوسری جاگہ ہوا گمراہ
وہ میزاب ہدایت تھے کہیں کیا نص قرآنی

لیجئے ! آپ کے شیخ صاحب نے نص قرآنی سے ثابت مانا کہ جو گنگوہی کے علاوہ کہیں اور جگہ ہدایت ڈھونڈھے وہ گمراہ ہے۔

دوسری جگہ کے عموم میں اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔

قاری صاحب ! یہ ہوتا ہے نیا دین اور نیا مذہب "

گنگوہی اور نانوتوی نے اسلام کو بھی منسوخ کردیا

اور سنئے ! یہی شیخ صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

شرک و بدعت سے کیا صاف ستارہ سنت کو پھر غلط کیا ہے کہ ہیں ناسخ ادیاں دونوں

لیجئے! یہ بات بالکل صاف ہوگئی۔ گنگوہی اور نانوتوی ناسخ ادیان ہیں یعنی انہوں نے اپنے زمانہ میں موجودہ اور گذشتہ تمام دینوں کو منسوخ کر دیا اور اپنا دین چلایا۔ ان کے زمانہ میں اسلام بھی موجود تھا اس لئے یہ دونوں اسکے بھی ناسخ ہوئے۔

معلوم ہوا کہ دیوبندی دھرم میں اسلام منسوخ ہے۔ اور بالاجماع منسوخ پر عمل جائز نہیں! اس لئے ثابت ہوگیا کہ دیوبندی دھرم میں مذہب اسلام پر عمل جائز نہیں۔

اب بانیان دیوبندیت نے جو دھرم گڑھ کر بنایا اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی لئے گنگوہی جی نے فرمایا ہے کہ "اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر"

اب بھی اگر طمانیت قلب حاصل نہ ہوئی ہو تو لیجئے سنئے۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھی کی کتاب المہند کے بارے میں لکھا ہے۔

"جن کو مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ واقعی ہیں اس قابل ہے کہ ان پر اعتماد کیا جاوے اور ان سب کو مذہب قرار دیا جائے۔"

ناظرین "مذہب قرار دیا جائے" کے لفظ پر غور کریں۔ دیوبندی دھرم قرآنی دھرم نہیں بلکہ انبیٹھی دھرم ہے جس میں "نجات اخروی" کبھی گنگوہی جی کے اتباع پر لٹک جاتی ہے اور کبھی تھانوی جی کے "چرن" دھو کر پینے پر۔

چنانچہ تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۱۱۳ پر ہے۔

"واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے"

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

سیدھی سی بات تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرما رہے ہیں کہ مذہب اہلسنت و جماعت جو میرا پسندیدہ و اختیار کردہ دین و مذہب ہے جس کے اصول و فروغ اردو زبان میں قرآن و احادیث و ارشادات سلف سے نقل کر کے میں نے اپنی تصانیف میں جمع کر دیئے ہیں ان پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

حضرت جی! کیا آپ کو اس سے انکار ہے کہ مذہب اہلسنت پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

ضرور آپ کو انکار ہوگا جبھی تو اس پر اعتراض جڑ دیا۔ آپ کے نزدیک تو گنگوہی کی زبان سے جو کچھ نکلا ہے۔ انبیٹھی نے جو کچھ لکھا ہے ان پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اس لئے جو اس کے برخلاف مذہب اہل سنت پر قائم رہنے کی دعوت دے گا وہ ضرور آپ کے نزدیک لائق تعزیر ہوگا۔

تلبیس نمبر ۲

پھر اس اشتہار میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی وصیت پر جو اپنی فاتحہ کے بارے میں فرمائی ہے جضرت قبلہ قاری جی نے بھی بازاری بھانڈوں کی طرح سے اپنے سوقیانہ پن کو آزمایا ہے۔ وصیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

میں وصیت نامہ احمد رضا خاں دیکھ کر
کیوں نہ کہہ دوں قبر میں بھی پیٹ ہی کی فکر ہے

قاری طیبؒ کی جہالتؒ

دیکھ اے دل نہ چھیڑ قصہ زلف
کہ یہ ہیں پیچ و تاب کی باتیں

صرف ہم ہی نہیں ملک کا پورا سنجیدہ و متین طبقہ سر بگریباں ہے کہ اس وصیت پر اعتراض کا کیا حاصل؟ اعلیٰ حضرت نے یہ تو نہیں فرمایا کہ اب میرا

اخیر وقت ہے یہ چیزیں لاؤ ان میں میری روح اٹکی ہوئی ہے۔

یہ تو نہیں فرمایا کہ یہ چیزیں میری قبر میں رکھ دینا، یہ تو نہیں فرمایا کہ میرے بعد میری اہلیہ میرے صاحبزادوں کو دے دینا۔

بلکہ وصیت کی تو یہ کہ میرے بعد میری فاتحہ میں یہ چیزیں فقراء کو دیجائیں اور وہ بھی مشروط ہے کہ اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو۔ ! چھیننا جھپٹنا نہیں، کسی کی جیب پر ڈاکہ نہیں، مگر معلوم نہیں قاری صاحب اور ان کے دادا کی امت کو کیوں برا لگا۔ وہ آج پچاس برس سے اس پر اپنے مسخرہ پن کو آزما رہے ہیں۔ اور اس پر اپنے سفلہ پن کا وہ ننگا ناچ ناچتے ہیں کہ پیشہ ور بھانڈ بھی شرما جائے۔

وصیت مبارکہ کی تشریح

مساکین سے محبت ان کی خاطر و مدارات ایک پسندیدہ فعل ہے حتیٰ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِیْن اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں نیکیوں کے کرنے، برائیوں کے ترک اور مساکین کی محبت کا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اپنی زندگی بھر حتی الوسع مساکین کی طرح طرح سے مدد فرماتے رہے وصایا کے وقت بھی ان کا خیال رہا۔

شہزادوں کی جس طرح تربیت کی تھی اس سے اطمینان تھا کہ یہ لوگ ضرور میری اتباع میں مساکین کی مدد کرتے رہیں گے۔ مگر غایت کرم کہ پھر بھی وصیت فرمائی۔ عموماً لوگ مساکین کو معمولی کھانے دیتے ہیں اور خود عمدہ سے عمدہ کھاتے ہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو مساکین کے ساتھ جو محبت تھی اس کے پیش نظر وصیت کی تشریح کردی کہ اچھے سے اچھے کھانے دیئے جائیں۔

یہ وصیت عاقل کریم کے نزدیک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اخلاق کریمانہ کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ مگر دیوبندی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ صرف فقراء

اہلسنت کے لئے ہے انھیں ان میں سے کچھ نہ ملے گا اس لئے چڑھ کر اسے اپنے سوقیانہ سرشت کا نشانہ بنالیا۔

ان بدبختوں کی قسمت میں کوّے، بکورے، بتوں کے چڑھاوے کی پوری پکوریاں ہی ہیں یہی زندگی بھر کھاتے رہے [1]۔ اس وصیت میں نعمار ربانی کی فہرست دیکھ کر منھ میں پانی بھر آیا مگر جب دیکھا کہ ہمیں ملے گا تو ہے نہیں تو انگور کھٹے ہو گئے۔

اکابر دیوبند کو اخیر وقت اپنے پیٹ کی فکر تھی

سنو! کہ تمہارے اقنوم اول نانوتوی جی اور شیخ ٹانڈوی جی کو دم نکلنے کے وقت اپنے ہی پیٹ کی پڑی تھی۔

دیکھو الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر صلا ۱۱۴ کالم ۲ و ۳

"کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ (دیوبند) اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے لکھنؤ سے لکڑی منگائی گئی۔ حضرت (ٹانڈوی) نے بھی آخر میں سردے کی خواہش کا اظہار فرمایا اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ مولانا قاسم صاحب اور مولانا شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کہئے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا۔ انھوں نے فرمایا ضرور مل جائے گا چونکہ اس کے قبل مولانا اسعد صاحب مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا۔ مگر کہیں دستیاب نہ ہوا اس لئے حضرت نے فرمایا کہاں مل سکتا ہے

---

[1] ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رشیدیہ

مولانا وحید الدین صاحب قاسمی نے عرض کی کہ انشاء اللہ دہلی میں مل جائے گا۔ مولانا شاہد صاحب نے عرض کیا جی ہاں تلاش کے بعد بہت امید ہے کہ مل جائے۔

اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی تھی تو حضرت کے لئے مولانا سجاد حسین کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردہ بھیجا۔"

مرد مومن کا جب وقت قریب آتا ہے تو لقاء ربانی کے شوق میں دنیا ومافیہا سے بے نیاز ہو کر رب العلمین کی طرف متوجہ ہوتا ہے ؎

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

مگر دیوبندی ملّوں کو اپنی آتش شکم سرد کرنے کی پڑی رہتی ہے کوئی ککڑی کے انتظار میں ہے، کوئی سردہ کے لئے بے چین ہے۔ کسی کی روح ککڑی میں اٹکی ہوئی ہے کسی کی سردہ میں۔

"بولو! کیا مردان حق آگاہ کا یہی وتیرہ ہے۔؟"

تھانوی کو مرتے وقت اپنی بیگم کے پیٹ کی فکر تھی

اور سنو! یہ تو مرتے دم تک اپنے تغار بھرنے کی فکر میں رہے اور تمہارے بزرگ تھانوی جی اپنی دلہن کے لئے فکرمند اور مریدوں کو وصیت کرتے ہوئے مرے۔

"میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو، وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان (بیوی صاحبہ) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہو گی۔"

(تنبیہات وصیت صفحہ ۲)

ناظرین غور کریں کتنا تفاوت ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی وصیت اور تھانوی کی وصیت میں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو خیال ہے تو غربا کا اور مساکین کا اور تھانوی جی کو فکر ہے تو اپنی بیگم صاحبہ کے پیٹ کی اور مرتے مرتے بیگم صاحبہ کے لئے مریدین سے ماہواری جاری کرنے کے لئے کہہ گئے۔

کوئی مرتے وقت لگڑی کے لئے کروٹیں بدل رہا ہے، کسی کی سردہ پر رال ٹپک رہی ہے۔ کوئی ہائے بیگم، ہائے بیگم پکار رہا ہے۔ یہ ہے دیوبندی مولویوں کے آخری وقت کا حال۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَلْبَابِ

شیخ ٹانڈہ کی مٹھائی کھانے کی عادت اور چھینا جھپٹی

ایسا بھی نہیں کہ اکابر دیوبند زندگی بھر فاقہ کرتے رہے ہوں اس لئے آخر وقت اکابر دیوبند کی مٹھائی کھانے کی دبی ہوئی شہوت ابھر آئی ہو۔ بلکہ پوری زندگی شکم پروری کے دلچسپ قصوں سے بھری ہوئی ہے۔ بطور نمونہ دو مزیدار قصے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

پہلے الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں ٹانڈوی جی کی اپنے ایک عاشق زار کیساتھ چھینا جھپٹی ملاحظہ ہو۔

"حضرت (ٹانڈوی) جی فرماتے۔ حاجی (بدرالدین) صاحب آپ مٹھائی کیوں نہیں لائے۔؟ تو میں عرض کرتا۔ کہ حضور میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لیجائے پھر کیا تھا جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی مٹھائی منگائی جاتی اور حصہ سے تقسیم ہوتی اور کبھی کبھی تو حضرت میری شیروانی مذاق سے چھین کر

اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹھائی کے واسطے پیسے دوگے۔ جب مجھ کو پیسے دینے پڑتے۔ حضرت کو بھلا کس بات کی کمی تھی، آپکے پاس ہزاروں من مٹھائیاں تھیں۔"

ناظرین! آپ نے دیکھا دیوبندیوں کے شیخ الاسلام کی مٹھائی کھانے کی عادت کہ غریب عاشق اگر مٹھائی نہ لاتا تو چھینا جھپٹی ہوتی وہ غریب جان بچانے کے لئے جھوٹ بولتا کہ پیسے نہیں ہیں مگر طلبہ کی فوج چھوڑ دی جاتی۔ زبردستی پیسے چھینے جاتے دارالحدیث میں جیب پر ڈاکہ پڑتا۔ شیروانی چھین لی جاتی۔ بغیر مٹھائی کے پیسے دیئے واپس نہ ہوتی۔ یوں ہزاروں من مٹھائی اسٹاک میں رہتی۔ یہ پیٹ تھا کہ ہوشربا کی زنبیل۔

دھول دھپا اس بت طناز کا شیوہ نہیں
پیش دستی کر ہی بیٹھے ہم ہی غالب ایک دن

نانوتوی کی مٹھائی کھلانے کی عادت

یہ تو تھا مٹھائی کھانے کا شوق اب مٹھائی کھلانے کی عادت ملاحظہ کریں۔ بانی مدرسہ دیوبند نانوتوی صاحب کے بارے میں ہے۔

"ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس آپ کے خادم مولوی فاضل حاضر تھے۔ مولانا نے ان کو مٹھائی تقسیم کرنے کے واسطے فرمایا۔ (کیونکہ مولانا کا کوئی جلسہ مٹھائی سے خالی نہ ہوتا تھا اگر کہیں سے آئی ہوئی موجود نہ ہوتی تو خود منگوا کر تقسیم فرماتے) انھوں نے تقسیم کر دی۔ آخر میں اتفاق سے اس میں تھوڑی سی مٹھائی بچ گئی تو آپ نے فرمایا۔ الفاضل للقاسم۔ انہوں نے جواب دیا الفاضل للفاضل والقاسم محروم

(ارواح ثلثہ ص۲۶)

یہ ہے بانیٔ دیوبند کی مٹھائی کھلانے کی لت اور یہ ہے دیوبند جاکر پڑھنے والے طلبہ کے جال میں پھنسانے کا چارہ۔

دیوبندی اکابر کا مٹھائی کھانے اور کھلانے کا شغف اتنا بڑھا ہوا تھا کہ مرنے کے بعد بھی ان لوگوں کو مٹھائیاں کھلایا کرتے تھے جنھیں زندگی میں کھلانے کی عادت تھی۔

"مولوی اشرف علی تھانوی اپنے پردادا کے بارے میں لکھتے ہیں۔
شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندوں کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی۔ اور فرمایا کہ تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روزانہ آیا کریں گے لیکن ان کے گھر والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہہ کریں، اس لئے ظاہر کر دیا اور آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔"
(اشرف السوانح حصہ اول صـ۱۲)

جب دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرکر مٹی میں مل گئے تو تھانوی جی کے پردادا کیسے زندہ رہے؟

اس لئے یہ سوال باقی رہتا ہے کہ یہ مٹھائی تھانوی کے پردادا ہی لائے تھے یا کوئی اور۔؟ اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیتا ہوں۔

محتسب خم شکست من سراو
السن بالسن والجروح قصاص

دیو بندی

ابلیس کا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ مانتے ہیں

قاری صاحب اور ان کی پوری برادری کا یہ عقیدہ ہے کہ شیطان لعین کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے۔ مگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعت علم کی کوئی نص (آیت، حدیث) نہیں۔ شیطان کے لئے وسعت علم ماننا ان کا ایمان ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے ان کی پوری جماعت کے قطب الاقطاب اور ان کے خلیفۂ اعظم انبیٹھی جی اپنی مشہور و معروف کتاب براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں۔

"الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں، تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" ص ۵۱

ناظرین غور کریں پہلے قاری صاحب کے ان دونوں بزرگوں نے شیطان لعین کے لئے زمین کا علم محیط مانا اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ کہہ دیا کہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اور شرک ہے۔ پھر صاف صاف لکھ دیا شیطان اور ملک الموت کے لئے وسعت علم نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مگر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم پر کوئی نص نہیں۔ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک شیطان کے علم کی وسعت

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔
معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ! ابلیس لعین، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (ترجمہ) قریب ہے کہ آسمان و زمین پھٹ پڑیں اور پہاڑ ڈھ جائیں۔

تلبیس نمبر ۳

مگر قاری صاحب اپنے اس افترا و بہتان کی پوٹ ہیں، گندہ نالہ بہانے کی سعی لاحاصل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" خود اعلیٰ حضرت اس بات کے قائل ہیں کہ شیطان لعین کا علم حضور پاک سے وسیع ہے، چنانچہ خالص الاعتقاد ص۵ میں عقائد کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر نہیں ہے۔ دیکھا آپ نے کہ خاں صاحب بریلوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت شیطان کے علم کی وسعت سے مقابلہ میں کم کر کے خود رسول اللہ کی توہین کے ساتھ شیطان کو اپنا علمی پیشوا بنانے کی کیسی بیباک جرأت کی ہے"

کسی مست کی لگی ہے مگر اسکے سر کو ٹھوکر
جو پڑا ہے میکدے میں یہ خم شراب اوندھا

اولاً، خط کشیدہ عبارت، خالص الاعتقاد میں کہیں نہیں۔
قاری صاحب! اور ان کی پوری برادری کو عام چیلنج ہے کہ یہ خط کشیدہ عبارت خالص الاعتقاد میں دکھا دیں تو انہیں اختیار ہے کہ جو چاہیں میرا نام رکھ دیں اور اگر نہیں دکھا سکتے اور میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ کبھی نہیں دکھا سکتے تو اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ الآیہ پڑھ پڑھ کر اپنے سینہ پر دم کریں۔

دجّالو! جب اپنے بڑے بوڑھوں کے کفریات اٹھانے سے عاجز آگئے تو جھوٹ فریب، مکروکید، دجل وفریب، افترا و بہتان کی آندھی چلاکر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہو۔ مگر تابکے۔

ثانیاً:۔ اس عبارت کا تو پتہ نہیں کہاں ہے البتہ رماح القہار میں ایک عبارت ہے جو اس عبارت کے ہم معنی ہے۔ مگر رماح القہار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تصنیف نہیں۔ مولانا سید عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے۔ اگر بفرض محال اس عبارت میں کوئی نقص ہے تو اس کے ذمہ دار مولانا سید عبدالرحمٰن ہیں نہ کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ۔

اے مفتریو! اگر تمھیں شرم وحیا ہو تو اپنے دجل وفریب کی چاک دامانی کے بعد کہیں ڈوب مرو۔

جنھوں نے قاری طیب صاحب کو دیکھا ہوگا وہ ان کی گریہ نما مسکین صورت کا تصور کریں اور اس بڑھاپے میں وہ اپنی قبر میں اپنے ساتھ دجل وفریب کا جو دستاویز لے جارہے ہیں اسے دیکھیں تو بے اختیار اقبال کا یہ شعر یاد آجائیگا

ے
الٰہی یہ ترے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

ناظرین آئیں اور ان چند سطروں میں ان حضرت جی کی نہایت باریک چند دستکاریاں ملاحظہ کریں۔

۱ــــ اپنی طرف سے ایک عبارت گڑھ کر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی طرف منسوب کردیا۔

۲ــــ اس کے لئے خالص الاعتقاد کتاب بھی گڑھ لی۔

۳ــــ اس کا صفحہ ۵ بھی اختراع کرلیا۔

۴ــــ بعینہ یہ عبارت تو نہیں اس کے ہم معنی اگر کوئی عبارت تھی تو رماح القہار کی جسے خالص الاعتقاد کی بتایا۔

۵ ــــــ بعینہ یہ عبارت تو نہیں اس کے ہم معنی اگر کوئی عبارت تھی تو مولانا سید عبدالرحمن کی اسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بتایا۔

۶ ــــــ بعینہ یہ عبارت تو نہیں اس کے ہم معنی اگر کوئی عبارت تھی تو رماح القہار کے صہ۵ پر تھی۔ اسے خاص الاعتقاد صہ۵ پر بتایا۔

۷ ــــــ رماح القہار کی اس عبارت میں بھی یہ مجرمانہ خیانت کی کہ صرف آدھی نقل کی اس کے متصل اوپر کی وہ عبارت جس کا یہ عبارت تتمہ ہے۔ جو انکے اخذ کئے ہوئے مطلب کے لئے سیف براں تھی ہضم کر گئے۔

۸ ــــــ اس عبارت سے وہ مطلب نکالا جس سے ان کے امام الکل فی الکل کی اعلیٰ درجے کی مدح ثابت ہوئی۔

۹ ــــــ اپنا ملعون عقیدہ، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سر تھوپا۔

۱۰ ــــــ اپنا ملعون عقیدہ اہل سنت کی کتاب رماح القہار کی اس عبارت سے نکالا جو خود ان کے اسی گندے عقیدے پر تعریض ہے۔

ثالثاً:ــــ رماح القہار میں معاذ اللہ، معاذ اللہ یہ نہیں کہ شیطان لعین کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع ہے۔ آپ نے جو عبارت پیش کی ہے اس سے یہ مطلب کس طرح نکلتا ہے۔ لازم تھا کہ آپ اسکی توضیح کرتے۔

غالباً آپ نے اس اشتہار کا مضمون اس وقت لکھا تھا جب ابتداء نزول المار میں آپ کی آنکھوں میں بھنگے ناچا کرتے تھے ورنہ اس عبارت اور اس خبیث مضمون میں کسی طرح دور دراز کے مقدمات در مقدمات لگانے سے بھی اتنا بھی لزوم نہیں نکلتا جتنا آپ میں اور بصیر میں ہے۔

چونکہ آپ بہت بھولے بھالے ہیں اور آپ ہی کے بہت سے نیازمند یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کان کے بھی بہت کچے ہیں۔ اسی وجہ سے اب آپ اپنے اذناب کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ گئے ہیں جس کے نتیجہ میں ابھی گذشتہ برسوں

میں آپ کے موروثی مدرسہ دیوبند میں آتنی بھیانک ہڑتال ہوئی تھی کہ آپ کو عاجز آکر المدد یا پولیس المدد یا پولیس والا اپنی برادری کا مجرب وظیفہ جپنا پڑا تھا۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استخراج آپ کا نہ ہو۔ آپ کے کسی نیاز مند کا ہو۔ جس نے کچھ نقد یا خوشنودی مزاج کے عوض اسے آپ کی نذر کر دیا ہو۔ اور آپ نے یہ سوچ کر کہ دادا پر کفر کے فتوے کا بدلہ ہو گیا اسے اپنے اشتہار میں درج کر دیا ہو۔ اس لئے آپ کے بڑھاپے پر ترس کھاتے ہوئے اس کا آپ سے مطالبہ بھی نہیں کرتا بلکہ آپ کو بتا دیتا ہوں کہ آپ کے اذناب نے کس طرح اس عبارت سے یہ خبیث مضمون نکالا ہے۔

ابھی ابھی بھن گاؤں ضلع گونڈہ کے ۲۵ر جون ۱۹۷۱ء والے مناظرہ میں جس میں درجنوں آپ کی برادری کے سر برآوردہ مناظرین آئے تھے جن میں آپکے بہت سے نوکر از قسم مدرسین ومبلغین شریک تھے۔ خصوصیت کے ساتھ وارڈ نمبر افتاء کے ہیڈ محمود صاحب بھی تھے ان لوگوں کو یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ خود میدان میں آتے البتہ ایک کودک نادان اور ایک جاہل مطلق کے پس پشت پردہ نشین ہو کر ناوک افگنی کرتے رہے۔

اس مناظرہ میں اس گھٹنے پر وار کر کے بھوں پر زخم دیکھنے کی وجہ سے درجنوں دیوبندی شرکاء مناظرہ نے متفقہ مشورہ کے بعد یہ وجہ بیان کی۔

نفی جب مقید پر داخل ہوتی ہے تو صرف قید کی نفی کرتی ہے۔ اسلئے اس عبارت میں وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات شیطان کے لئے لازم آیا۔

اس کا دہاں اہلسنت کی طرف سے جو جواب دیا گیا اس سے تو آپکے نوکروں نے یہ کہہ کر جان بچائی کہ یہ قاعدہ عربی کا ہے اردو کا نہیں۔

قاضی صاحب! آپ تو اپنے نوکروں کی اس پنیترہ بازی پر ضرور واہ وا کریں گے مگر اہل انصاف فوراً ان کا دامن پکڑ کر یہ پوچھیں گے کہ جس قاعدہ سے آپ لوگوں نے یہ خبیث مضمون استخراج کیا ہے وہ بھی تو عربی کا ہے اپنے خصم پر کیچڑ

اچھلنے کے لئے عربی قواعد کی پناہ لینی اور اپنے بچاؤ کے لئے عربی قاعدے سے فرار کس لغت میں حقانیت ہے ؟

تم پری زاد ہو وعدہ تو پری زاد نہیں
آپ اڑتے ہو اڑو بات اڑاتے کیوں ہو

رابعًا ـــــ قاری صاحب! آپ اپنے ان نوکروں کو بتا دیں کہ یہ قاعدہ "مقید کی نفی سے صرف قید کی نفی ہوتی ہے" مطلقاً ہر جگہ بلا کسی شرط کے جاری نہیں اس کی کچھ شرط بھی ہے۔ اگر اس قاعدہ کا ہر جگہ مطلقاً جاری ہونا لازم ہو تو کتنی نصوص میں تحریف معنوی لازم آئے گی۔ بطور نمونہ دو ملاحظہ کریں۔ ارشاد باری ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَوا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً

اے مومنو! دونا دون سود نہ کھاؤ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۰)

یہاں نفی مطلق ربٰو پر وارد نہیں۔ اَضْعَافًا مُضَاعَفَةً کے ساتھ مقید پر ہے تو بقول آپ کے اذناب کے لازم آیا کہ مطلق سود حلال ہوا اور صرف دونا دون حرام ہو۔

دوسری آیت میں ہے۔

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا (نور آیت ۳۳)

اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں

یہاں بھی نفی مقید پر داخل ہے کیا آپ میں یا آپ کے نوکروں میں سے کسی میں جرأت ہے کہ وہ کہہ دیں کہ چونکہ آیت میں نفی مقید پر داخل ہے اس لئے باندیوں کو زنا پر مجبور کرنا اسی حالت میں ممنوع ہے جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہیں۔ اور اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو انھیں زنا پر مجبور کرنے کی اجازت ہے۔ مثلاً ایک باندی اپنے کسی مخصوص آشنا سے تعلق رکھنا چاہتی ہے مگر ایک مالک یہ چاہتا ہے کہ وہ شاہدان بازاری کی طرح ہر وارد صادر

کے لئے اپنے کو عام رکھے تو آپ کے اذناب کی تحقیق کے بموجب اس کی اجازت ہونی چاہیئے

قاری صاحب! اگر آپ بوجہ ریٹائرڈ ہونے کے نہ بتا سکیں تو اپنے نوکروں سے پوچھ کے بتائیں وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ جو وہ ان آیتوں کا جواب دیں گے وہی ہماری جانب سے رماح القہار کی عبارت پر آپ کے شبہے کا جواب ہوگا۔

خامسًا ـــــ قاری صاحب اور ان کے نوکروں سے خطاب پورا ہوگیا۔ اب ناظرین کی الجھن دور کرنے کے لئے ہم اس مسئلہ کا فیصلہ کن حل پیش کرتے ہیں۔ کتر بیونت دیوبندیوں کی فطرۃ ثانیہ ہے۔ اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے اس قاعدے میں بھی یہی حرکت ان لوگوں نے کی ہے۔ یہ قاعدہ مطلق اور غیر مشروط نہیں۔ اس کی اہم شرطیہ ہے۔ مقید پر داخل ہونے والی نفی صرف قید کے ساتھ مختص اس صورت میں ہوتی ہے جب کہ اس قید کا کوئی دوسرا فائدہ نہ ہو۔ علامہ سعد الدین تفتازانی اپنی مشہور و معروف کتاب مختصر المعانی میں آیۃ کریمہ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا پر کلام کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

فان قیل تعلیق النھی عن الاکراہ بارادتھن التحصن یشعر بجواز الاکراہ عند انتفائھا علی ما ھو مقتضی التعلیق بالشرط اجیب بان القائلین بان التقید بالشرط یدل علی نفی الحکم عند انتفائہ انما یقولون بہ اذا لم یظھر للشرط فائدۃ اخری ویجوز ان یکون فائدتہ	اکراہ سے نہی باندیوں کے پاکدامنی کے ارادے پر معلق کرنا یہ بتاتا ہے کہ اگر وہ پاکدامنی نہ چاہیں تو انہیں زنا پر مجبور کرنا جائز ہے جیسا کہ شرط پر معلق کرنے کا مقتضا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو لوگ اسکے قائل ہیں کہ شرط پر معلق کرنا شرط کے انتفار کے وقت حکم کی نفی پر دلالت کرتاہے وہ اسکے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں بہ شرطیکہ اس شرط کا کوئی

فی الآیۃ المبالغۃ فی النھی عن الاکراہ یعنی انھن اذا ردن العفۃ فالمولیٰ احق بارادتھا

(مختصر المعانی ص۱۶۶-۱۶۵ مجیدی)

اور فائدہ نہ ہو" اس آیت میں یہ دوسرا فائدہ اکراہ سے ممانعت میں مبالغہ ہے۔ جب باندیاں پاکدامن رہنا چاہتی ہیں تو مولیٰ کو بدرجہ اولیٰ اپنی باندیوں کو پاکدامن رکھنا چاہئے۔

ابھی قاری صاحب کے نوکروں کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ حضرت علامہ نے یہ شرط، شرط کے لئے تحریر کی ہے اور رماح القہار کی عبارت میں شرط نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انھیں ان کے گھر تک پہنچا دیا جائے۔ ایک کے بجائے دو۔ انہی قاری صاحب کی برادری کے حاشیہ برادوں نے اسی مختصر المعانی کے اسی ص۱۶۶ پر حاشیہ ۳ پر لکھا ہے۔

وحیث کان للتقید بالشرط ھنا فائدۃ اخریٰ ما سوی الاخراج سقط اعتبار مفہوم الشرط لان مفہوم المخالفۃ انما یعتبر اذا کان القید للاخراج لا لفائدۃ اخریٰ۔

اور جب شرط کے ساتھ مقید کرنے کا یہاں اخراج کے علاوہ دوسرا فائدہ ہے تو شرط کا اعتبار ساقط ہوگیا۔ اس لئے کہ مفہوم مخالف وہیں معتبر ہوتا ہے جہاں قید کسی اخراج کے لئے ہو (یعنی احترازی ہو) دوسرے فائدہ کے لئے نہ ہو۔

حاشیہ میں قاری صاحب کے ان دونوں برادری والوں نے بات صاف کردی کہ شرط مذکور صرف شرط کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر قید کے لئے ہے۔

اب ان دونوں آیتوں کا مطلب بالکل واضح ہوگیا۔ جس طرح آیہ کریمہ لَا تُکْرِھُوا فَتَیٰتِکُمْ الآیۃ میں قید کا فائدہ مبالغہ ہونے کی وجہ سے اسکے مفہوم مخالف کا اعتبار ساقط ہے اور مطلقاً زنا پر مجبور کرنا ممنوع ہے۔ اسی طرح آیۃ کریمہ لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً میں بھی اضعافا مضاعفۃ کا دوسرا فائدہ موجود ہے

وہ اہل جاہلیت پر تعریض ہے۔ ان کی عادت تھی، جب قرض کے ادائگی کی میعاد پوری ہو جاتی ہے اور قرضدار ادا نہ کرپاتا تو قرض خواہ سود میں اضافہ کی شرط پر میعاد میں اضافہ کر دیتا۔ اس طرح بار بار کے اضافے کے بعد نتیجہ یہ ہوتا کہ اصل رقم سے سود بڑھ جاتا اسی پر تعریض کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔ "دونا دون سود مت کھاؤ"۔ چونکہ یہ قید تعریض کے افادے کے لئے ہے۔ (احترازی نہیں) اس لئے مفہوم مخالف معتبر نہیں۔

اسی طرح رماح القہار کی عبارت "وسیع تر" میں "تر" کی قید احترازی نہیں بلکہ دیوبندیوں پر تعریض کے لئے ہے اس لئے اسکا بھی مفہوم مخالف معتبر نہیں۔

چونکہ دیوبندیوں کا یہ ناپاک عقیدہ ہے کہ "ابلیس لعین کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر ہے"۔ جیسا کہ ابھی براہین قاطعہ کی عبارت گزر چکی ہے دیوبندیوں کے اسی گندے عقیدہ پر تعریض کرتے ہوئے مولانا سید عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ "ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔ ابلیس لعین کا علم، معاذ اللہ! علم اقدس سے وسیع تر نہیں۔ جیسا کہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ابلیس لعین کا علم معاذ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس سے وسیع تر ہے"۔

چونکہ "وسیع تر" میں "تر" کی قید احترازی نہیں بلکہ دیوبندیوں کے عقیدے پر تعریض کے لئے ہے اس لئے اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوگا اور جب مفہوم مخالف معتبر نہیں تو وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات صحیح نہیں۔ اسلئے اس عبارت کا یہ مطلب کسی طرح درست نہیں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ ابلیس لعین کا علم، علم اقدس سے وسیع ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے مذکورہ دونوں آیتوں میں قید کے احترازی نہ ہونے اور دوسرے فائدہ کے لئے ہونے کی وجہ سے اس قید کی نفی نہیں بلکہ قید اور مقید دونوں کی۔ اسی طرح رماح القہار کی اس

عبارت میں قید کے احترازی نہ ہونے اور تعریض کے لئے ہونے کی وجہ سے صرف قید کی نفی نہیں بلکہ قید اور مقید دونوں کی۔

لہذا صرف وسیع تر کی نفی نہیں ہوئی بلکہ وسیع ہونے کی بھی جس پر دلیل قطعی اس کے اوپر والی عبارت ہے جو بالکل اس کے متصل ہے جسے قاری صاحب نے صرف عوام کو فریب دینے کے لئے اڑالیا ہے پوری عبارت یہ ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔ ابلیس لعین کا علم معاذ اللہ! علم اقدس سے وسیع تر نہیں"

اگر یہاں وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات مراد ہوتا یا کم از کم اس عبارت کا یہ مدلول ہوتا تو ایک ہی عبارت کے یہ دونوں حصے متعارض ہوتے۔ ذرا بھی ہوش رکھنے والا ایک ہی عبارت میں دو متعارض باتیں کبھی بھی نہیں لکھ سکتا۔ وہ بھی اس رسالہ میں جو حریف کے رد میں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نفی کے مقید پر داخل ہونے سے صرف قید کی نفی اور مقید کا اثبات مراد لینا، مفہوم مخالف ہے اور مفہوم مخالف وہیں مراد ہوتا ہے جہاں قید صرف احتراز کے لئے ہو کسی دوسرے فائدہ کے لئے نہ ہو۔

رماح القہار کی عبارت "وسیع تر" میں "تر" کی قید احترازی نہیں بلکہ تعریض کے لئے ہے اس لئے یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں اور جب مفہوم مخالف معتبر نہیں تو یہاں وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات ایسی ہی جہالت ہے جیسے آیۂ کریمہ لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً سے سود کا جواز اور آیۂ کریمہ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا سے بدچلن باندیوں کو زنا پر مجبور کرنے کی اجازت کا اثبات ہے۔

اور جیسے ان آیتوں میں نفی کے مقید پر داخل ہونے کے باوجود مطلق سود کا جواز ثابت نہیں۔ بدچلن باندیوں کو زنا پر مجبور کرنے کی اجازت ثابت نہیں۔ تو رماح القہار کی عبارت میں وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات لازم

نہیں۔

سادساً ـــــ اب اخیر میں چلتے چلتے ہم قاری صاحب اور ان کے نوکروں سے ایک سوال کرتے چلیں۔

حضرت جی! جب آپ کے اور آپ کے نوکروں کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ بلا کسی شرط کے ہر جگہ جاری ہے تو بتائیے۔

"حدیث جبریل ما المسئول عنها باعلم من السائل میں بھی نفی اسم تفضیل پر داخل ہے تو یہاں بھی نفی مقید کی ہوئی۔ تو کیا آپ یہاں یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ اس ارشاد میں صرف اَعْلَم ہونے کی نفی ہے اور نفس علم کا اثبات ہے۔ اگر راضی ہیں تو لازم آیا کہ وقت قیام ساعت کا علم، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین دونوں حضرات کو ہے"۔

بولئے! اس پر ایمان آپ کا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو آپ لوگ حدیث صحیح کا انکار کر کے گمراہ۔ ضال مضل ہوئے کہ نہیں؟

اور اگر مولانا سید عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کافر بنانے کے شوق میں اس پر ایمان لاتے ہو تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین کو قیام ساعت کا علم مان کر اپنے اکابر کے فتووں سے کافر، مرتد، بے ایمان ہوئے کہ نہیں۔؟

اگر اس دودھاری تلوار سے بچنے کے لئے آپ یہ کہتے ہیں کہ یہاں نفس علم کی نفی ہے تو کس قاعدے سے؟

اور وہ قاعدہ رماح القہار کی عبارت میں کیوں نہیں جاری ہوتا؟ مابہ الفرق بتائیے۔! ؎

تھی خبر گرم کہ غالبؔ کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے یہ تماشا نہ ہوا

سابعاً ـــــــ یہ کلام اس تقدیر پر تھا کہ " لفظ تر " کو تفضیل کے لئے مانا جائے ۔ اور یہی بنیادی غلطی ہے ۔ " لفظ تر " معنی تفضیل میں متعین نہیں ۔ بلکہ اردو وفارسی دونوں زبانوں میں بکثرت " زائد واقع ہوتا ہے ۔ اولیٰ ترا ہم تر روزمرہ کے محاورات میں بولا جاتا ہے ۔ لغت کے ساتھ ادنیٰ سی ممارست رکھنے والا خوب جانتا ہے کہ ان کلمات میں تر زائد ہے ۔ اس کے نظائر بکثرت ملیں گے

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے " اشعۃ اللمعات " میں ثم کا ترجمہ ۔ پیشتر کیا ہے ۔ یہاں بھی متعین ہے کہ " تر " زائد ہے ۔ اسکے علاوہ متعدد جگہ خود حضرت شیخ کے کلام میں تر دوسرے کلمات کے ساتھ زائد مستعمل ہے ۔ اشعۃ اللمعات میں ہے ۔

احتکار چہل روز را ایں حکم وایں جزاست واگر کمتر کند آنرا نیز جزاست ولیکن کمتر ازین واگر بیشتر کند بیشتر ازیں خواہد بود وظاہر آنست کہ مراد آن باشد کہ حد احتکار تا چہل روز باشد و در کمتر ازاں اثم نبود وبجہت قلت مدت مغفور بود ۔

(ص۴۴ ج۳)

چالیس دن کے احتکار کا یہ حکم اور جزا ہے اور اگر اس سے کم احتکار کرے اسکی بھی جزا ہے مگر اس سے کم اور اگر زیادہ کرے اس سے زائد ہوگی ظاہر یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ احتکار کی حد چالیس دن ہے ۔ اس سے کم میں گناہ نہیں ۔ مدت کی کمی کی وجہ سے مغفور ہوگا ۔

اس عبارت میں متعین ہے کہ کمتر اور بیشتر کا " تر " زائد ہے ۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ اکثر زائد بھی ہوتا ہے تو ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ رماح القہار کی اس عبارت میں " تر " زائد ہے ۔ اور جب یہ زائد ہے تو نہ یہاں مقید ہے نہ قید ۔ اور نہ مقید پر نفی داخل ۔ اس لئے اس عبارت سے اپنے شیخ نجدی کے علم ناپاک کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس سے وسیع ثابت کرنے کی قاری صاحب کے نوکروں کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں ۔ اب اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ابلیس لعین کا علم معاذ اللہ

علم اقدس سے وسیع نہیں۔

اور یہاں لفظ "تر" کے زائد ہونے پر قرینہ اس عبارت کا اگلا حصہ ہے یعنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔

تلبیس نمبر ۴

چوتھی تلبیس قاری صاحب نے یہ کیا ہے کہ ہم اہل سنت تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں۔

"رضا خوانی فرقہ کے نزدیک تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں جو ان کے ہم مسلک نہ ہوں"

تمام دنیا کے علماء اہلسنت اعلیٰ حضرت کے ہم مذہب ہیں

دشنام یار طبع حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا

(۱) دیوبندی سربراہ نے اس فقرے میں جو دجالیاں کی ہیں انھیں دیکھ کر ابلیس بھی ان کی شاگردی کا دم بھرنے کو تیار ہو جائے گا۔ اس کے جھوٹ اور فریب ہونے کی دلیل حسام الحرمین اور الدولۃ المکیۃ اور فتاویٰ الحرمین میں موجود ہے جس میں علمائے حرمین طیبین، دمشق، مصر، شام، قسطنطنیہ، انڈونیشیا کی تصدیقات موجود ہیں

اگر ہم اہلسنت تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے تو یہ تمام دنیا کے مسلمان بلکہ مفتیان ہمارے فتاویٰ کی تائید و تصدیق کرتے ؟

آج بھی حرمین طیبین اور دنیا کے ہزارہا علماء ہمارے مؤید اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مدح خواں ہیں جس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ ابھی ابھی حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ حج و

زیارت کے لئے گئے تو حرمین طیبین و دیگر بلاد سے آنے والے علماء نے حضرت مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر بیعت کی ان سے احادیث و سلاسل اولیاء اللہ کی اجازتیں لیں۔

حرم کعبہ کے شیخ الحدیث کی شہادت

مکہ معظمہ کے سب سے بڑے عالم مولانا سید محمد مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو حرم مکہ میں شیخ الحدیث تھے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے بارے میں فرمایا۔

اذا جاء رجل من الهند نسئله عن الشيخ احمد رضا خان فان مدحه علمنا انه من اهل السنة وان ذمه علمنا انه من اهل البدع هذا هو المعيار عندنا

جب ہندوستان سے کوئی آتا ہے تو ہم اس سے مولانا شیخ احمد رضا خانصاحب کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اگر وہ انکی تعریف کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ سنی ہے اور اگر ان کی برائی کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ بدمذہب ہے۔ یہی ہماری کسوٹی ہے۔

یہ اس دور کے ان اکابر علماء حرم میں سے تھے جو مسجد حرام میں باب السلام کے پاس درس حدیث دیا کرتے تھے اور یہ باشندے الجزائر کے تھے اس کے باوجود یہ الزام کہ ہم ساری دنیا کے مسلمان کو کافر کہتے ہیں افترار دجل فریب نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر قاری صاحب کیا کریں انکے اکابر سے انھیں ترکہ میں یہی ملا ہے ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی بات چیت
بنتی نہیں ہے خلق کو دھوکہ دیئے بغیر

(۲) رہ گیا قاری صاحب کے دس بیس ناموں کی فہرست یا پانچ دس انجمنوں کی فہرست۔ تو یہ بھی ان کا بہت ہی باریک فریب ہے ؎

یہ مانا دونوں ہی دھوکے ہیں رندی ہو کہ درویشی
مگر یہ دیکھنا ہے کون سا رنگین دھوکا ہے

مگر یہ بالکل سچ ہے کہ علمار اہل سنت عرب وعجم، حل وحرم، ہند وسندھ نے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھی، مولوی اشرف علی تھانوی کو کافر کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ جو ان کے کفریات قطعیہ پر مطلع ہونے کے بعد ان کو اپنا پیشوا جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کا یہی حکم ہے۔ شامی وغیرہ میں ابن سحنون مالکی قدس سرہٗ سے منقول ہے۔

اجمع المسلمون علیٰ ان شاتمہٗ کافر من شك فی عذابہ وکفرہ کفر۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنیوالا کافر ہے جو اسکے عذاب اور کفر میں شک کرے کافر ہے۔

یہ حکم صاف صاف بلا کسی جھجک کے علمار اہل سنت کی کتابوں میں خصوصاً اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتابوں میں مصرح ہے۔

اب وہ زید ہو یا عمرو، بکر ہو یا خالد، دیوبند کا فارغ ہو یا بریلی شریف کا کسی کی تخصیص نہیں جو بھی ان اساطین دیوبندیت کے ان کفریات قطعیہ پر مطلع ہو کر انھیں مسلمان جانے، پیشوا مانے وہ کافر ہے۔ ایسے لوگوں کی فہرست آپ نے دس بارہ پیش کی ہے۔ ہم ہزاروں بتا سکتے ہیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

آپ لوگ بھی رافضیوں، قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں اور اس شان سے کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے تو اگر کوئی رافضی قادیانی ہند، ایران، عراق، لندن، امریکہ، جرمنی کے مولویوں اور ان کی انجمنوں کے نام لکھ کر یہ پروپگنڈہ کرے کہ دیکھو دیوبندیوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہدیا تو آپ ضرور اسے دجل وفریب کہیں گے۔

اسی طرح یہ بھی آپ کا دجل ہے کہ علمار اہلسنت نے صرف چار کو کافر کہا اور آپ پروپگنڈہ یہ کرتے ہیں کہ سارے جہاں کو کافر کہدیا۔ گویا دنیا کی ساری آبادی صرف چار افراد کا نام ہے۔

اپنے تسلیم کردہ کافروں کو مسلمان کہہ دیا

۳ —— پھران ناموں میں بہت سے ایسے ہیں کہ جنھیں خود دیوبندی مولوی بھی علی الاعلان کافر کہہ چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں۔ مثلاً سرسید، سرسید نے قرآن کریم کی تفسیر کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اس نے ہزارہا ضروریات دین کا انکار کیا ہے۔ مثلاً وحی، فرشتے، جنت، دوزخ، وغیرہ، اس پر اس وقت کے تمام علمار نے (بلا استثنا) اس کو کافر مرتد کہا، جن میں اکابرِ دیوبند خود بھی داخل ہیں۔ یہ بات قبلہ مہتمم صاحب سے پوشیدہ نہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ مگر اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے جو خود ان کے عقیدے میں کافر ہے۔ اس کو مسلمان کہہ کر یہ حکم لگا دیا کہ اہلسنت نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہہ دیا۔

جب دیوبندیوں کے نزدیک خود سرسید ضروریات دین کے انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہوگیا تو اس کے حوالی موالی جتنے ایسے ہیں جو اس کے ہم عقیدہ ہوں اس کے کفریات میں اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوں۔ اسے اپنا پیشوا مانتے ہوں خود ہی کافر ہوگئے۔

ارشاد باری ہے اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ علمار نے فرمایا الرضا بالکفر کفر[1] یہ خود دیوبندیوں کو مسلّم ہے۔ پھران میں سے بعض وہ ہیں جن پر دیوبندیوں نے مستقلاً کفر کے فتوے دیئے ہیں جیسے شبلی اعظم گڑھی پھر یہ کتنا بڑا کید ہے کہ جنھیں آپ بھی کافر کہیں۔ صرف علمار اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے ان کو مسلمانوں کی فہرست میں شامل کر کے یہ پروپگنڈہ کریں کہ اہلسنت نے تمام دنیا کو کافر کہہ دیا۔ اگر سرسید اور اس کے نورتن کا نام ساری دنیا ہے تو جناب! ہم سے پہلے آپ کے اکابر نے ساری دنیا کو کافر کہا۔ ع

این گنا ہیست کہ در شہر شما نیز کنند

دیکھئے کتاب حکیم الامت میں ہے۔

[1] کفر پر راضی رہنا بھی کفر ہے

"مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہو گیا، مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں۔ اور چونکہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لئے مدرسۃ الاصلاح، مدرسۂ کفر و زندقہ ہے اور اس کے تمام متعلقین کافر و زندیق ہیں، یہاں تک کہ جو علما اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں"۔ صـ۴۷۵

اور اسی کے مطابق ندوہ لکھنؤ بھی تھانوی کے فتویٰ کی رُو سے مدرسہ کفر و زندقہ ہے اور دار المصنفین بھی تھانوی کے فتویٰ کی رو سے دار الملحدین ہے۔ پھر اسی قاعدے سے سرسید اور سرسید کے جملہ نورتن کافر ہیں اور ملحد، اس کی تمام تحریکات تھانوی کے نزدیک کفر و زندقہ کی تحریکیں ہیں۔ تو جب آپ کے اکابر خود ان سبھوں کو کافر مرتد مانتے ہیں ان کے مدرسوں، ان کے اداروں کو کفر و زندقہ کے مدرسے و ادارے مانتے ہیں، حتی کہ جو ہم نے نہیں کہا وہ آپ کے مرشد نے کہا کہ جو علما اس مدرسے کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں تو آپ کو شرم نہ آئی کہ ہمیں اس پر الزام دیتے ہیں۔ جب اہل سنت سے آپ لوگوں کی عداوت کا یہی حال ہے تو وہ دن دور نہیں جب رفاض، قادیانیوں، بلکہ مشرکین کی تکفیر پر بھی ہماری پگڑی اچھالنے کی مقدس خدمت انجام دیں گے۔

بعض علماء کی تکفیر کا بہتان

۴ ـــــ مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو بھی آپ نے اپنی فہرست میں داخل کر لیا حالانکہ ان کی تکفیر کا کوئی فتویٰ کبھی کسی سنی عالم نے نہیں دیا ہے۔ میری سمجھ کام نہیں کرتی کہ میں آپ کی اس چابکدستی کو کون سا نام دوں۔

۵ ـــــ جماعتوں کی فہرست جو آپ نے دی ہے ان کے تمام شرکاء کو کبھی کسی نے کافر نہیں کہا اور نہ ان کی شرکت کو مطلقاً کفر کہا گیا ہے۔

البتہ جس جماعت کے افراد نے کفر کیا ان پر کفر کا فتویٰ ضرور دیا گیا

مثلاً لیگیوں میں جو رافضی تھے ان کو کافر کہا گیا۔ جن بے دینوں نے مسٹر جناح کو سیاست کا نبی قانون کا پروردگار کہا انھیں کافر کہا گیا اور آپ نے یہ لکھ دیا کہ اہلسنت نے ان تمام جماعتوں کے شرکار کو کافر کہہ دیا۔ اگر اسی کا نام دینی خدمت ہے تو گمراہ گردی کے لئے لغت میں کوئی لفظ نہیں مل سکے گا۔

دیوبندیوں کے نزدیک تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں

قاری صاحب! اصل میں آپ کی برادری کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں اب کوئی مسلمان نہیں۔ تمام دنیا مسلمانوں سے خالی ہو چکی ہے جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں، مگر از راہ ہوشیاری آپ نے ہمیں الزام دیا کہ ہم تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، تاکہ دنیا آپ لوگوں کے اس گندے عقیدے سے غافل رہ جائے۔ لیجئے سنئے۔

آپ کے امام الطائفہ آپ لوگوں کے عین اسلام تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں۔

"پھر اللہ آپ ایسی ایک باو بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جائیں گے۔ سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔" (ص ۳۶)

یعنی چل گئی وہ باو (ہوا) اور مر گئے وہ سب بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان تھا اور رہ گئے نرے کافر۔

بولئے قاری صاحب! یہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر ہوئی کہ نہیں۔؟

اکابر دیوبند کے نزدیک مولوی اسمٰعیل دہلوی کافر ہیں

قریب ہے یارو! روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

مسلمانوں کو کافر کہنا تو آپ لوگوں کے دل کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا نور ہے

ساری دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر کرتے کرتے جب تھک گئے تو خود اپنوں ہی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ لیجئے شمار کیجئے۔

دیوبندیوں کے امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی صاحب تقویۃ الایمان نے اپنی مشہور کتاب ایضاح الحق میں لکھا ہے۔

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد۔	اللہ عزوجل کا زمان و مکان و جہت سے منزہ ماننا اور اسکی رویت بلا جہت و محاذات کے ثابت کرنا بدعات حقیقیہ سے ہے اگر ایسے عقیدے والا اس کو عقائد دینیہ سے شمار کرے۔

اس عبارت پر علماء دیوبند کا ایک فتویٰ مع سوال و جواب کے درج ذیل ہے۔

سوال :- کیا ارشاد ہے علماء دین کا اس شخص کے بارے میں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان سے پاک اور اس کا دیدار بے جہت حق جاننا بدعت ہے۔ ؟ بَيِّنُوا وَتُوجَرُوا

اَلجَوَاب :- یہ شخص عقائد اہل سنت سے جاہل اور بے بہرہ اور وہ مقولہ کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

———— بندہ رشید احمد گنگوہی ؍

اَلجَوَابُ صَحِيحٌ ———— اشرف علی تھانوی عفی عنہ

۲؎ حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے منزہ ماننا۔ عقیدہ اہل ایمان ہے۔ اس کا انکار الحاد و زندقہ ہے اور دیدار حق تعالیٰ آخرت میں بے کیف و بے جہت ہوگا۔ مخالف اس عقیدے کا بد دین و ملحد ہے۔

———— کتبہٗ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح ———— بندہ محمد حسن عفی عنہ مدرس اول دیوبند

۳؎ وہ ہرگز اہلسنت سے نہیں۔ ———— حررہٗ المسکین عبد الحق

الجواب صحیح ———— محمود حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی مرادآباد

۴ ایسے عقیدے کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے۔

———— ابوالوفا ثناء اللہ

نتیجہ یہ نکلا کہ امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی مصنف ایضاح الحق ان دیوبندی و غیر مقلد مفتیوں کے نزدیک عقائد اہلسنت سے جاہل بے بہرہ ہے۔ بددین، ملحد ہے، ہرگز اہل سنت سے نہیں۔ دین سے ناواقف ہے اس کا یہ مقولہ کفر ہے۔

مولوی قاسم نانوتوی کافر ہیں۔ دیوبندی مفتیوں کا فتویٰ

قاری صاحب! آپ کے دادا بانیٔ مدرسۂ دیوبند کے قصائد قاسمی میں ص۶ پر ایک شعر ہے ؎

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ ترا اسکی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

اس شعر کے بارے میں متعدد دیوبندی مولویوں سے استفتار کیا گیا تو ان کے مندرجہ ذیل جوابات موصول ہوئے مع سوال و جواب ملاحظہ کریں۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک میلاد خواں نے محفل مولود میں مندرجہ ذیل شعر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں پڑھا ؎

جو چھو بھی دیوے سگِ کوچہ ترا اسکی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

الجواب:۔ ———— یہ شعر پڑھنا حرام و کفر ہے۔ اگر یہ سمجھ کر پڑھے کہ اسکا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے۔ تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا۔ اور اگر یہ علم نہ ہو کہ اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے تو یہ شخص فاسق

اور سخت گنہگار ہے۔ اس کو تا مقدور اس حرکت سے روکنا شرعاً لازم ہے۔

احمد حسن۔ ۱۵ر شوال ۱۳۶۹ھ سنبھل

۲ ___ اس شعر کا مفہوم کفر ہے۔ لکھنے والا اور عقیدہ سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے۔ ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں"

ظہور الدین سنبھل

۳ ___ کسی بیہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔ بے وقوف اور بیہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے۔ دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط چاہیئے۔

سعید احمد سنبھل

۴ ___ اس شعر کا نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر ہے۔

وارث علی عفی عنہ سنبھل

۵ ___ تینوں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں۔ ___ محمد ابراہیم عفی عنہ

مدرسۃ الشرع سنبھل

۶ ___ شعر مذکور اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے۔ شعر میں حد درجہ کا غلو ہے جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ شاعر کا فراس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ شعر کا پہلا مصرع شرط ہے (جو معنی میں اگر کے ہے۔ اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے، شرط کا وجود محال ہے۔ اس لئے دوسرا مصرع جو بطور جزا کے ہے اس کا مرتب ہونا بھی محال ہے۔ مگر شعر نعت رسول میں بہت گرا ہوا اور رکیک ہے ایسے غلو سے شاعر کو بچنا

فرض اور ضروری ہے ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی ہے بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے یہ صحیح ہے کہ قرآن کے حکم کیمطابق ابلیس جنت میں نہیں جائے گا۔ مگر اس شعر کے قائل کو کافر نہیں کہہ سکتے کہ اس میں محال کو فرض کر رکھا ہے۔ جب تک صحیح توجیہ کلام کی ہو سکتی ہے۔ اس وقت تک اس کے قائل کو کافر کہنا جائز نہیں۔ ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہیئے۔ واللہ اعلم

(کتبہ سید مہدی حسن صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

۱۳/۲ جمعہ

نتیجہ:۔ ان دیوبندی مفتیوں کے نزدیک مولوی قاسم نانوتوی کافر بے ایمان، فاسق، سخت گنہگار، جاہل، بیہود، شرعی اصول سے ناواقف ہیں، اور توہین رسالت کے مرتکب ہیں۔ ان کا یہ شعر بہت گرا ہوا رکیک ہے اس کا مفہوم ایسا کفر ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں، اس کا نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر ہے۔ اس میں حد درجہ غلو ہے ـــــــ بولئے قاری صاحب! آپ کیا فرماتے ہیں۔؟

ہفت روزہ اخبار "دور جدید" کی ہولناک سرخیاں

مہتمم دیوبند کے خلاف مفتی دیوبند کا فتویٰ۔

ملحد، بے دین، عیسائیت و قادیانیت کی روح۔

قاری طیب جب تک توبہ نہ کریں ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔

جناب ابو محمد امام الدین رام نگری اپنے ماہنامہ انوار اسلام ص۳ بابت ماہ فروری ۶۳ء کالم ۲ پر رقمطراز ہیں۔

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سرخیاں کتنی ہولناک اور پریشان کن ہیں۔ دور جدید کی اسی اشاعت میں دوسری جگہ استفتا اور صدر مفتی

دارالعلوم دیوبند مولانا سید مہدی حسن صاحب کا فتویٰ بھی نظر سے گزرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب کی کوئی نئی کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے "اسلام اور مغربی تہذیب" اس کتاب کے بعض اقتباسات سے کسی نے استفتار کر کے مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اور کتاب کا حوالہ نہیں دیا، مفتی صاحب نے شریعت کا حکم بیان کر دیا۔ بعدازاں مستفتی نے استفتار اور فتویٰ اس وضاحت کے ساتھ کہ اقتباسات حضرت مہتمم صاحب کی کتاب کے ہیں۔ اخبار دعوت میں شائع کر دیا۔ وہ استفتار اور فتویٰ بحوالہ سہ روزہ اخبار دعوت بابت ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ اول یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمار دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا۔ کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے۔

اقتباس ۱ ——— یہ دعویٰ تخیل یا وجدان محض کی حد سے گزر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم عذرار کے سامنے جس شبیہہ مبارکہ اور بشر سوی نے نمایاں ہو کر پھونک ماردی وہ شبیہہ محمدی تھی۔ اس ثابت شدہ دعویٰ سے بین طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہہ مبارکہ کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔

اقتباس ۲ ——— پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعوے دار ایک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں۔ بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہو۔

اقتباس ۳ ——— حضور تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو کر کل انبیار کے خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیار کے خاتم کئے گئے جس میں ختم نبوت کے منصب میں یک گونہ مشابہت پیدا ہو گئی۔ الولد سر لابیہ۔

ہے۔ جس کی تردید علی رُوس الاشہاد قرآن عزیز نے کی ہے ۔ نیز
لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسی بن مریم (الحدیث)
ببانگ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔
الحاصل یہ اقتباسات قرآن وحدیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت
کے خلاف ہیں مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہیئے بلکہ
ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔ جب تک توبہ نہ کرے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

سید مہدی حسن
مفتی دارالعلوم دیوبند

کہیئے قاری صاحب! اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ختم نبوت کے انکار کی
بنا پر آپ کے دادا کو کافر کہہ دیا تھا تو ان کی امت نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور
آپ نے یہ اشتہار دے دیا کہ اعلیٰ حضرت (قدس سرہٗ) نے ساری دنیا کے
مسلمانوں کو کافر کہہ دیا۔ اب جب کہ آپ کے مفتیوں نے آپ کے امام الطائفہ
مولوی اسمٰعیل دہلوی کو اور آپ کے دادا مولوی قاسم نانوتوی کو۔ اور خود آپ کو
کافر، ملحد، دین سے خارج لکھ دیا تو اب آپ کیا فرماتے ہیں یکفی اللہُ المؤمنینَ
القتال۔

یہ ہے حق کی فتح مبین کہ جو فتویٰ آپ کی جماعت کے بارے میں علمائے
اہلسنت دیتے تھے۔ وہی فتویٰ اب آپ کی جماعت خود آپ لوگوں کے بارے
میں دینے لگی ہے۔ کیا آپ یا آپ کی برادری یہاں بھی کہنے کی جرأت کر سکتی
ہے کہ اہلسنت نے آپ کے ان مفتیوں کو دھوکا دیا۔ یا یہ اردو نہیں جانتے تھے
اس لئے فریب میں آگئے بولئے کیا ارشاد ہے۔

آ چلے ہیں حضرتِ واعظ بھی اب کچھ راہ پر
تا درِ میخانہ آجاتے ہیں سمجھاتے ہوئے

ان حالات میں ہمیں یہ یقین ہو چلا ہے کہ اگر ابتدائے تحذیر الناس، براہین

قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارتوں پر مصنفین کا نام لئے بغیر دیوبندی مولویوں ہی سے استفسار کیا جاتا تو یقیناً وہی فتویٰ ملتا جو حسام الحرمین میں مذکور ہے۔

دیوبندیوں کے نزدیک علماء حرمین کے مقابلہ میں علماء دیوبند کا فتویٰ مقبول ہے

تمام دنیا کے علماء کے بارے میں دیوبندیوں کا کیا خیال ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کریں کہ علمائے حرمین کے بارے میں یہ لوگ کیا کیا لکھ چکے ہیں۔

"فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھوالو۔ اگر ان کو عصیان سے کوئی مطلع کر دیوے تو مارنے کو موجود ہو جاویں اور خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں۔ اور بغدادی، رافضی سے کچھ روپیہ لے کر ابو طالب کو مومن لکھ دیا۔ خلاف روایت صحاح احادیث کے اور علیٰ ہذا کہاں تک لکھوں کہ طول ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ ہجو علمائے حرمین کی لکھوں مگر ناچار لکھنا پڑا پس اگر کسی نے ایسی حالت میں علماء دیوبند کو علماء حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دے دی تو کون سا غضب کیا اہل فہم انصاف کریں کہ ایسی حالت میں علمائے دیوبند کا فتویٰ قابل اعتماد ہوگا یا علمائے حرمین گا۔" (البراہین القاطعہ ص۲۳)

دیوبندی مولویوں کا حال

جب علمائے حرمین دیوبندیوں کے نزدیک قابلِ اعتماد نہیں تو دیگر بلاد کے علماء کس گنتی میں ہیں۔ رہ گئی حقیقت حال کیا ہے اس کو کوئی معلوم کرنا چاہے تو اوپر مذکورہ تینوں سوالوں کو نام لے کر کوئی پوچھ دیکھے تو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہی قلم جو انجانے میں اتنا تیز چلا ہے نام معلوم ہونے کے بعد ٹوٹ کر رہ

جاتا ہے۔

چنانچہ ایضاح الحق کی عبارت اور قصائد قاسمی کے شعر کے سلسلہ میں اس کا تجربہ ہو چکا ہے جب نام نہیں معلوم تھا تو وہ فتویٰ آیا اور جب نام لے کر پوچھا گیا تو پہلے سوال کے جواب میں بہت ہی بھولے پن سے لکھ دیا۔

"ایضاح الحق بندہ کو یاد نہیں ہے کیا مضمون اور کس کی تالیف ہے" ——— (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۶ رحیمیہ دیوبند)

اور دوسرے سوال کے جواب میں ایک جدید مفتی نے لکھا ہے۔

"یہ شعر بہت بڑے قصیدہ کا شعر ہے جس میں شاعر نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کی ہے۔ وہ سارا قصیدہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہے" ——— (فتویٰ نمبر ۶۴۸/ب)

اور مہدی حسن صاحب چونکہ قاری صاحب کے دست نگر تھے نتیجہ یہ نکلا کہ ہزار عذر خواہی کی مگر دیوبند کے دارالافتاء سے الگ ہونا پڑا۔

کیا اسی کا نام حقانیت ہے ؟

اب ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ کون ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتا ہے اور کس کے قلم کی بنیاد کتاب اللہ اور احادیث ہیں۔ ؟

اور کس کے دارالافتاء کا قلم ناموں کی تبدیلی سے بدلتا رہتا ہے ؟

تلبیس نمبر ۵

قاری صاحب: اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر یہ افتراء کرتے ہوئے کہ انھوں نے کسی صحابی یا تابعی کو کافر کہا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ عبدالرحمن قاری کافر تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ان کو قرأت سے قاری نہ سمجھا جائے بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھے۔ قبیلہ بنی قارہ میں

جو عبدالرحمٰن قاری ہیں وہ یا تو صحابی ہیں یا تابعی ہیں۔ ثبوت میں الملفوظ حصہ دوم ص۴۲ کی یہ عبارت پیش کی ہے۔

ایک بار عبدالرحمٰن قاری، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آن پڑا۔ چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔

اس پر دیوبندیوں کا اعتراض یہ ہے کہ "یہ عبدالرحمٰن، جس کا یہاں تذکرہ ہے صحابی ہے۔ اسے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کافر کہہ دیا"

اعتراض کرنے کو تو دیوبندیوں نے کر دیا مگر تیس سال سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ عبدالرحمٰن قاری نام کے اگر کوئی صحابی ہیں تو بتاؤ۔ ان کا تذکرہ کس کتاب میں ہے ان کا سن پیدائش اور وصال کیا ہے۔

لیکن تیس سال کی طویل مدت میں آج تک کوئی دیوبندی یہ نہیں ثابت کر سکا کہ عبدالرحمٰن قاری، کوئی صحابی ہیں۔

" فریب دینے کے لئے، عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کو پیش کرتے ہیں۔ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ تابعی ہیں۔ امام سیر و مغازی واقدی نے ضرور انھیں ان صحابہ میں شمار کیا ہے۔ جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔ مگر انھیں نہ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ہے نہ روایت۔ ان کی وفات ۸۱ھ میں اس وقت ہوئی جب کہ ان کی عمر اٹھہتر سال کی تھی اس حساب سے ان کا سن پیدائش ۹ھ نکلتا ہے۔ الاکمال میں انھیں طبقات تابعین میں شمار کیا ہے لکھتے ہیں۔

عبد الرحمٰن بن عبد القاری یقال انہ ولد علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس لہ منہ سماع ولا روایۃ۔ وعدہ

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو نہ سماع ہے نہ روایت

الواقدی من الصحابۃ فیمن ولد علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم المشہور انہ تابعی وھو من جملۃ تابعی المدینۃ وعلمائہا سمع عمر بن الخطاب مات سنۃ احد وثمانین ولہ ثمان وسبعون سنۃ۔

واقدی نے انھیں صحابہ میں شمار کیا ہے جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے مشہور یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں یہ مدینہ کے تابعین اور علماء میں سے ہیں حضرت عمر سے حدیث سنی، ۸۱ھ میں وفات پائی۔ اس وقت انکی عمر ۸۰ سال کی تھی۔

اس سے ظاہر ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کے صحابی ہونے کے قول میں۔ امام واقدی منفرد ہیں۔ قول مشہور و ماخوذ یہی ہے کہ یہ تابعی ہیں الاکمال میں اپنا فیصلہ یہی دیا۔

ھو من جملۃ تابعی المدینۃ وعلمائہا یہ مدینہ کے تابعین اور علماء میں سے ہیں اور یہی قاری طیب کے مقرر مفتی محمود نے بھی لکھا ہے جس پر اور بھی لوگوں کے دستخط ہیں۔

"اصطلاح محدثین میں یہ صحابہ میں شمار نہیں۔ بلکہ مدینہ کے تابعین میں داخل ہیں۔ فتویٰ ص ۶۴۸ ب محررہ بروز اتوار بتاریخ ۱۶ / ۸ / ۸۷ھ"

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب کہ قول مختار ماخوذ یہی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری تابعی ہیں تو اس کی بھی گنجائش نہیں رہی کہ اس عبدالرحمٰن کو جس کا تذکرہ الملفوظ حصہ دوم ص ۴۲ پر ہے، عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرض کرکے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر تبرا بازی کریں کہ صحابی کو کافر کہہ دیا۔

برسہا برس تک یہی شور مچاتے رہے کہ یہ صحابی ہیں صحابی کو کافر کہہ دیا۔ مگر جب صحابی ہونا ثابت نہ کر سکے تو اب جھینپ مٹانے کے لئے یہ کہتے ہیں۔ صحابی یا تابعی کو کافر کہہ دیا۔ کیا بتاؤں ؂

دکھاؤں عشق کی خودداریاں جگر میں بھی
جو ایک بات پر قائم غرور و ناز رہے

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری، صحابی ہوں یا تابعی۔ یہ کسی طرح وہ عبدالرحمٰن ہرگز ہرگز نہیں۔ جسے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کافر کہا ہے اور جس کے کفری کارنامے الملفوظ میں یہاں مذکور ہیں۔

اولاً:۔ اس لئے کہ یہ واقعہ غزوہ ذات القرد کا ہے۔ جو ۶ھ محرم میں ہوا۔ اور یہ عبدالرحمٰن اسی واقعہ میں مقتول ہوا۔ اور عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کی ولادت ۹ھ میں ہوئی جو شخص ابھی دنیا میں نہیں آیا اس کی طرف وہ واقعات کیسے منسوب ہو سکتے ہیں۔ جو اس کی پیدائش سے تین سال پہلے رونما ہوئے۔

ثانیاً:۔ اس عبدالرحمٰن کو، صحابی یا تابعی کہنا اپنے دین و ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ کیونکہ اس عبدالرحمٰن کے بارے میں جو واقعات وہیں مذکور ہیں ان سے ظاہر ہے کہ یہ بلاشبہہ خبیث ترین، کافر، اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عدوِ محارب تھا۔ الملفوظ میں جسے کافر کہا اس کے یہ کرتوت بھی وہیں مذکور ہیں۔

(۱) یہ عبدالرحمٰن اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آ پڑا۔

(۲) سرکار کے چرواہے کو قتل کیا۔

(۳) سرکاری اونٹ لے گیا۔

(۴) سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، اس کا اور اس کے ہمراہیوں کا تعاقب کیا۔ انھیں قتل کیا ان کا سامان چھینا۔

(۵) اس عبدالرحمٰن سے، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے بھی کبھی آمنا سامنا ہو چکا تھا۔

(۶) اس عبدالرحمٰن کو ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

ہر دیندار غور کرلے۔ کیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں

کو لوٹنے والا صحابی یا تابعی ہوگا؟
کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنگ کرنے والا صحابی یا تابعی ہوگا۔؟
کیا حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی صحابی یا تابعی کا تعاقب کیا؟ کسی صحابی یا تابعی کے سامان کو چھینا۔؟
کیا حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی صحابی یا تابعی کو قتل کیا؟
ذرا سی عقل و دین رکھنے والا کبھی بھی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ شخص صحابی یا تابعی ہو سکتا ہے۔ سب کا یہی فیصلہ ہوگا کہ یہ عبد الرحمن ضرور بالضرور۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن اور بدترین کافر ہے۔ یہی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے لکھا ہے۔ مگر تمام دیوبندی برادری اور ان کے امام وقت مہتمم دیوبند بھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عداوت کے جوش میں اندھے ہو کر اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسے خبیث ترین دشمن کو صحابی یا تابعی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالنے والا بھی صحابی یا تابعی ہے؟ سرکاری چرواہے کو قتل کرنے والا بھی صحابی یا تابعی ہے؟ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس سے جہاد فرمائیں وہ بھی صحابی یا تابعی ہے؟
صحابۂ کرام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں جسے قتل کریں جس کے اموال کو غنیمت بنائیں وہ بھی صحابی یا تابعی ہے؟
اگر ایسا بدترین کافر بھی صحابی یا تابعی ہے تو وہ دن دور نہیں جب کہ دیوبندی امت ابو جہل، عتبہ، شیبہ، امیہ، ولید وغیرہم شیاطین کو بھی صحابی یا تابعی کہنے لگیں مگر دیوبندیوں سے اس قسم کی باتیں کیا مستبعد۔ جب کہ ان کے نزدیک اللہ عزوجل کو کاذب کہنے والا قطب الاقطاب ہے۔ شیطان لعین کے ناپاک علم کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک سے زیادہ ماننے والا ان کے دھرم میں غوث اعظم ہے ختم نبوت کا منکر ان کے یہاں حجۃ الاسلام قاسم العلوم

والخزات ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینے والا ان کے اعتقاد میں حکیم الامت ہے تو پھر ان سے اس کی کیا شکایت کہ اللہ عزوجل اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن، ان سے لڑنے والے کو صحابی یا تابعی کہہ دیا۔

صرف نسبت کے بدلنے سے مسمیٰ نہیں بدلتا

عبدالرحمٰن کے نام کے ساتھ جو واقعات مفصل مذکور ہیں وہ قطعی طور پر اس کو متعین کر رہے ہیں کہ یہ ضرور بالضرور کافر تھا۔ اور یہ عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن بن عبدالقاری ہرگز ہرگز نہیں۔ اگرچہ اس کافر عبدالرحمٰن کی نسبت بدل گئی ہے کہ فزاری کی جگہ قاری ہوگیا ہے۔ صرف نسبت کے بدلنے سے مسمیٰ نہیں بدلتا۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کسی نے نماز میں نیت کی کہ میں نے اس امام کی اقتدا کی جو محراب میں کھڑا ہے جس کا نام عبداللہ ہے مگر حقیقت میں وہ جعفر تھا تو اقتداء درست ہے۔ عالمگیری میں ہے۔

ولوکان المقتدی یری شخص الامام فقال اقتدیت بالامام الذی ھو قائم فی المحراب الذی ھو عبداللہ فاذا ھو جعفر جاز۔	اگر مقتدی امام کو دیکھ رہا ہے اور یوں نیت کی میں نے اس امام کی اقتدا کی جو محراب میں کھڑا ہے جو عبداللہ ہے حالانکہ وہ جعفر ہے تو بھی درست ہے۔

مقتدی نے امام کا نام بدل کر لیا مگر چونکہ وصف سے متعین ہے تو نام کی تبدیلی اثر انداز نہیں اور اقتداء درست ہے اور یہاں الملفوظ میں نام صحیح ہے اوصاف صحیح ہیں۔ نام اور اوصاف اس کو اس طرح متعین کر رہے ہیں کہ ذرا بھی شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ "یہ کون ہے" اور جو بھی ہے وہ ضرور کافر ہے پھر بھی نسبت میں غلطی ہو جانے سے جو نام میں غلطی سے بہت خفیف ہے محکوم علیہ کی تبدیلی کا حکم کرنا دسیسہ کاری فریب دہی نہیں تو اور کیا ہے؟

دیوبندیوں کے نزدیک صحابہ کی تکفیر کرنے والا سنی مسلمان ہے

ہم اہل سنت کے نزدیک صحابہ یا تابعین کی تکفیر کرنے والا یقیناً اہلسنت وجماعت سے خارج رافضی یا خارجی ہے۔ مگر دیوبندیوں کے عقیدے میں صحابہ کو کافر کہنے والا سنی مسلمان ہے۔ اے دیوبندیو! یہاں فراری کی جگہ قاری ہو جانے سے اسے کھینچ تان کر دھاندلی کر کے صحابی یا تابعی کی تکفیر قرار دینے والو اپنے امام وپیشوا کا فتویٰ دیکھو۔

"جو شخص صحابہ کرام کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے۔ اور وہ اس کبیرہ کے سبب سنت وجماعت سے خارج نہ ہوگا۔" (فتاوی رشیدیہ ص۱۲۱)

رہ گیا ملعون ہونے کا سوال تو اسے اپنے دوسرے فتویٰ سے ختم کر دیا۔ لکھتے ہیں۔

"جب تک کسی کا کفر پر مرنا محقق نہ ہو جائے اس پر لعنت کرنا نہیں چاہیئے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے۔" (ایضاً ص۲۹)

ہر ادنیٰ سی عقل رکھنے والے پر ظاہر ہے کہ صحابہ کی تکفیر کرنے والا جب اہلسنت وجماعت سے خارج نہیں یعنی سنی ہے تو ضرور مسلمان ہے اب مثلاً زید نے صحابہ کی تکفیر کی تو وہ سنی مسلمان ہی رہا اس پر اس فتویٰ کی رو سے لعنت نہیں کی جا سکتی اس لئے زید کو ملعون بھی نہیں کہا جا سکتا۔

"اس کی مزید تائید انھیں قبلہ کے دوسرے فتویٰ سے ہوتی ہے۔ جو شخص حضرات صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے۔" (ایضاً ص۹۶)

تلبیس نمبر ۶ (الف)

مہتمم دیوبند نے اس نمبر میں ہم اہل سنت پر یہ بہتان باندھا ہے کہ ہم قرآن کو محفوظ نہیں مانتے۔ لکھتے ہیں

روافض بھی تقریباً قرآن حکیم کے بارے میں اسی قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

" اعلیٰ حضرت بریلوی خود یہ فرماتے ہیں ان کے ملفوظ کے بعینہ الفاظ درج ذیل ہیں۔ قرآن عزیز کے الفاظ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا ہے اگرچہ معانی ان الفاظ کے ساتھ ہیں لیکن ان معانی کا علم ہونا کیا ضرور نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہوتا ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ اور یہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو۔

(ملفوظ حصہ سوم ص۹۹)

تشریح قرآن کریم میں خطاب بلاواسطہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے آیات کے معنی نہ سمجھنا یا بھولنے کا امکان ماننا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ کیونکہ بعض آیتوں کا بھول جانا آپ کے لئے ممکن ہے اور معانی کا سمجھنا بھی ضروری نہیں ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی اس سے بڑی کوئی توہین ہو سکتی ہے۔؟

انتھی بلفظہ

مہتمم دیوبند نے الملفوظ کی اس عبارت کی بناء پر تین انتہائی سنگین الزامات اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر عائد کئے ہیں۔

(۱) اس سے لازم کہ قرآن محفوظ نہیں۔

(۲) اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی توہین ہے۔

(۳) اس میں قرآن کی بھی سب سے بڑی توہین ہے۔

مہتمم دیوبند نے یہ تینوں الزامات اس بنیاد پر عائد کئے ہیں کہ ان کے زعم میں الملفوظ کی اس عبارت میں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے لکھ دیا گیا ہے کہ آپ نے آیات کے معنی نہیں سمجھے یا آپ کے لئے آیات کے معنی سمجھنا ضروری نہیں اور بعض آیات کا نسیان آپ سے ممکن مانا گیا ہے۔

مہتمم دیوبند کی بہتان طرازی

ذہن مفلوج روایت کی تھکن چہرے پر
ہائے کس شان سے محفل میں سخنور آئے

مجھے حیرت ہے کہ آخر بڑھاپے میں مہتمم صاحب کو ہو کیا گیا ہے۔ قبر میں پاؤں لٹکانے کے باوجود اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عداوت میں ان کے خلاف ہرزہ کردنی کر گئے اور ہرزہ گفتنی کہہ گئے۔ الملفوظ کی عبارت خود مہتمم صاحب کی نقل کردہ پوری کی پوری آپ کے سامنے ہے۔ اس میں یہ تو ضرور ہے۔ ممکن ہے کہ بعض آیتوں کا نسیان ہوا ہو۔

مگر کہیں یہ نہیں کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ کہا گیا ہو کہ آپ نے آیات کے معنی نہیں سمجھے یا یہ کہا گیا ہو کہ آپ کے لئے آیات کے معنی سمجھنا ضروری نہیں۔

ہاں یہ ضرور لکھا ہے کہ نبی کلام الٰہی کے معنی سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہے ہر عاقل پر روشن کہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کی دلیل بھی ساتھ ہی بیان فرما دی ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ اسی آیت کا صریح مفہوم ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا یہ ارشاد۔

نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہے۔

قرآن مجید کا انکار کرنا اس کے متفق علیہ اجماعی معنی کا انکار کر کے تاویل کی بھول بھلیاں میں غائب کرنے کی کوشش مہتمم صاحب کے گھر کی پرانی ریت ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس آیت کی وہ تشریح جو خود ان کے سکنڈ پیر تھانوی صاحب نے کی ہے۔ نقل کر دوں۔ اختصار بیان القرآن میں اسی آیت کے تحت ہے۔

"قرآن آپ کے سینے میں جمع کر دینا یعنی یاد کرا دینا اور آپ کے لیے اس کی قرأت آسان کر دینا اور اس کا صاف مطلب و مفہوم سمجھا دینا سب کچھ ہمارے ذمہ ہے"

اگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد کہ نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کے محتاج ہیں یہ مطلب ہے کہ معاذ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیات کے معانی نہیں سمجھا، یا سمجھنا ضروری نہیں تو پھر آپ کے مرشد برحق کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہوا۔ اب اگر ہمت ہے تو اپنے مرشد برحق کو بھی وہی جلی کٹی سنائیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو سنائی ہیں۔ تو ابھی آپ کے دھرم کرم کا سارا بھرم سب پر کھل جائے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے جو کچھ فرمایا وہ حق اور آیت کا مفہوم اور مہتمم دیوبند نے اس کی جو تشریح کی وہ سراسر افترا، بہتان کذب بحت اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ حدیث شریف میں آپ کی برادری کی یہی علامت بیان فرمائی ہے۔

اذا حدث کذب جب بولے جھوٹ بولے۔

مہتمم دیوبند کا انکار قرآن

ہاں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ ضرور فرمایا کہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو۔ لیکن اس پر اعتراض کرنا اپنے دین و ایمان سے ہاتھ دھونا ہے اور قرآن کریم کی نص صریح کا انکار ہے۔ قبلہ؟ ہم نے سنا ہے کہ بچپن میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا تھا اور اب بھی اہل دول کی رضا جوئی کے لئے بمبئی وغیرہ تراویح سنانے جاتے ہیں۔ آپ کو پہلے ہی پارہ کی یہ آیت یاد نہیں۔

وَمَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا (البقرہ پ۱)	ہم کسی آیت کے حکم کو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت ہی کو ذہنوں سے فراموش کر دیتے ہیں تو اس آیت سے بہتر یا اس آیت کے

مثل لے آتے ہیں۔ (ترجمہ تھانوی)

اور آپ بھول گئے تو کسی پارہ عم پڑھنے والے بچے سے پوچھ لیجئے وہ آپ کو یہ آیت بتا دے گا۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔ اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم جتنا قرآن نازل کرتے جائیں گے آپ کو پڑھا دیا کریں گے۔ یعنی یاد کرا دیا کریں گے۔ پھر آپ اس میں سے کوئی جزء نہیں بھولیں گے۔ مگر جس قدر بھلانا اللہ کو منظور ہو کہ نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ (ترجمہ تھانوی)

اسی کے حاشیہ پر ہے۔

"جب محفوظ رکھنا مصلحت ہوتا ہے محفوظ رکھتے ہیں جب بھلا دینا مصلحت ہوتا ہے۔ بھلا دیتے ہیں۔"

مہتمم صاحب کے امام الطائفہ کے عم نسب، جد طریقت پدر شریعت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر میں نُنْسِهَا کے تحت لکھتے ہیں۔

یعنی ما فراموش بکنانیم آن آیت را از خاطر پیغمبر و دیگر قاریاں ۔ یعنی ہم وہ آیت پیغمبر اور دوسرے قاریوں کے دل سے بھلا دیتے ہیں۔

قاری صاحب! قرآن کو تاویل کی بھول بھلیاں میں پھنسانے کا راستہ آپ کے سکنڈ پیرا ور استاذ الاساتذہ نے بند کر دیا۔ اب آپ ان دونوں آیات کو اور اپنے مرشد برحق کے ترجمے تفسیر کو سنبھل کر ہوش وحواس مجتمع کر کے پڑھئے اور اپنے شتر بے مہار قلم سے نکلے ہوئے جملوں کو یہاں بھی جوڑ کر بتائیے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ۔

"آیات کے بھولنے کا امکان ماننا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی اس سے بڑی توہین ہو سکتی ہے۔"

ان دونوں آیتوں کا انکار ہے یا نہیں ہے اور ضرور ہے تو بولئے تلبیس کے

میں آپ نے جو کفری جال اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے لئے بچھایا تھا اس میں خود پھنسے کہ نہیں اگر حافظہ نباشد والی بات ہو تو ہم سے سنئے۔ آپ نے لکھا تھا۔

"قرآن حکیم میں کسی بات کا اثبات کیا گیا ہو۔ اس کی نفی کر دی جائے اور کسی چیز کی نفی ہو اس کا اثبات کر دیا جائے تو وہ کافر ہے بات بھی صحیح ہے۔ علماء حق کا عقیدہ بھی یہی ہے۔

"اللہ عزوجل"
دیوبند کے تکفیری راکٹ کا نشانہ

مہتمم صاحب نے بعض آیات کا نسیان ممکن ماننے کو آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن کی سب سے بڑی توہین بتایا اور صریح نص قرآنی سے ثابت کیا کہ بعض آیات کا نسیان ممکن تو لازم کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی توہین کی اور قرآن و آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کفر تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی تشریح کے بموجب معاذ اللہ اللہ عزوجل کافر ہے۔

شاہ عبد العزیز اور تھانوی صاحبان اور خود مہتمم دیوبند اپنی کفری مشین گن کی زد پر

حضرت شاہ صاحب اور آپ کے سکنڈ مرشد تھانوی نے بھی یہی لکھا تو یہ دونوں بھی آپ کی تشریح کے بموجب توہین قرآن و رسالت کر کے کافر مرتد ہوئے۔ اور آپ خود ان دونوں کے اس مضمون پر مطلع ہوتے ہوئے ان کو امام و پیشوا مان کر کافر بقلم خود ہوئے

قرآن کریم کے کسی مضمون کو [illegible] کفر بتانا شدید تر کفر ہے اور آپ نے علیٰ رُؤُسِ الْاَشْہَادِ ایک [illegible] بتایا تو یوں بھی آپ ڈبل کافر بقلم خود ہوئے۔

قاری صاحب اب موقع آگیا ہے اس شعر کے پڑھنے کا پڑھئے اور جھوم جھوم کر پڑھئے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اور ہم سے ایک عدد مزید سنئے ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

کہاں ہیں پیشہ ور قصاصین و مناظرین جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر الزام لگاتے پھرتے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہہ دیا۔ آئیں اور اپنے مہتمم صاحب کا اس بڑھاپے میں یہ دم خم دیکھیں کہ بیک جنبش قلم۔ معاذ اللہ معاذ اللہ امت تو امت رسول تو رسول اللہ عزوجل تک کو کافر بنا ڈالا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کفری انبار کو سر پہ لئے قارون کی طرح ایسے دھنسے کہ کبھی بھی ابھرنے کا امکان نہیں۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ — اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے
وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ — اور حق کو جھٹلائے جب اسکے پاس آئے۔

مہتمم دیوبند کے نزدیک تمام فرشتے جملہ انبیاء جمیع امت کافر ہیں

قرآن مجید کے حرف حرف نقطہ نقطہ پر تمام امت کا ایمان ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

ہم بعض آیتوں کو بھلا دیتے ہیں۔ جسے اللہ چاہے بھلا دے۔

مہتمم دیوبند کہتے ہیں کہ یہ آنحضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی توہین ہے۔ نیز یہ مستلزم کہ قرآن محفوظ نہ ہو اور تینوں باتیں کفر ہیں تو ثابت ہو گیا

کہ مہتمم دیوبند کے نزدیک آیۃ کریمہ ننسھا اور آیۃ کریمہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ پر ایمان رکھنے والے تمام فرشتے جملہ انبیاء حتی کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم وجمیع امت نہ صرف ایک بلکہ تین تین کفر کے مرتکب ہیں۔

اور اگر ان تینوں کفروں سے بچنے کے لئے ان دونوں آیتوں کا انکار کریں تو قرآن کریم کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر۔ غرض کہ مہتمم دیوبند کی اس تشریح کے بموجب تمام فرشتے جمیع انبیاء جملہ امت کسی طرح کفر سے بچ نہیں سکتے۔

ناظرین فیصلہ کریں ایسا شقی انسان جس کے بدمست شرابی کی طرح بہکے ہوئے قلم نے اتنا بڑا ستم ڈھایا ہو وہ صرف کلمہ پڑھنے داڑھی بڑھانے اور کسی عربی مدرسے کے لئے لاکھوں چندہ کر لینے کی وجہ سے فقط حافظ قاری مولوی کہلانے کی وجہ سے مسلمان ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔

قرآن کریم کے محفوظ ہونے کی بحث

اولاً:۔ مہتمم صاحب۔ جب آپ بھی قرآن کریم پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں تو چونکہ قرآن کریم میں "نُنْسِهَا" فَلَا تَنْسٰۤى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ موجود ہے اور آپ اسے قرآن کے محفوظ ہونے کے منافی جانتے ہیں تو آپ کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس گتھی کو سلجھائیں اور نہیں تو اپنے چھوٹے پیر صاحب تھانوی اور استاذ الاساتذہ حضرت شاہ صاحب کے لکھے ہوئے کو تو ضرور حق مانتے ہوں گے اس طرح بھی آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس تنافی کا حل بتائیں۔

ثانیاً:۔ جہاں تک مہتمم دیوبند کی اس شرمناک گمراہ گردی کی قلعی کھولنے کا معاملہ تھا وہ مکمل ہوگیا مگر ناظرین کے خلجان کو دفع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حل مسئلہ کو منقح کر دیا جائے۔ بغور ملاحظہ کریں۔

۱ــــــ قرآن کریم نے جہاں اگلی کتابوں کو منسوخ فرما دیا ہے وہاں

خود قرآن کریم کی بعض آیتوں نے بعض کو بھی منسوخ فرمایا ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

اول :۔ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔

دوئم :۔ صرف تلاوت منسوخ ہو۔ حکم باقی ہو۔ جیسے آیۂ رجم۔

سوئم :۔ صرف حکم منسوخ ہو۔ تلاوت باقی ہو جیسے لکم دینکم ولی دین :

مرقاۃ و شرح مشکوۃ میں ہے۔

والمنسوخ انواع منها التلاوة والحكم معا وهو ما نسخ من القران فى حيات الرسول صلى الله عليه وسلم بالانساء حتى روى ان سورة الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة منها الحكم دون التلاوة كقوله تعالىٰ لكم دينكم ولى دين ومنها التلاوة دون الحكم كاية الرجم ص ۲۱۵ ج ۱

منسوخ کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔ یہ قرآن کا وہ حصہ ہے جو رسول کی حیات ظاہری میں بھلا کر منسوخ کیا گیا۔ یہاں تک کہ مروی ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ کے برابر تھی۔ ایک یہ کہ حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو۔ جیسے لکم دینکم ولی دین ایک یہ کہ تلاوت منسوخ ہو نہ حکم۔ جیسے آیت رجم۔

ان تینوں قسم کے نسخ کو سورۂ بقرہ کی آیۂ کریمہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا میں بیان کیا گیا ہے انساء۔ نسخ ہی کی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ تھانوی صاحب کا قول اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ ملا احمد جیون قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

فيكون المراد من قوله ننسخ منسوخ احدهما فقط ومن قوله اوننسها منسوخ التلاوة والحكم جميعا وانما اعادها مع دخوله فى المنسوخ اظهارا لكماله حيث فى النسخ لا يبقى منه اثر لا فى اللفظ ولا فى المعنى

پس ننسخ سے مراد صرف منسوخ التلاوۃ یا صرف منسوخ الحکم لیے۔ اوننسہا سے منسوخ الحکم والتلاوۃ مراد ہے۔ باوجودیکہ یہ منسوخ میں داخل ہے اس کا اعادہ اس کے کمال نسخ کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ اس کا کوئی

(تفسیرات احمدیہ ص۱۹) نشان باقی نہیں نہ لفظ میں نہ معنی میں۔

حضرت ملا علی قاری اور ملا احمد جیون دونوں اس پر متفق ہیں کہ ننسہا سے مراد وہ آیات ہیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں جیسے سورہ احزاب کے بارے میں گزر چکا کہ وہ سورۃ بقرۃ کے برابر تھی اور سورہ طلاق کے بارے میں بھی وارد ہے کہ یہ سورہ بقرۃ سے بھی بڑی تھی۔

تفاسیر اور احادیث سے اور بھی منسوخ التلاوۃ والحکم کا پتہ چلتا ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

عن قتادۃ فی قولہ ماننسخ من اٰیۃ او ننسہا قال کان عزوجل ینسی نبیّہ صلی اللہ علیہ وسلم مایشاء وینسخ ما یشاء عن الحسن انہ قال فی قولہ اوننسہا ان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم قرء قراٰنا ثم نسیہ۔ عن ابن عباس انہ قال کان ینزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الوحی باللیل وینسہا بالنہار فانزل اللہ ماننسخ من اٰیۃ اوننسہا نات بخیر منہا اومثلہا

(ص۱۵۰ ج۔۱)

قتادہ سے آیہ کریمہ ماننسخ الآیۃ کی تفسیر میں مروی ہے۔ اللہ عزوجل اپنے نبی کو جو چاہتا بھلا دیتا۔ جو چاہتا منسوخ فرمادیتا۔ حسن بصری سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرآن پڑھا پھر اسے بھول گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رات میں وحی نازل ہوتی اور دن میں بھول جاتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

بیہقی شریف میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری رات میں تہجد کے لئے اٹھے سورہ فاتحہ کے بعد جو صورت ہمیشہ تلاوت کیا کرتے تھے اس کو پڑھنا چاہا لیکن وہ بالکل یاد نہ آئی صبح کو دوسرے صحابی سے ذکر کیا انھوں نے بتایا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ دونوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور نے فرمایا۔ آج شب میں وہ صورت اٹھالی گئی اس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوگیا۔ جن کاغذوں پر لکھی تھی ان پر نقش

تک باقی نہیں۔

۳ــــــ مع ہذا بعض حضرات کو بعض منسوخ التلاوۃ والحکم آیات کے الفاظ یاد بھی تھے جیسے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیت تھی عشر رضعات یحرمن۔ اس کے حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منسوخ التلاوۃ والحکم کی دو قسمیں ہیں۔ بعض ذہنوں میں محفوظ رہیں بعض بالکل محو ہو گئیں۔

۴ــــــ مذکورہ بالا تشریحات سے ثابت ہو گیا کہ قرآن منزل من اللہ کا ایک حصہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام امت کے ذہنوں سے اس طرح اٹھا لیا گیا کہ وہ کسی کو بالکل یاد نہ رہا حتی کہ جن کاغذوں پر لکھا تھا ان پر نقش تک باقی نہ رہا۔ قرآن کریم کا یہ حصہ موجودہ مصحف میں ما بین الدفتین موجود نہیں اس لئے اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ جتنا قرآن مجید نازل ہوا تھا وہ سب کا سب اس مصحف میں ما بین الدفتین محفوظ ہے اور رہے گا۔ اس کا ادعا کرنا خود قرآن کریم اور احادیث کو جھٹلانا ہے۔

قرآن کے محفوظ ہونے کا مطلب

اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ نسخ تلاوت اور انساء کے بعد جو کچھ بچا جس کی تحدید اور ترتیب حسب الارشاد ربانی خود آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں ہی فرما دی تھی۔ جو مختلف اشیاء پر مکتوب اور آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ تھا۔ جسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ایک صحیفہ میں جمع کیا گیا اور جس کی کثیر نقلیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاد اسلامیہ میں بھجوائیں جو عہد صدیق سے لے کر آج تک مصحف میں ما بین الدفتین موجود ہے۔ وہ پورا پورا محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ترمیم و تنسیخ۔ ازدیاد و نقص تقدم

و تاخر راہ نہیں پا سکتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں حسب منشا ربانی بعض آیتوں کے نسیان کو، قرآن کے محفوظ ہونے کے منافی سمجھنا اپنی دنیا اپنے دین سے ہاتھ دھونا ہے۔

دیوبندیوں کے نزدیک قرآن، کلامِ الٰہی نہیں

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

مہتمم دیوبند نے یہاں الملفوظ پر تو بڑے شد و مد سے اعتراض کر دیا مگر انھیں اپنے گھر کی خبر نہیں۔ ان کے امام الطائفہ لکھتے ہیں۔

" اس کے دربار میں ان کا تو حال یہ ہے کہ جب وہ کچھ فرماتا ہے۔ یہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں۔ اور رعب و دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے اور جب اس کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں۔ سوائے آمنا صدقنا کے کچھ نہیں کر سکتے۔

(تقویۃ الایمان ص۲۲ دیوبند)

قبلہ بولئے! جب آپ کے امام الطائفہ کا یہ خیال ہے کہ انبیاء کرام، ارشاد ربانی صادر ہوتے ہی بے حواس ہو جاتے ہیں اور سننا حواس ہی کا کام ہے تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ انبیاء کرام نے کچھ سنا ہی نہیں اور جب سنا ہی نہیں تو آپس میں تحقیق سے کیا حاصل اور جو حاصل ہوا وہ آپس کی بات چیت کا مجموعہ ہوا۔ کلام ربانی کہاں ہوا؟

بولئے آپ کا اپنے امام کے بارے میں کیا حکم ہے؟

دیوبندیوں کے نزدیک موجودہ قرآن کا محفوظ نہ رہنا ممکن ہے

الملفوظ کی اس عبارت پر جو قرآن و احادیث کا مفہوم ہے تقریباً مہتمم دیوبند نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور اپنے امام کو کچھ نہیں کہا جنہوں نے موجودہ قرآن کی بعض آیتوں کا بالکلیہ نسیاً منسیا ہو جانا بلکہ سب ممکن کہہ دیا۔ ناظرین دیکھیں رسالہ یکروزی میں مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

بعد اخبار ممکن ہست کہ ایشان را فراموش گردانیدہ شود۔ پس قول بامکان مثل۔ اصلاً منجر بتکذیب نصے از نصوص نگردد و سلب قرآن بعد انزال ممکن است۔ (صفحہ ۱۴۴)

ممکن ہے کہ یہ آیت (وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ) لوگوں کو بھلادی جائے تو اب یہ کہنا کہ حضور جیسا دوسرا ممکن ہے کسی نص کو جھوٹا کہنے کا موجب نہ ہوگا اور اتار نے کے بعد سلب قرآن ممکن ہے۔

علمائے اہل سنت نے فرمایا تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام صفات کمالیہ میں آپ کا شریک و ہمسر ہونا محال ہے کیونکہ حضور خاتم النبیین ہیں لہذا اگر حضور کا مثل ممکن ہو تو لازم آئے گا کہ یہ آیۃ کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ جھوٹ اور اللہ عزوجل جھوٹا ہو۔ العیاذ باللہ

اس کے جواب میں دہلوی صاحب نے مذکورہ بالا عبارت لکھی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دلوں سے بھلادی جائے سلب قرآن ممکن ہے جب آیت کسی کو یاد ہی نہ رہے گی تو کیسے جھوٹ کہیں گے اور اللہ عزوجل کو جھوٹا کہیں گے نیز یہ بھی لازم ہے کہ مصحف شریف سے اس آیت کے نقوش بھی مٹا دیے جائیں ورنہ لوگ اس میں دیکھ کر یاد کر لیں گے۔

ناظرین انصاف کریں۔ یہ آیۃ کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ مصحف شریف میں مابین الدفتین موجود ہے۔ اس کے تمامی

امت کے ذہنوں سے فراموش اور مصحف شریف سے مٹانے کو ممکن کہا۔ یہ ضرور قرآن کے محفوظ ہونے کا انکار اور کفر ہے مگر مہتمم دیوبند اور تمام دیوبندی ایمان بنائے ہوئے ہیں۔

ذرا ان دیوبندیوں کا اللہ عزوجل کے بارے میں ایمان تو ملاحظہ کریں۔ ان کے نزدیک واقعہ میں اللہ عزوجل کا جھوٹ بولنا کوئی عیب نہیں۔ بندوں کے ڈر سے نہیں بولتا اگر ایسی ترکیب نکل آئے کہ اسے کوئی جھوٹا کہہ نہ سکے تو کوئی حرج نہیں۔ غرض کہ سارا ڈر بندوں کے جھوٹا کہنے کا ہے۔ بندوں کی ڈر کی وجہ سے جھوٹ نہیں بولتا۔ بندوں سے ڈرتا ہے۔ دبتا ہے۔ مغلوب ہے۔ بولئے قاری صاحب۔

یہ کون دھرم ہے۔؟

تلبیس نمبر ۶ جزء ب

اسی نمبر میں ایک اور سوال مرتب کیا ہے۔ کیا اعلیٰ حضرت بریلوی کا نہ ماننے والا دین حق سے پھرنے والا مرتد ہے؟ جواب میں تحریر ہے۔

"فرقہ رضاخانیت کے ماننے والوں کا یہی عقیدہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے"

تم سے کیا وہ دین حق سے پھر گیا جو پھرا تم سے تمہارا احمد رضا

دونوں عالم میں اسے کھٹکا نہیں جو تمہارا ہوگیا احمد رضا

ہر جگہ تو مہتمم دیوبند نے حوالہ دیا ہے۔ صحیح یا غلط مگر یہاں کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ اشعار کس کے ہیں کس نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بارے میں لکھے ہیں۔ اصولاً ضروری ہے کہ پہلے تصحیح نقل ہولے پھر جواب دیا جائے۔ ہم پر حجت صرف معتمد علماء اہل سنت کے ہی ارشادات ہو سکتے ہیں۔ ہر کہ ومہ عامی کا قول نہ حجت نہ اس کی تصحیح ہمارے ذمہ! اس لئے جواب کے درجہ میں بات یہیں ختم ہوگئی کہ جب حوالہ نہیں تو ہمارے ذمہ جواب ضروری نہیں جب مہتمم

دیوبندیہ بتائیں گے کہ یہ اشعار کس کے ہیں اور ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ ہمارا معتمد عالم ہے تو جواب دینا لازم ہوگا۔

لیکن دیوبندیوں کی عادت ہے کہ وہ عاجز آنے کے بعد ڈوبنے والے کی طرح تنکے کا سہارا لیتے ہیں اگر ان اشعار پر کچھ نہ لکھا جائے تو سارے رد کو بھول جائیں گے اور یہی شور مچائیں گے کہ دیکھو اس کا جواب نہیں ہوا اس لئے کچھ نہ کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک سچے نائب رسول اپنے وقت کے مجدد اسلام وسنت کی نشر و اشاعت حمایت و نصرت فرمانے والے بدمذہبی بے دینی کفر و ضلالت، بدعت و شیطنت کی بیخ کنی کرنے والے تھے جن کے فضل و کمال کی شہادت علماء حرمین طیبین عرب و عجم نے ان الفاظ میں دی ہے۔

"علامہ کامل، استاذ ماہر جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی طرف سے جہاد و جدال کرتا ہے۔ معرفت کا آفتاب جو ٹھیک دوپہر کو چمکتا ہے۔ فضائل کا دریا، علماء اور عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک امام پیشوا، روشن ستارہ، وہابیہ کی گردن پر تیغ براں، زمانے کی برکت ہمارا سردار ہمارا پیشوا، ہمارا مولا، عالم باعمل، یکتائے زمانہ، وہ کیوں نہ ایسے ہوں کہ علماء مکہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماء مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے۔"

بلکہ میں کہتا ہوں اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بلاشبہہ حق و صحیح ہے۔ دین کے اصول و فروع میں ان کی تصانیف منکاثر ان کی بعض تصانیف کے مطالعہ سے مشرف ہوا تھا جن کے نور سے حق روشن ہوا تو ان کی محبت میرے دل میں جم گئی میں نے وہ کمال ان میں دیکھے جو بیان طاقت سے باہر ہے۔ علم کا کوہ بلند نور کا ستون، معرفتوں کا دریا، ایسے علموں والے جن سے فساد بند کئے

گئے، علم کلام و فقہ و فرائض پر غلبہ کے ساتھ حاوی۔ توفیق الٰہی سے مستحبات و سنن و واجبات فرائض پر محافظت والا۔ ان فتنوں کے زمانے میں دین کو زندہ کرنے والا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث علما مشاہیر کا سردار معزز فاضلوں کا مایۂ افتخار۔ دین اسلام کی سعادت، ہر کام میں پسندیدہ، صاحب عدل عالم باعمل، آفتاب سعادت، دائرۂ علوم کا مرکز، (مسلمانوا) کا یاور، ہدایت یافتہ لوگوں کا نگہبان، حجتوں کی تیغ براں، بے دینوں کی زبان کو کاٹنے والا، ایمان کے روشن ستون کو بلند کرنے والا، شریعتِ روشن کا حامی، میری سند، اللہ کا خاص بندہ۔ مخالفین دین کا دفع کرنے والا، عالمان باعمل کا معتمد، فاضلان راسخین کا خلاصہ سب مسلمانوں کو ان کی زندگی سے بہرہ مند فرمائے۔ اور مجھے ان کی روش نصیب کرے۔ ان کی روش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روش ہے جو اللہ کی رسی مضبوط تھامے ہے۔ دین و شریعت کے روشن ستون کا نگہبان۔ جس کا شکر پورا ادا کرنے سے زبان بلاغت قاصر ہے۔ دریائے ذخار۔ حق و دین کی مدد کرنے اور بے دینوں کی گردنیں قطع کرنے پر قائم۔ ستودہ، پرہیزگار، ستھرا فاضل۔ کامل پچھلوں کا معتمد۔ اگلوں کے قدم بہ قدم، فخر اکابر، اللہ اس کے امثال کثیر کرے اور مسلمانوں کو اس کی درازیٔ عمر سے نفع بخشے۔ جن کا اللہ و رسول جل جلالہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک بڑا اقتدار ہے۔ اللہ کا پسندیدہ بندہ جسے اس نے خدمت شریعت کی توفیق بخشی۔ دقیقہ رس عقل دے کر اس کی مدد کی کہ جب کبھی شبہہ کی رات اندھیری ڈالے وہ اپنے آسمان علم سے ایک چودھویں رات کا چاند چمکاتا ہے۔ تمام عالم کے لئے برکت اگلے کریموں کا بقیہ و یادگار، دنیا سے بے رغبت امام کامل، عابد محبوب مقبول۔ پسندیدہ جس کی باتیں اور کام سب ستودہ۔ ان حافظانِ شریعت

اعلیٰ درجہ کے کامل علماء پر کھنے والوں میں سب سے زیادہ عظمت والا کثیر العلم دریائے عظیم الفہم، مرشد محقق، اللہ عزوجل کی پاکیزہ عطاؤں والا، فائدہ لینے والوں کا معتمد، مشکلات علوم کا کشادہ کرنے والا۔"

(حسام الحرمین وغیرہ)

ان ارشادات کی روشنی میں یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسلام و سنت کے حامی و ناصر بلکہ محی تھے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے وہی پھرے گا جسے اسلام و مذہب اہل سنت سے بیر ہوگا۔ عداوت ہوگی۔ اور اس سے کسے انکار کہ جس دل میں اسلام و مذہب اہل سنت و جماعت سے نفرت و عداوت ہوگی۔ وہ ضرور دین حق سے پھرا ہوا ہے۔ مگر مہتمم دیوبند کو اس پر اعتراض کا حق کیا ہے۔ جب کہ ان کے پیران پیر خود اپنے منہ میاں مٹھو بن کر یہ اعلان کر چکے ہیں۔

"سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اس زمانہ میں ہدایت و نجات میرے اتباع پر موقوف ہے۔

(تذکرۃ الرشید ص۱۷ ج ۲)

اور جب کہ مہتمم دیوبند کے پیر شیخ الہند محمود الحسن صاحب گنگوہی جی کے بارے میں لکھ چکے ہیں سے

جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا
مرے آقا مرے مولا تھے حقانی سے حقانی

ہدایت جس نے ڈھونڈھی دوسری جاگہ ہوا گمراہ
وہ میزاب ہدایت تھے کہوں کیا نص قرآنی

زمانے نے دیا اسلام کو داغ اسکی فرقت کا
کہ تھا داغ غلامی جس کا تمغائے مسلمانی

ناظرین نوٹ کریں۔ کیا کیا دعوے ہیں حق منحصر ہے۔ گنگوہی کی زبان سے نکلنے میں ہدایت اور نجات موقوف ہے گنگوہی کی اتباع پر جدھر گنگوہی مڑتے حق اُدھر ہی گھومتا ہے گنگوہی کے علاوہ دوسری جگہ ہدایت ڈھونڈنے

والا گمراہ ہے، خواہ وہ جگہ کوئی ہو مسلمان وہی ہے۔ جو گنگوہی کی غلامی سے داغدار ہو جو اس داغ سے پاک ہے وہ مسلمان نہیں۔ بولو مہتمم صاحب کیا ارشاد ہے

اسی طرح دوسرے شعر پر طنز بھی مہتمم دیو بند کی علت روحانی کے ماسوا اور کچھ نہیں۔ چونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ تمام اولیاء انبیاء ذرۂ ناچیز سے کمتر اور ہمارے برابر عاجز و نادان چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ اس لئے محبوبان بارگاہ کی مدح انہیں نہیں بھاتی۔

سنو! اپنے اعتقاد کو اپنے گھر رکھو ہم اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے حضرت امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ اپنی مشہور و معروف کتاب "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں فرماتے ہیں۔

واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم ومریدیھم فی جمیع الاحوال والشدائد فی الدنیا والاٰخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب	جب مشائخ صوفیہ ہر مصیبت و سختی کے وقت اپنے متبعین و مریدین کا دنیا اور آخرت میں خیال رکھتے ہیں تو ائمہ مذاہب کا کیا کہنا۔

نیز یہی امام اپنی دوسری کتاب "لواقح الانوار القدسیۃ" میں فرماتے ہیں۔

کل من کان متعلقاً بنبیٍ و رسول او ولی فلا بد ان یحضرہ و یاخذ بیدہ فی الشدائد	جو کسی نبی یا رسول یا ولی سے متعلق ہو گا ضرور وہ نبی رسول ولی مشکلوں کے وقت تشریف لائیں گے اور اس کی دستگیری فرمائیں گے۔

تقویۃ الایمانی فتویٰ سے سارے دیوبندی مشرک

لیکن آپ اپنے گھر کی خبر لیجئے۔ ایک طرف تو تقویۃ الایمان میں یہ ہے۔

"مارنا، جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، اور تندرست اور بیمار کر دینا، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب

اللہ ہی کی شان ہے اور انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی
کو ایسا تصرف ثابت کرے اس سے مرادیں مانگیں مصیبت کے وقت
اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ وہ یوں سمجھے کہ ان
کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو
قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہے۔"
(تقویۃ الایمان ملخصاً ص ۹ م دیوبند)

اور دوسری طرف آپ کے پیر نمبر ایک گنگوہی جی کے مرنے پر یوں
نوحہ خواں ہیں ؎

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
اٹھا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولا مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

اور کہیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چیلنج کر رہے ہیں۔

؎ مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

اور سنئے یہی انہیں گنگوہی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

؎ نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا ...!
ان کا جو حکم تھا، تھا سیف قضا مبرم

اب بولئے تقویۃ الایمانی فتویٰ کی رو سے آپ کے پیر صاحب اور پیران پیر
دونوں اور آپ خود مشرک ہوئے کہ نہیں؟

تلبیس نمبر ۲

اس نمبر میں حضرت قاری صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر دو الزامات

لگائے ہیں۔ (۱) انبیاء کو مغلوب مانا (۲) قرآن کا انکار کیا۔ اول و دوم کے ثبوت میں رقم طراز ہیں۔

"اعلیٰ حضرت بریلوی کے ملفوظ حصہ چہارم صٓ ملاحظہ فرمائیے جس سے اندازہ ہوگا کہ انبیاء کو مغلوب مانا۔ رسولوں کی شہادت کا انکار کیا۔ جس سے قرآن کی کتنی آیتوں کا انکار صریح لازم آیا۔"

ناظرین کی تقریب فہم کے لئے ضروری ہے کہ الملفوظ شریف کی اس موقع کی پوری عبارت نقل کر دی جائے۔

عرض :۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے۔

ارشاد :۔ "رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا۔ انبیاء البتہ شہید کئے گئے۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔"

جامۂ احرام زاہد پہ نہ جا تھا حرم میں لیک نامحرم رہا

الملفوظ کے اس سوال و جواب کو ناظرین غور سے پڑھیں اور دیوبندی جماعت کے اپنے وقت کے امام کی فہم و فراست کی داد دیں۔ دیکھیں عبارت میں انبیاء کرام کے مغلوب ہونے کا دور دور تک شائبہ بھی نہیں کوئی اشارہ و کنایہ انبیاء کی مغلوبی کا نہیں مگر قاری صاحب نے یہ الزام بھی جڑ دیا۔ اگر اس عبارت سے کسی طرح انبیاء کی مغلوبی مترشح ہوتی تھی تو اسے ظاہر کرنا ضروری تھا۔ مگر یہ تو قاری صاحب کی جبلت ہے کہ الزام لگانے میں شیر ہیں۔ اور ثبوت میں ...... اور نہ بات بالکل صاف ہے۔ سائل کا گمان یہ تھا کہ شہادت مغلوب ہونا ہے اور شہادت غلبہ کے منافی ہے۔ اسے اس گمان پر یہ شبہہ ہوا کہ انبیاء کرام کا مغلوب ہونا آیۃ مذکورہ کے معارض ہے اسلئے اس نے یہ عرض کیا۔

جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اور مرے رسول غالب ہوں گے تو بعض

انبیار کیوں شہید ہوئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے جواب وہ ارشاد فرمایا کہ سرے سے اس آیۂ کریمہ پر شبہہ ہی وارد نہ ہو۔ فرمایا۔ رسولوں میں کون شہید ہوا۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ اور آیت میں رسول کے غالب آنے کو فرمایا ہے تو اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ شہادت مغلوب ہونا ہے اور شہادت غلبہ کے منافی ہے تو بھی کسی شبہہ کی گنجائش نہیں اس لئے کہ اس آیت میں رسولوں کے غلبہ کو فرمایا گیا۔ اور رسول کوئی شہید ہی نہیں ہوا۔ لہٰذا کوئی معارضہ نہیں۔

شہادتِ رُسل کی بحث

قاری صاحب دوسرے الزام کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

"حالانکہ قرآن شریف میں متعدد آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں دیکھو سورۂ بقرہ رکوع ۱۱۔ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۔

دوسری آیت دیکھو۔ سورۂ آل عمران رکوع ۱۹۔

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

تیسری آیت دیکھو۔ سورۂ مائدہ رکوع ۱۰

كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد "رسول کوئی شہید نہیں ہوا" کے معارض ان آیات کو بتانا۔ عوام کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خلاف اکسانے کی ایک بہت ہی دقیق چال کے سوا اور کچھ نہیں۔

درس نظامی کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہاں قاری صاحب اور ان

کی برادری کیا مغالطہ دینا چاہتی ہے ۔

بہت باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آوازِ اذان پر

اصل جواب سمجھنے کے لئے چند مقدمات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ ناظرین پوری توجہ سے سنیں۔

مقدمہ اولیٰ :۔ نبی اور رسول اصطلاح شرع میں دو مختلف معانی کے لئے خاص ہیں۔

نبی :۔ وہ انسان ہے جس کی جانب وحی کی جائے۔ عام اس سے کہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو یا نہ ہو۔

رسول :۔ وہ نبی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ہو۔ اس تعریف کی بنا پر نبی عام ہے اور رسول خاص ہیں۔ ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں جیسے حضرت شعیاء، زکریا، یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ قاضی بیضاوی آیت کریمہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ الاٰیۃ کے تحت فرماتے ہیں۔

الرسول من بعثہ اللہ بشریعۃ مجددۃ یدعوا الناس الیہا والنبی یعمہ ومن بعثہ لتقریر شرع سابق کانبیاء بنی اسرائیل الذین کانوا بین موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام ولذالک شبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علماء امتہ بہم النبی اعم من الرسول ویدل علیہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سئل عن الانبیاء فقال مائۃ واربعۃ وعشرون

رسول وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے شریعت جدیدہ کے ساتھ بھیجا ہو کہ لوگوں کو اس طرف دعوت دے اور نبی عام ہے اس سے کہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو یا شریعت سابقہ کی استواری کے لئے بھیجا گیا ہو جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین آئے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کو انکے

الفاقيل نكو الرسل منهم قال ثلث مائة وثلثة عشر جماً غفيرًا

(بیضاوی ص۲۷ ج ۲)

ساتھ تشبیہ دی۔ نبی رسول سے عام ہے اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انبیاء کتنے ہیں۔ فرمایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار عرض کیا گیا ان میں رسول کتنے ہیں۔ فرمایا تین سو تیرہ جم غفیر۔

نبی و رسول کے مابین یہی فرق اور انکی یہی تعریف تھانوی صاحب نے بھی کی ہے۔ دیکھئے اختصار شدہ بیان القرآن سورۂ مریم زیر آیت کریمہ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ۝

رسول وہ ہے جو مخاطبین کو شریعت جدیدہ پہنچائے۔

نبیؐ وہ ہے۔ جو صاحب وحی ہو۔ خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے یا شریعت قدیمہ کی۔

مقدمہ ثانیہ :۔ نبی اور رسول ان معنوں میں قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں وارد ہے۔ سورہ مریم شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے

۱۔ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ بلاشبہ وہ مخلص اور رسول نبی تھے۔

اسی میں حضرت اسمٰعیل کے بارے میں ارشاد ہے۔

۲۔ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا یقیناً وہ وعدے کے سچے اور نبی رسول تھے۔ مدارک میں اسی کے تحت ہے۔

الرسول الذی معہ کتاب من الانبیاء والنبی الذی ینبئ عن اللہ عزوجل وان لم یکن معہ کتاب کیوشع

رسول وہ نبی ہے جس کے ساتھ کتاب ہو اور نبی وہ ہے جو اللہ عزوجل کے بارے میں خبر دے۔ اگرچہ اس کے ساتھ کتاب نہ ہو جیسے یوشع۔ (علیہ السلام)

(۳)۔ سورۂ حج کی آیتہ مذکورہ :۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ الاٰیۃ :۔

ان تینوں آیتوں میں رسول اور نبی کے معنیٰ مذکور مراد ہیں۔

مقدمہ ثالثہ :۔ مگر دوسری متعدد آیتوں میں رسول بمعنیٰ نبی وارد ہے۔ مثلاً

(۱) كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ — سب اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اسکے رسولوں پر ایمان لائے۔

(۲) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ — اور بیشک ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض کے حالات تم سے بیان فرمائے بعض کے نہیں۔

اس کے تحت صاوی میں ہے۔

قوله رسلا المراد بهم مايشمل الانبياء — یہاں رسلاً کا وہ معنیٰ مراد ہے جو انبیاء کو بھی شامل ہے۔

ان دونوں آیتوں میں رسل سے مراد انبیاء ہیں خواہ صاحب شریعت جدیدہ ہوں خواہ نہ ہوں۔ ان کے علاوہ اور کثیر آیتوں میں رسول سے نبی ہی مراد ہیں۔

مقدمہ رابعہ :۔ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے مابین کوئی نبی صاحب شریعت جدیدہ مبعوث نہیں ہوا اور اس درمیان جتنے انبیاء کرام تشریف لائے سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے۔ اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت جدیدہ لے کر تشریف لائے اور شریعت موسویہ کو منسوخ فرمایا انتھی تفسیر بیضاوی کی عبارت گزری۔

كانبياء بنى اسرائيل الذين — جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت

کانوا بین موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام

موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین تھے (ان میں کوئی صاحب شریعتِ جدیدہ نہ تھا)

تفسیر کبیر میں ہے۔

روی ان بعد موسیٰ علیہ السّلام الی ایام عیسیٰ کانت الرسل تتواتر ویظھر بعضھم فی اثر بعض والشریعۃ واحدۃ فانہ صلوات اللہ علیہ جاء بشریعۃ مجددۃ واستدلوا علی صحۃ ذالک بقولہ تعالیٰ وقفینا من بعدہ بالرسل فانہ یقتضی انھم علی حد واحد فی الشریعۃ یتبع بعضھم بعضا (ص۴۱۲ ج ۱)

روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک پیغمبر متواتر آئے ایک کے بعد ایک آتا اور شریعت ایک تھی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جدید شریعت لائے اس کی صحت پر اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے استدلال کیا گیا کہ فرمایا ہم نے ان کے بعد پے در پے پیغمبر بھیجے یہ ارشاد چاہتا ہے کہ وہ شریعت میں ایک ہی طریقہ پر تھے۔ بعض بعض کے متبع۔

صاوی میں ہے۔

المراد التبع فی العمل بالتوراۃ فکل الانبیاء الذین بین موسیٰ وعیسیٰ یعملون بالتوراۃ بوحی من اللہ لا لا تقلیداً لموسیٰ (ص۴۱ ج ۱)

قفینا سے مراد توراۃ پر عمل میں تابع ہونا ہے حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے مابین تمام انبیاء توراۃ پر عمل کرتے تھے منجانب اللہ وحی کی وجہ سے نہ موسیٰ علیہ السلام کی تقلید میں۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر عزیزی سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں۔

وہمہ ایشاں بر شریعت حضرت موسیٰ گذشتند و مقصود از فرستادن ایشاں جاری کردن احکام آں شریعت بود کہ بسبب تکاسل و تہاون بنی اسرائیل

اور تمام حضرات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ ان کے بھیجنے سے مقصود اس شریعت کے احکام کا جاری کرنا تھا جو بنی اسرائیل کی سستی اور ڈھیلے پن کی وجہ سے

مندرس می شد وبسبب تحریفات علمار سور ایشان متغیر ومتبدل میگشت پس این رسولان در بنی اسرائیل مانند علمار ربانیین ومجددان دین این امت اند چنانچہ در حدیث شریف وارد شدکہ ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا۔

مٹ جاتے اوران کے علمار سور کی تحریفات سے بدل جاتے۔ پس یہ پیغمبر بنی اسرائیل میں اس امت کے علمار ربانیین اور دین کے مجددین کے مانند ہیں جیساکہ حدیث میں آیاہے کہ "اللہ عزوجل اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر اسے بھیجے گا جوان کے لئے ان کے دین کی تجدید کرے گا"۔

مقدمہ خامسہ:۔ ان تینوں آیتوں میں جن انبیار کرام کی شہادت کا تذکرہ ہے یہ وہی ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین مبعوث ہوئے۔ اس لئے کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی آیتوں میں مخاطب اور سورۂ مائدہ کی آیت میں ضمیر غائب کے مرجع یہود ہی ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ان آیتوں میں جنھیں انبیار کرام کے شہید کرنے کا مجرم گردانا گیا ہے۔ وہ یہودی ہی ہیں۔ اور اس میں کسی کا ذرہ برابر اختلاف نہیں کہ یہود کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اس لئے ان آیات کی روشنی میں یہ طے ہے کہ وہی حضرات انبیار شہید ہوئے جو حضرت کلیم اور حضرت مسیح کے مابین تشریف لائے تھے۔

مقدمہ سادسہ:۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد میں "رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ انبیار البتہ شہید ہوئے۔ نبی اور رسول کے اصطلاحی معنی مراد ہیں جس پر رسول اور نبی کا تقابل قرینہ واضحہ ہے یعنی رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ اور نبی بمعنی ـــــ وہ انسان جس کی طرف وحی کی گئی ہو خواہ صاحب شریعت جدیدہ ہو۔ خواہ صاحب شریعت جدیدہ نہ ہو۔

رسول (بمعنی صاحبِ شریعتِ جدیدہ) کوئی شہید نہیں ہوا

مقدمہ رابعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مابین کوئی رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ مبعوث نہیں ہوا بلکہ جتنے حضرات مبعوث ہوئے وہ شریعت موسویہ کے متبع تھے اور حسب تصریح حضرت شاہ صاحب اس امت کے مجددین کے مثل تھے اور جس سے ظاہر ہوگیا کہ وہ اصطلاحی معنی کے اعتبار سے رسول نہیں تھے۔ نبی تھے۔ مقدمہ خامسہ سے ثابت ہوا کہ جو انبیاء کرام شہید کئے گئے۔ وہ انہیں میں سے ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مابین مبعوث ہوئے تھے ان دونوں کو ملانے سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہوگیا کہ کوئی رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ شہید نہیں ہوا۔ جتنے حضرات شہید ہوئے وہ سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اور حسب اصطلاح نبی تھے۔ اور جب رسول کے معنی صاحب شریعت جدیدہ کے اصطلاح شرع میں ہے۔ جیسا کہ مقدمہ اولیٰ میں بیضاوی اور خود تھانوی جی کی تصریح گزر چکی ہے تو رسول کے یہ معنی مصطلح مراد لے کر یہ کہنا بالکل درست ہے کہ کوئی رسول شہید نہیں ہوا اور یہی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ہے اس لئے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلام میں یہاں رسول کے اصطلاحی معنی یعنی صاحبِ شریعت جدیدہ مراد ہونا متعین ہے جیسا کہ مقدمہ سادسہ میں بتایا جا چکا ہے۔

اب واضح ہوگیا کہ یہ کہنا کہ کوئی رسول شہید نہیں ہوا۔ ہر قسم کے اعتراض سے پاک ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ قاری صاحب اور ان کی برادری اپنی بے علمی میں یا جوشِ انتقام میں نابینائی یا ناواقف عوام میں شورش آفرینی کے شوق

ہیں کچھ نہ سمجھیں یا سمجھ بوجھ کر نا سمجھ بنتے رہیں۔

آیتِ کریمہ کی توجیہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد کے معارضہ میں قاری صاحب نے جو تین آیات پیش کی ہیں وہ بھی درحقیقت معانی قرآن سے ناواقفی اور تفاسیر سے بے بہرہ ہونے کی دلیل ہے ورنہ علم تفسیر سے ادنیٰ سی مہارت رکھنے والے پر روشن ہے کہ یہ آیات اس ارشاد کے معارض نہیں اس لئے کہ مقدمہ ثالثہ میں ہم بتا آئے ہیں کہ رسول اور نبی میں باعتبار اصطلاح کے فرق ہوتے ہوئے بھی قرآن کریم ہی کی متعدد آیات میں رسول بہ معنی نبی مراد ہے۔

وہ تینوں آیتیں جنہیں قاری صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشادات کے معارضہ میں پیش کی ہیں ان میں بھی رسل بمعنی انبیاء ہے چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ کی تفسیر میں ابن جریر لکھتے ہیں۔

یعنی بالرسل الانبیاء (صـ۳۰۴ ج ۱) رسل سے مراد انبیاء ہیں

صاوی میں یہیں ہے

وقولہ بالرسل مرادہ مایشمل الانبیاء — رسل کا وہ معنی مراد ہے جو انبیاء کو شامل ہے۔

اس کا ماحصل بھی یہی نکلا کہ انبیاء مراد ہیں۔ اس لئے کہ رسل کا وہ معنی جو انبیاء کو بھی شامل ہے یہی ہے وہ انسان جس کی جانب وحی کی گئی ہو خواہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو خواہ نہ ہو۔

خازن میں سورۂ آل عمران شریف کی آیت مبارکہ کے تحت ہے۔

یعنی فلم قتلتم الانبیاء الذین اتوا بما طلبتم منہم مثل زکریا ویحییٰ وسائر من قتلتم من الانبیاء — پھر تم نے ان انبیاء کو کیوں شہید کیا جو وہ لائے جسے تم نے طلب کیا جیسے زکریا اور یحییٰ اور تمام انبیاء جن کو تم نے

(تفسیر خازن) شہید کیا۔

آیت کریمہ میں "رسل" کا لفظ تھا۔ صاحب خازن نے اس کی تفسیر انبیاء سے کی۔ یہ دلیل ہے کہ یہاں رسل سے مراد انبیاء ہیں۔

عامۂ تفاسیر حتٰی کہ جلالین تک میں ان تینوں آیتوں کے تحت تمثیل میں ہے مثل زکریا و یحیٰی۔ اور یہ متفق علیہ امر ہے کہ حضرت زکریا و یحیٰی علیہما السلام صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں اس لئے تمثیل کی صحت برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان تینوں آیتوں میں رسل بمعنی انبیاء ہو۔ رسل بہ معنی اصحاب شرائع جدیدہ نہ ہو۔

اب جب کہ ثابت ہوگیا کہ ان تینوں آیتوں میں رسل بمعنی انبیاء ہے تو ان آیات کے معنی یہ ہوئے۔

یہود نے انبیاء کے ایک گروہ کو جھٹلایا اور انبیاء کے ایک گروہ کو شہید کیا۔ یہی بتانے کے لئے کہ ان آیات میں رسول بمعنی نبی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے آیت کریمہ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ کے ترجمے میں "بین القوسین" انبیاء کا اضافہ فرمایا ہے۔ کنز الایمان تقطیع کلاں مطبوعہ مراد آباد ص۱۷ پر ہے۔

"ان "انبیاء" کے ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو"

اب ناظرین پر کالشمس والامس۔ واضح ہوگیا کہ ان تینوں آیتوں سے بھی صرف انبیاء کی شہادت ثابت، رسولوں کا شہید ہونا ثابت نہیں۔ اس لئے ان آیات کو رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ کی شہادت پر دلیل لانا۔ اور الملفوظ کی عبارت مذکورہ کو ان آیات کا انکار بتانا اہل دیوبند کی معانی قرآن مصطلحات شرعیہ سے نابلد اور کورے ہونے کی دلیل ہے۔

تحریف قرآن کے الزام کا جواب

سائل نے اپنی عرض میں جو آیت تلاوت کی ہے وہ الملفوظ میں غلط چھپی ہے کتب اللہ کی جگہ ختم اللہ چھپا ہے۔ اس پر قاری صاحب اس نمبر میں تو صرف یہی کہہ کر گزر گئے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے غلط آیت کو صحیح کئے بغیر جواب دیا۔ چند سطر بعد ہے۔ اعلیٰ حضرت کے جواب سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ الفاظ سے بھی ناواقف اور معنیٰ سے بھی جاہل تھے کہ آیت کو صحیح کئے بغیر جواب عنایت فرمایا مگر اس کے بعد والے نمبر میں اسے تحریف لفظی کہا ہے۔ برادری کے دوسرے افراد خصوصًا ان کے مخصوص نوکر مولوی ارشاد جو درحقیقت اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کے مصداق ہیں بار بار کہہ چکے ہیں کہ یہاں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے قرآن مجید کی تحریف کی۔ بولیا کے مناظرہ میں مفتی محمود کے سامنے کہا۔ ناگپور میں جلسہ عام میں کہا اور جب قاری سہیل احمد صاحب زید مجدہم مدرس دارالعلوم امجدیہ نے اسٹیج پر چڑھ کر گریبان پکڑ کر پوچھنا چاہا کہ بتاؤ کہاں تحریف ہے تو بھاگ گئے اور ابھی بھن گاؤں کے مناظرے میں یہ لکھ کر دے بھی دیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے قرآن کی تحریف کی۔

اس لئے ضروری ہوا کہ اس الزام کے بارے میں بھی چند مفید باتیں نذر ناظرین کر دوں۔

(۱) ـــــــ یہاں قابلِ لحاظ یہ امر ضروری ہے کہ کَتَبَ کے بجائے خَتَمَ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے نہیں پڑھا ہے۔ بلکہ سائل نے، تحریف قرآن کا الزام اگر عائد ہو سکتا ہے تو سائل پر نہ کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر۔

(۲) ـــــــ بلا قصد غلط قرآن پڑھنے پر کسی کو محرف قرآن ٹھہرانا دین و دیانت سے ہاتھ دھونا ہے۔ ایسا بہت ہوتا ہے کہ بھول چوک کر بلا قصد

واختیار قاری سے غلطی ہو جاتی ہے۔ سامع اگرچہ حافظ ہوتا ہے مگر اس غلطی پر بعض اوقات وہ بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ نماز پنجگانہ تراویح میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ امام کو تشابہ لگ جاتا ہے مقتدیوں میں حافظ بھی ہوتے ہیں مگر انھیں اس غلطی کا پتہ نہیں چلتا۔ محض اس بنا پر کہ امام کو سہو ہوا تشابہ لگا دنیا کا کوئی خدا ترس مفتی اسے تحریف قرآن ٹھہرا کر امام یا مقتدی کو نہ کافر کہتا ہے نہ فاسق اس لئے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

رفع عن امتی الخطأ والنسیان میری امت سے بھول چوک معاف ہے۔

پھر یہاں سائل نے اگر سہواً بلا قصد "کتب" کے بجائے "ختم" پڑھا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ یا حضرت جامع مدظلہ کا ذہن اس طرف نہ گیا تو اسے تحریف قرآن، قرار دے کر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو نشانہ لعن وطعن بنانا، عداوت وبغض کا خمار نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر سہواً قرآن مجید میں غلطی کرنے والے کو محرف قرآن ٹھہرایا جائے تو پھر دنیا میں کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا جو محرف قرآن نہ ہو۔ سوچئے۔ قرآن مجید کی تلاوت میں کس سے غلطی نہیں ہوتی کون اس سے مبرا ہے۔ پھر ساری دنیا کو چھوڑ کر صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ غلط تلاوت کرنے پر بوجہ عدم التفات تصحیح نہ کرنے پر محرف قرآن کہنا ہٹ دھرمی، خبث باطنی نہیں تو اور کیا ہے؟

(۳) ——— پھر یہ کہ محض اس بنا پر کہ سائل نے "کتب" کی جگہ "ختم" پڑھا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور حضرت جامع مدظلہ العالی نے سن کر اسکی تصحیح نہیں کی تو یہ دونوں حضرات محرف قرآن ہو گئے۔ اگر تمہارے نزدیک یہ تحریف قرآن ہے تو بتاؤ؟

دیوبندی مولویوں نے الملفوظ کو برسہا برس بار بار پڑھا غلطی نکالنے کی نیت سے پڑھا۔ ان کے بڑے بڑے مایہ ناز مناظرین نے پڑھا خصوصاً

ان کی ناک کے بال مناظر مولوی منظور سنبھلی نے بھی پڑھا۔ اپنی جہالت اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عداوت کی وجہ سے اس پر اُول فول لغو اعتراضات کرتے رہے۔ اسے اپنی ماہواری تحریروں میں چھاپتے رہے۔ دیوبندی مناظرین وقصاص مناظروں اور تقریروں میں بیان کرتے رہے مگر اب سے چند برس پہلے کسی کو نہیں سوجھا کہ یہاں غلطی ہے۔ کَتَبَ کی جگہ خَتَمَ ہے۔ اگر انھیں پہلے سوجھا ہوتا تو آج کل کی طرح پہلے ہی سے چلاتے پھرتے۔

اب دیوبندی مفتی صاحبان فتویٰ دیں کہ تمہارے جن جن افراد خصوصاً مولویوں نے الملفوظ کا یہ حصہ پڑھا اور انھیں پتہ نہیں چلا کہ کتب کی جگہ ختم ہو گیا ہے وہ سب تمہاری اس منطق کی بنار پر محرف قرآن ہو کر کافر مرتد ہوئے کہ نہیں۔ اگر واقعی حق پرست ہو اصول کے پابند ہو تو ان سب کے بارے میں بھی وہی فتویٰ لگاؤ جو محرف قرآن پر ہے تو پتہ چل جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر یہ اعتراض دیانت ہے یا خباثت ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ماہم برباد کردہ باشی

(۴) ———— یہ کلام اس تقدیر پر تھا کہ سائل نے خَتَمَ پڑھا۔ حضرت جامع دامت برکاتہم القدسیہ نے ختم ہی قلم بند کیا۔

ایک احتمال قوی یہاں یہ بھی ہے کہ سائل نے کَتَبَ ہی پڑھا تھا حضرت جامع مدظلہ العالی نے کتب ہی سنا اور یہی تحریر فرمایا۔ مگر کاتب نے غفلت یا شرارت کی وجہ سے اسے ختم لکھ دیا اور یہ غلطی بعد کی مطبوعات میں بھی نقل در نقل ہوتی چلی آئی۔

کاتبوں سے اس قسم کی غلطیاں ہمیشہ ہوتی چلی آئی ہیں اور آج کل تو بہت عام ہیں۔ جو مطالعہ کتب کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں خود دیوبندی جہاں جن آج کل کتابوں کا کاروبار کر رہے ہیں ان کو دیکھئے انہوں نے تو غلطیوں کا ریکارڈ مات

کر دیا ہے۔
خود ان کے قطب الاقطاب گنگوہی جی کاتبوں کی غلطیوں کا رونا رو چکے ہیں۔
بہت پرانی بات ہے کہ ایک دیوبندی مفتی نے محفل میلاد کے عدم جواز کے فتویٰ پر ان الفاظ میں تصدیق کی تھی ھٰذا مسئلۃ جواب صحیحہ اس پر مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انوار ساطعہ میں کڑی گرفت کی تو گنگوہی جی تلملا کر لکھتے ہیں۔

"اور جس حسن علی کے دستخط ہوں خواہ اس پر مطاعن لفظی کرنی بھی دور از دیانت ہے کیونکہ مطبع کی غلطی کا احتمال قوی ہے چنانچہ اس فتویٰ میں بہت الفاظ غلط موجود ہیں۔ سو حسن ظن کرنا اور کاتب اور صاحب مطبع کی غلطی پر حمل کرنا مناسب تھا مگر یہ تو جب ہوتا کہ مؤلف کو حسن ظن پر عمل کرنا مدنظر اور اندیشۂ آخرت ہوتا۔ اور چونکہ تخطیۂ معنوی کا تو مؤلف کو سلیقہ و ملکہ نہیں۔ تخطیۂ لفظی سے تسلی کرتا ہے۔
خیر یہ تو سہل ہے لیکن مشکوٰۃ اور قرآن شریف دہلی کے مطبع کے مثلاً مؤلف دیکھ کر جو اس میں غلطی کاتب ملاحظہ کرے گا۔ تو مبادا حق تعالیٰ اور جناب فخر عالم پر مواخذہ نہ کرنے لگے۔
کیونکہ مؤلف کی عادت تو یہی ٹھہری کہ اصل مؤلف کو الزام لگاتا ہے۔ کاتب کی خطا پر تو حمل کرتا ہی نہیں۔" (البراہین القاطعہ ص ۲۱)

دیوبندیوں کے یہ قبلہ اب موجود تو ہیں نہیں کب کے مر کے مٹی میں مل گئے ورنہ ان کی غیر مادری اولاد کے یہ کرتوت لکھ کر ان سے ضرور پوچھتا۔ کہ ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔
غالباً موجودہ دیوبندی برادری نے اپنے قبلہ کا یہ مضمون نہیں پڑھا ورنہ اس اطلاع پر معاذ اللہ، اللہ عزوجل کو محرف قرآن کہنے لگیں گے۔
اب لگے ہاتھوں کاتبوں کی بے شمار غلطیوں میں سے ایک مزیدار غلطی

ناظرین دیکھتے چلیں۔ شیخ ٹانڈہ کے مشہور و معروف گالی نامے کو "کتب خانہ اعزازیہ دیوبند" نے شائع کرایا ہے اس کے ص۹ پر ہے۔

"دجال زمانہ حضرت شمس العلماء العالمین و بدر الفضلاء الکاملین (تا) مولانا الحافظ المولوی اشرف علی تھانوی صاحب پر تہمت لگائی۔"

میں یہ عبارت دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا کہ شیخ ٹانڈہ جسے شمس العلماء بدر الفضلاء لکھ رہے ہیں۔ انھیں کو "دجال زمانہ" کیسے لکھ دیا پھر خیال آیا کہ شمس العلماء بدر الفضلاء اور دجال زمانہ میں منافاۃ نہیں۔ حدیث میں ہے۔

شرار الخلق شرار العلماء　　بدترین مخلوق برے علماء ہیں۔

لیکن شیخ ٹانڈہ کو جناب تھانوی صاحب سے جو نیازمندی ہے اسکے پیش نظر ہمیں یہی حسن ظن ہے کہ یہاں "دجال زمانہ" کاتب کا اضافہ ہے۔ شیخ صاحب اس جرأت سے پاک ہیں۔

اس خیال کی تائید اس سے اور ہوتی ہے کہ "الشہاب الثاقب" تھانوی جی کے لیگ کی حمایت میں فتویٰ دینے سے بہت پہلے کی کتاب ہے ہاں اگر اس کے بعد کی ہوتی تو شاید ہم اس حسن ظن کی گنجائش نہیں پاتے۔

کاتب کبھی غفلت کی وجہ سے غلطی کرتا ہے کبھی دل کی بیماری کی وجہ سے قصداً غلط لکھتا ہے۔۔۔۔ اس کی مثالیں دیکھنا ہو تو "کنز الایمان وخزائن العرفان" مطبوعہ تاج کمپنی لاہور دیکھیں۔

جن میں سے چند مثالیں ص۱۱۱ میں آئیں گی۔

قاری صاحب کو الملفوظ میں کَتَبَ کے بجائے خَتَمَ نظر آگیا۔ اور اپنے اشتہار میں ففریقاً کی جگہ فقریقاً نظر نہ آیا کہ "فا" "قاف" سے بدل گیا ہے۔

دیوبندی مفتی بولیں یہ تحریف قرآن ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں! اور جب یہ تحریف قرآن نہیں تو کَتَبَ کی جگہ خَتَمَ تحریف قرآن کیوں ہے؟ وجہ فرق بتاؤ۔

اس الزام کے سب سے بڑے پروپیگنڈسٹ قاری صاحب کے نفس ناطقہ

مبلغ دارالعلوم دیوبند ارشاد صاحب ناگپور میں اسی عبارت پر اعتراض کی تحریر لکھ آئے ہیں جس میں لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کو لَاَغْلِبَنَّ عَلٰی رُسُلِیْ لکھا ہے دیوبندی مفتی بولیں یہ تحریف قرآن ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو فوراً قاری صاحب کے نفس ناطقہ سے توبہ تجدید ایمان وتجدید نکاح کرائیں اور توبہ کا اعلان کرائیں اور اگر نہیں تو کیوں اور جب یہ تحریف قرآن نہیں تو کَتَبَ کی جگہ خَتَمَ الملفوظ میں کیوں تحریف قرآن ہے۔ فَمَا جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنَا۔

قاری صاحب اور ان کی پوری برادری ؟ یہ ہے اللہ عزوجل کے ایک برگزیدہ بندے پر کیچڑ اچھالنے کی سزا۔ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔

جو اس پر اعتراض کرنے اٹھتا ہے اس سے سنگین تر الزام میں پکڑا جاتا ہے۔

مولوی محمود الحسن کی تحریف قرآن!

دیوبندیو! الملفوظ کی اس عبارت پر اتنی اچھل کود کر رہے ہو مگر اپنی پوری برادری کے شیخ الہند علی الاطلاق مولوی محمود الحسن صاحب قبلہ شیخ ٹانڈہ کے استاذ قاری صاحب کے استاذ اور پیر کی ایضاح الادلہ میں اس جرأت پر سونٹھ کی ناس کیوں لے رکھی ہے کہ انھوں نے آیت کریمہ میں اپنی طرف سے ایک لفظ بڑھا دیا۔ ایسا غلط جس پر نحو میر پڑھنے والا بھی تف کئے بغیر نہیں رہے گا۔ دیکھو۔ لکھتے ہیں۔

"یہی وجہ ہے کہ ارشاد ہوا:"

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولُوالْاَمْرِ مِنْکُمْ اور ظاہر ہے کہ اُولُوالْاَمْرِ سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں۔ (ص ۹۳ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔)

قرآن کریم کے تیسوں پارے دیکھ جائیے۔ آپ کو یہ آیت ضرور ملے گی۔
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
مگر شیخ الہند کی مفروضہ آیت فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولُو الْاَمْرِ مِنْکُمْ کہیں نہیں ملے گی۔ لفظ اِلٰی اُولُو الْاَمْرِ مِنْکُمْ یہاں شیخ صاحب کا اضافہ ہے۔ وہ بھی اتنی قابلیت سے کہ الی کے مدخول اولو کو واؤ کے ساتھ۔
تف ہے دیوبندیو! تم پر کہ ایسے جاہل ذاہل کو اپنا شیخ بنا رکھا ہے جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اولو کا اعراب کیا ہے۔
خیر یہ تو کاتب کے سر جائے گا۔ مگر اب آنجہانی شیخ صاحب کے جتنے ایں جہانی اذناب واتباع ہیں سب یا تو قرآن میں یہ آیت دکھائیں یا وہی سب وشتم جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر شہر شہر، نگر نگر، ڈگر ڈگر، کرتے پھرتے ہو اپنے متبوع، مذنوب شیخ جی پر کرو تو جانیں۔ کہ بڑے قرآن کے محافظ اور ٹھیکیدار رہو۔
یہاں ایسا بھی نہیں کہ کسی سائل نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا ہو اور عدم توجہ کی بنا پر ذہن اس طرف نہ گیا ہو۔ ایسا بھی نہیں کہ حضرت شیخ نے کسی سوال کے جواب میں زبانی ارشاد فرمایا ہو۔ اور ناقل نے جو سنا وہ یا اونچا سننے کی بنا پر غلط لکھ لیا۔
ایسا بھی نہیں کہ کاتب کی غفلت یا شرارت کا نتیجہ کہا جا سکے یہاں متعین ہے کہ حضرت شیخ صاحب نے بالقصد والارادہ بہ نفس نفیس اپنے قلم فیض رقم سے اسے مستزاد فرمایا ہے اس لئے کہ یہی مستزاد مدار استدلال ہے۔
اور اگر یہ مستزاد نہ ہو تو حضرت شیخ کی ساری تحقیق ملیامیٹ ہو جائے۔
اب آں جہانی شیخ صاحب کے ایں جہانی اتباع واذناب بولیں۔ آپ لوگوں کے شیخ جی نے یہ جو بالقصد والارادہ قرآن کریم میں اضافہ کیا ہے یعنی والی اولو الامر منکم کا، یہ تحریف قرآن ہے کہ نہیں؟ نہیں تو کیوں؟ ہے تو آپ

لوگوں کے یہ شیخ صاحب تحریف قرآن کر کے کافر مرتد ہوئے کہ نہیں ؟

اور تمام دیوبندی انہیں اپنا امام پیشوا مان کر کافر مرتد ہوئے کہ نہیں ؟

آنجہانی شیخ صاحب کی اس تحریف قرآن پر برسہا برس غیر مقلدین نے متنبہ کیا۔ اور دیوبندی ہی کے ماہنامہ رسالہ "تجلی" نے بڑے شد و مد کے ساتھ اس پر ریمارک لکھا ۔ مگر اب تک ایضاح الادلہ میں تصحیح نہ ہو سکی۔ وہی محرف آیت اب بھی چھپ رہی ہے۔

بولو اس تحریف پر مطلع ہونے کے بعد دیوبندیوں نے نہ تصحیح کی اور نہ اشاعت بند کی۔ ایضاح الادلہ کے یہ ناشرین طابعین تحریف قرآن پر راضی ہو کر بلکہ اس کی اشاعت میں ممد و معاون ہو کر کافر مرتد ہوئے کہ نہیں۔

ایک اور دیوبندی بزرگ کی تحریف قرآن

تذکیر الاخوان کے ص۶ پر سورہ روم کی یہ آیت کریمہ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا کی نقل میں دو تحریفیں کی ہیں۔

(۱) ایک من المشرکین کو غائب کر دیا ہے۔

(۲) دوسرے مِنَ الَّذِينَ کو کالذین لکھا ہے۔ "من" کو کاف سے بدل دیا ہے۔ یہاں بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے یہاں بھی متعین ہے کہ یہ مصنف کی غلطی ہے۔

اس پر ترجمہ شاہد ہے۔

دیوبندی مفتی بولیں اپنے ان قبلہ کے لئے کیا ارشاد ہے یہ تحریف قرآن کر کے کافر مرتد ہوئے کہ نہیں ؎

قاضی و محتسب و رند ہمہ مستاں اند
قصہ ماست کہ در کوچہ و بازار بماند

قول فیصل

قرآن کریم کی قرأت یا کتابت میں بلاقصد وارادہ لغزش یا غلط قرأت یا تلاوت کی عدم توجہ کی بنا پر تصحیح نہ کرنی، تحریف قرآن تو کیا معمولی گناہ بھی نہیں جس پر تمام امت کا اتفاق ہے اور اس قسم کی لغزش بہت سے اکابر کی کتابوں میں آج تک موجود ہے۔

(۱) ــــــ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علمی سے کون انکار کرسکتا ہے مگر ان کی مشہور و معروف کتاب مختصر المعانی نیز مطول میں آیت کریمہ "ورفع بعضھم درجٰت" یوں تحریر ہے ورفع بعضھم فوق بعض درجٰت۔ مختصر مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ ص۸۷ مطول مطبوعہ مجتبائی ص۸۲ اور حدیہ ہے کہ مختصر مطول کے تمام محشین حتّٰی کہ دسوقی تک خاموش۔ کیا کسی میں یہ جرأت ہے کہ وہ کہہ دے حضرت علامہ سعد الدین اور مختصر و مطول کے محشین نے تحریف قرآن کی۔

(۲) ــــــ حضرت ملا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی کی جلالت علم سے کون انکار کرسکتا ہے مگر ان سے بھی آیت کریمہ: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا کی نقل میں یہ تسامح ہو گیا ہے کہ:

"من احدھم ملءُ الارض ذھبا کی جگہ توبتھم ہو گیا مگر آج تک کسی نے ان حضرات کو نہ محرف قرآن کہا اور نہ اس لغزش پر لعن طعن کیا۔ یہ دیوبندیوں ہی کی اختراع ہے کہ بلاقصد وارادہ قرآن مجید کی تلاوت و کتابت میں غلطی ہو جانے پر نہ صرف قرأت و کتابت ہی میں غلطی ہو جانے پر یا غلط تلاوت سن کر یا غلط لکھی ہوئی آیت کی بوجہ عدم توجہ تصحیح نہ کرنے پر تحریف قرآن کا مجرم گردانتے ہیں۔

مگر اب دیکھنا ہے کہ اپنے حکیم الاسلام قاری طیب صاحب اور اپنے شیخ محمود الحسن صاحب اور اپنے تیسرے قبلہ مولوی سلطان حسن صاحب اور قاری صاحب کے نفس ناطقہ ارشاد مبلغ دیوبند کا دامن داغدار دیکھ کر دیوبندی دار الافتا کیا فتویٰ دیتا ہے ؎

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجہ جنوں
دے گا تمام عقل کے بخیئے اُدھیڑ تو

تلبیس نمبر ۸

اس نمبر میں قاری صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے خود اس کا اقرار کیا ہے کہ۔

"قرآن کریم میں کسی بات کا اثبات کیا گیا ہو اس کی نفی کر دی جائے اور کسی چیز کی نفی ہو۔ اس کا اثبات، تو وہ کافر ہے"۔

اور چونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے رسولوں کی شہادت کا انکار کیا ہے جو قرآن کا انکار ہے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بقول خود کافر ہو گئے۔ اس پر قاری صاحب نے بڑے غرور کے ساتھ یہ شعر پڑھا ہے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

مگر قاری صاحب کو کیا معلوم تھا کہ ان کے غرور کی بنیاد ہی کج ہے۔

ابھی ابھی میں دلائل قاہرہ سے ثابت کر آیا کہ ان آیات میں رسولوں کی شہادت کا ذکر نہیں۔ البتہ انبیاء کرام کی شہادت مذکور ہے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ انبیاء کرام کی شہادت کے قائل ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ ان آیات کا انکار نہیں۔ اور آیات کا انکار نہیں تو کفر بھی نہیں۔ اب قاری صاحب کو اپنے فریب نفس میں مبتلا ہو کر غرور کرنے کی سزا

یں ماتم کرنا چاہیئے اور اس کی تان پر یہ شعر پڑھتے رہنا چاہیئے ۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی بات چیت
بنتی نہیں ہے خلق کو دھوکا دیئے بغیر

تلبیس نمبر ۹

اس تلبیس کی تشریح میں لکھتے ہیں ۔

" رضا خوانی جماعت کے سب سے بڑے یعنی اعلیٰ حضرت بریلوی ہی توہین صدیقہ کے مرتکب ہیں ان کے رشحات فکر کا نتیجہ ہے ۔ کتاب کا تاریخی نام " حدائق بخشش " ہے اس کے صفحہ ۳۷ پر حضرت عائشہ کی شان میں جو گستاخانہ الفاظ درج کئے گئے ہیں ان کا لکھنا تو درکنار پڑھنا بھی دشوار معلوم ہوتا ہے ۔"

اس کے بعد وہ تین اشعار نقل کئے ہیں جو گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں ہیں جن کا تذکرہ اس حدیث صحیح میں ہے ۔ جو خود ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اور عامہ کتب حدیث حتیٰ کہ صحیحین میں مذکور ہے یہ اشعار حقیقت میں حدیث میں وارد لفظ ملارکسارہا کا قریب قریب ترجمہ ہے ۔

ان اشعار کی بنا پر مہتمم دیوبند کا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو نشانہ سب و شتم بنانا اسی فطرت کا نتیجہ ہے جو دیوبندی عوام و خواص کی ہے ۔

اگرچہ ان اشعار سے متعلق بار بار تحریری و تقریری مکمل صفائی دی جا چکی ہے مگر بد باطنی کا برا ہو کہ دیوبندی اب تک خاموش نہیں ہوئے ۔ ان توجیہات کا خلاصہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ انصاف پسند حضرات کو اطمینان ہو جائے ۔ تفصیل کے لئے فیصلہ مقدمہ شرعیہ اور دارالافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ کا مطالعہ کریں ۔

"مجھے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ کلام جواب تک چھپا نہیں ہے بڑی کوشش اور جانفشانی سے بریلی شریف و سرکار مارہرہ مطہرہ ، پیلی بھیت ورام پور وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات سے دستیاب ہوا جو آج برادران اہل سنت کی خدمت میں حدائق بخشش حصہ سوم کی شکل وصورت میں پیش کر رہا ہوں"

(۳) ——— مرتب نے یہ تفصیل نہیں بتائی کہ ان مختلف مقامات سے انھیں یہ کلام کن افراد کے ذریعہ اور کس کیفیت اور کس حال میں ملا۔

(۴) ——— ۱۳۴۲ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دونوں شہزادے حضرت حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند اور اجلہ خلفاء و تلامذہ مثلاً حضرت صدر الشریعہ وحضرت عبدالاسلام وحضرت صدر الافاضل وحضرت ملک العلماء وحضرت برہان ملت وحضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب سبھی بقید حیات تھے ان میں سے کسی کو اس کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ انھیں دکھایا جانا یا ان سے استصواب کرنا تو علیحدہ بات ہے۔

چنانچہ حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ بڑی حسرت سے اس فروگذاشت کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

"برسہا برس کے بعد اب جب مولانا مولوی محبوب علی صاحب نے اسے پنجاب میں چھپوایا تو خبر ملی کہ یونہی بے ترتیب چھاپ دیا اور یہ بھی کہا گیا کہ بعض کلام اعلیٰ حضرت کا معلوم نہیں ہوتا مولانا یا وہ شخص جس نے اس مجموعے میں وہ قصیدہ درج کیا اس کلام کو بھی اعلیٰ حضرت کا سمجھا اس لئے مجھے ناگوار بھی ہوا کہ یونہی اور ہم لوگوں میں سے کسی کو بے دکھائے چھاپ دیا۔ بارہا لوگوں کے سامنے میں نے اس پر اظہار ناراضگی کیا۔" (فیصلہ مقدمہ شرعیہ قرآنیہ ص۱۳)

(۵) ——— اب ہر ذی عقل منصف کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ کلام

جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے محفوظ کتب خانہ سے نہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے معتمدین کے ذریعہ نہیں بلکہ نامعلوم مجہول افراد کے ذریعہ مرتب تک پہنچا اس کے بارے میں تغیر و تبدل الحاق و ازدیاد سے مامون ہونے کی کیا گارنٹی ہے جیسا کہ ابھی حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ کا ارشاد گزرا کہ۔

"بعض کلام اعلیٰ حضرت کا نہیں معلوم ہوتا"

خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ مخالفین رام پور ہی کے ایک دسیسہ کار کے ذریعہ فتاویٰ رضویہ کے قلمی بیاض میں اضافہ کرا چکے ہیں جس کی تفصیل ۱۱۔ میں آتی ہے اس لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نہیں وہ اپنے اس قول میں حق بجانب ہیں اور جب یہی متیقن نہیں کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ہیں تو ان اشعار کی بنار پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو نشانہ سب و شتم بنانا دیانت نہیں خباثت ہے۔ علمار نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ کسی مسلمان کی جانب بلا ثبوت کسی کبیرہ کی نسبت جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ایسے سنگین ارتکاب کی۔

اب یہاں ایک سوال یہ باقی رہتا ہے کہ جب یہ متیقن نہیں کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ہی کے ہیں۔ تو پھر اسے حضرت غازی ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مجموعہ کلام میں داخل کیوں فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اکابر محدثین سے یہ فروگذاشت ہوگئی ہے کہ وضع پر مطلع نہ ہونے کی بنار پر رواۃ پر اعتماد کر کے۔ انھوں نے اپنی تصنیف میں موضوع احادیث درج فرمادی ہیں کیا وضع کا علم نہ ہونے کی بنار پر ان کا موضوع احادیث کا اپنی تصنیفات میں درج کرنا ان کے فسق و کفر کا موجب ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو حضرت غازی ملت کا بھی ان اشعار کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مجموعہ کلام میں درج کرنا ان لوگوں پر اعتماد کر کے جن کے ذریعہ

یہ ان کو ملے کسی سب وشتم کا موجب نہیں۔

یہ اشعار حضرت ام المومنین کے بارے میں نہیں

قاری طیب اور ان کی برادری کا یہ الزام کہ یہ اشعار حضرت ام المومنین کے بارے میں ہیں۔ سراسر فریب و دجل ہے۔

قطع نظر اس کے کہ یہ غلط ترتیب سے چھپے ہیں جس ترتیب سے چھپے ہیں وہی اس پر نص قاطع ہے کہ یہ ام المومنین کے بارے میں نہیں ہیں۔

ان تینوں اشعار کے اوپر جلی قلم سے لکھا ہوا ہے "علیحدہ" یہ اسی لئے لکھا گیا تھا کہ ہر آنکھ والا اسے دیکھ کر یہ سمجھ لے کہ اس کے بعد والے اشعار کا تعلق اوپر والے اشعار سے بالکل نہیں۔ اوپر والے اشعار حضرت ام المومنین کے مدح میں ہیں اور یہ اس سے علیحدہ تو ثابت ہو گیا کہ یہ اشعار ام المومنین کی مدح میں نہیں۔ مگر نابینائی خواہ ظاہری خواہ باطنی انسان کو ٹھوکر لگا ہی دیتی ہے۔

حضرت غازی ملت کا توضیحی بیان اور توبہ

ان اشعار کے بارے میں حضرت مرتب غازی ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنا بارہا توضیحی بیان اور اپنی غفلت پر توبہ کا اعلان کر چکے ہیں جو اخبار انقلاب بابت ۱۰ اگست ۵۵ء اخبار الوارث بابت ۱ جولائی ۵۵ء اور رسالہ ماہنامہ سنی لکھنؤ بابت ۲۴ جولائی ۵۵ء اور پوسٹروں میں بار بار شائع ہو چکا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قصیدہ کے سات اشعار ان گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں ہیں۔ جن کا تذکرہ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی شریف وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے یہ تین اشعار بھی انھیں سات اشعار میں سے تھے۔ یہ اشعار درحقیقت حدیث میں وارد کلمہ ملار کسار ھا کا قریب قریب ترجمہ ہیں۔ یہ سات اشعار ابتداءً کے تھے مگر ناقل کاتب

کی غلطی سے یہ تین اشعار وسط میں اور کچھ اشعار اخیر میں آگئے اور فساد پرست عناصر کو یہ شور مچانے کا موقع مل گیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان اقدس میں ایسے اشعار لکھ دیئے گئے۔

چونکہ حدائق بخشش حصہ سوم کی پوری ذمہ داری مرتب رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔ مرتب کو لازم تھا کہ وہ کاپی کی پوری تصحیح کرتے مگر وہ دیگر اپنی مصروفیات کی وجہ سے نقل و کتابت کے بعد تصحیح نہ کر سکے۔ اس لئے انھوں نے اپنی اس غفلت و فرو گذاشت پر توبہ کی اور اس کا اعلان بھی فرما دیا۔ اس توضیح اور توبہ کے بعد مرتب پر بھی کوئی الزام باقی نہ رہا۔

حدیث میں وارد ہے۔

رفع عن امتی الخطاء والنسیان — میری امت سے بھول چوک معاف ہے

قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ — اللہ عزوجل توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔

اب ان اشعار کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قرار دے کر اور اسے حضرت ام المومنین کی شان میں مان کر، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو حضرت عائشہ صدیقہ کی توہین کا مرتکب قرار دینا دیوبندیوں کی شرپسندی اشاعت فاحشہ کی ذلیل ترین اور شرمناک ترین حرکت ہے۔ آج وہ جو چاہیں کرلیں مگر کل کے لئے سن لیں۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ — وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کا چرچا ہو۔ ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

ایک اور الجھن کا ازالہ

بعض ذہنوں میں یہ بات ضرور کھٹکے گی کہ مشرکہ عورتوں ہی کے بارے

میں یہ تین اشعار حضرت غازی ملت نے شائع کیوں کیا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نہ سہی کسی کے تھے ان کی اشاعت کسی طرح مناسب نہیں۔ ایسے اذہان کی کھٹک دور کرنے کیلئے یوسف زلیخا کے چند اشعار ہدیہ ناظرین ہیں جو حضرت زلیخا کے بارے میں ہیں۔

دو پستان ہر یکے چوں قبہ نور　　حبابے خواستہ از عین کافور
دو نار تازہ بر رستہ زیک شاخ　　کف امید شان نا کردہ گستاخ
سر نیش کوہ ابا سیم سادہ　　چو کوہے کز کمر زیر او فتادہ

اور حضرت امیر خسرو کی ہشت بہشت کے دو شعر سن لیں۔

بر چو نارنج نو بشاخ درخت　　سخت رستہ ز صحبت دل سخت
رگ صافی بروں ز لطف بدن　　ہمچو رشتہ درون در عدن

ان سے قطع نظر قرآن کریم کی ان آیات کا ترجمہ دیکھ لیں سارا خلجان دور ہو جائے گا۔

حُوْرٌ عِیْنٌ ۔ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ ۔ کَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۔ اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا

تھانوی صاحب کی ام المومنین کی شان میں گستاخی

قاری صاحب یہ اشعار تو ام المومنین سے متعلق نہیں مگر ام المومنین کی اہانت کے شوق کی تسکین کے لئے ام المومنین کی شان میں فرض کر کے آپ اور آپ کے نوکر دن رات ڈھنڈھورا پیٹ رہے ہیں مگر آپ اپنے مرشد ثانی تھانوی صاحب کی اس جرأت کا کیا عذر تلاش کریں گے کہ وہ اپنے الافاضات الامداد بابت صفر ۳۵ھ میں لکھتے ہیں۔

”ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر (تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا مرا ذہن

معاً اسی ننی کمسن جورو کی طرف منتقل ہوا۔ اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تھا حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا۔ اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے۔"

انتہائی گیا گذرا انسان حتیٰ کہ بھنگی چمار بھی اپنے گھر ماں کے آنے کی خبر سن کر یہ خیال نہ کرے گا کہ کوئی نئی نویلی کمسن جورو ہاتھ آئے گی وہ بھی کون ماں، وہ ماں جن کی خاکپا پر کروڑوں مائیں قربان۔ وہ ماں جن کے حریم میں جبرئیل امین بے اذن نہ آئیں۔ وہ ماں جن کے دامن عفت پر دھول اڑانے والوں کے لئے وحی ربانی تازیانے لے کے آئے۔ وہ ماں جن کے تقدس و تطہیر کا شاہد رب العٰلمین ہے۔

مگر تھانوی جی کی ہوسناکی کا گلہ کس سے کیا جائے کہ جس طرح ساون کے اندھے کو ہر جگہ ہریالی نظر آتی ہے انھیں بڑھاپے میں ہر جگہ نئی نویلی دلہن کمسن جورو ہی دکھائی دیتی ہے اور کیوں نہ دکھائی دے۔ ع

پھڑکتا ہے چراغ سحر جب خاموش ہوتا ہے

نگرقاری صاحب آپ کیوں خاموش ہیں۔ بولئے اپنے مرشد ثانی کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

کیوں نہیں بولتے صبح کے طیور
کیا شفق نے کھلا دیئے سیندور

دیوبندیوں کے امام کاکوروی صاحب کی شیر خدا کی شان میں گستاخی

ایڈیٹر النجم امام الخوارج جناب کاکوروی صاحب امیر المومنین حضرت شیر خدا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"جناب امیر کی مجلس میں علانیہ فسق ہوتا تھا۔ اور آپ اس کو مطلقاً روا رکھتے تھے، روکنا اور منع کرنا تو درکنار آپ اس کو بیان کرنا فخر خیال فرماتے تھے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر ان باتوں کو بہت ذوق شوق سے دیکھتے تھے۔ ورنہ یہ کیوں کر فرماتے کہ وہ عورتیں بلند چھاتیوں والی ہیں یا پست سینوں والی۔ اسی جملہ کا کسی شاعر نے شعروں میں کیا خوب ترجمہ کیا ہے یشا رکھتا ہے۔

حیا و شرم کا پردہ اٹھایا شرم گینوں نے — سر مجلس نقابیں کھولدیں پردہ نشینوں نے
کیا عہد اطاعت نورسیدہ نازنینوں نے — ملائے ہاتھ ابھری چھاتیوں والی حسینوں نے

جو شرماتے تھے گھر میں مجلسوں میں بے نقاب آئے
جو گھونگٹ رات میں کرتے تھے دن میں بے نقاب آئے

افسوس جناب امیر نے خلافت کی طمع میں ان ناگوارا اور خلاف شرع باتوں کا کچھ بھی خیال نہ آیا اور علانیہ ظلم فسق ہوتے دیکھ کر فخریہ اپنے کلام معجز نظام میں درج فرمایا۔ جس خلافت کی ابتدا ان امور منہیہ سے ہو اس کے عواقب کا حال ظاہر ہے۔"

(النجم خلافت نمبر بابت ۲۱ اپریل ۱۹۳۴ء ص ۲۱)

العیاذ باللہ الغیاث باللہ یہ بیہودگی یہ گندہ الزام کس عظیم المرتبت ذات گرامی کے شان میں جن کے بارے میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اما ترضی ان تکون بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ جن کے لئے ارشاد ہوا۔
من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ امام الاولیاء رب العلمین یعسوب المسلمین
امیر المومنین خلیفۃ رحمۃ للعلمین اسد اللہ صہر رسول اللہ۔
کی شان میں اور اس پر دعویٰ سنیت نہ صرف سنیت بلکہ سنیوں کی امامت کا۔ اگر یہی سنیت ہے تو خارجیت کس کا نام ہے یہ کون بتائے۔

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی — میں کیا بتاؤں رات مجھے کس کے گھر ملے

قاری صاحب آپ کو اس کی کاہے کو خبر ہوگی اور اگر خبر ہوگی تو اس سے کیا۔ حضرت شیر خدا کی توہین تو آپ کے دل کا چین آنکھوں کا نور ہے اور کیوں نہ ہو۔ آپ کے مذہب کی بنیاد ہی محبوب بارگار کی اہانت پر ہے۔ آخر آپ کے امام نے آپ لوگوں کے عین ایمان تقویۃ الایمان میں لکھ ہی دیا ہے۔

"ہر مخلوق خواہ چھوٹی ہو، خواہ بڑی اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۳)

تمام اولیاء انبیاء اس کے آگے ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں

اللہ ہی کو مان اوروں کو مت مان اوروں کو ماننا خبط ہے۔

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

پھر آپ سے اس کی کیا شکایت کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وہ سب لکھ دیا مگر ایسے گندے گھنونے عقیدے رکھتے ہوئے آپ کو حق کیا ہے کہ دوسروں پر اعتراض کریں وہ بھی محض فرضی و جعلی بنیاد پر۔

تلبیس نمبر ۱۰

باد شمالی کی نافرمانی

زرقانی علی المواہب، سیرت حلبیہ، مدارج النبوۃ وغیرہ میں غزوہ احزاب کے اختتام کا یہ واقعہ مذکور ہے بہ نظر اختصار صرف مدارج کی عبارت پیش ہے۔

ابن مردویہ در تفسیر خویش از ابن عباس رضی اللہ عنہما نکتہ غریب آوردہ ولیلۃ الاحزاب باد صبا، با، باد شمال گفت در بیا تا رویم ورسول خدا را یاری دہیم

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب نکتہ نقل کرتے ہیں کہ لیلۃ الاحزاب میں باد صبا نے باد شمال سے کہا چلو رسول خدا کی مدد

باد شمال در جواب گفت ان الحرۃ لاتسیر باللیل زن آزاد سیر نمی کند در شب حق تعالیٰ بر شمالی غضب کرد و وے را عقیم گردانید۔	کریں۔ شمال ہوا نے جواب دیا شریف آزاد عورت رات میں نہیں نکلتی۔ حق تعالیٰ نے شمالی ہوا پر غضب فرمایا اور اسے بانجھ کر دیا۔

(جلد دوم صفحہ ۲۳)

سورہ احزاب میں مذکور ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا	ہم نے کافروں پر ہوا اور ایسا لشکر بھیجا جو تمہیں نظر نہ آیا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے کافروں پر ہوا بھیجی۔ اور حدیث میں ہے کہ پروائی نے شمالی سے کہا۔ چلو رسولِ خدا کی مدد کریں ان دونوں میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ حکم ربانی شمالی کو بھی ہوا مگر بذریعہ باد صبا، یعنی اللہ عزوجل نے باد صبا کو حکم دیا کہ تم اور شمالی دونوں جاؤ اور میرے حبیب کی مدد کرو۔ شمالی نے سرتابی کی۔ مورد غضب ہو کر سزایاب ہوئی۔

اگر یہ فرض کیا جائے کہ باد شمالی کو حکم ربانی نہیں ہوا تھا تو اسے مورد غضب ٹھہرانے اور سزا دینے کی وجہ کیا تھی؟

توضیح مزید کے لئے یوں سمجھئے۔ یہاں احتمالات تین ہیں۔

اول ——— حکم ربانی دونوں میں کسی کو نہیں تھا۔ بادِ صبا اپنی خوشی سے گئی تھی تو فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا فرمانا غلط ہوا۔

دوم ——— حکم ربانی صرف پروائی کو تھا اس نے اپنی طرف سے شمالی سے کہا۔ تو شمالی پر غضب اور اس کو سزا بے قصور ہوئی اور یہ ظلم ہوا۔

سوم ——— حکم دونوں کو تھا ایک کو براہ راست دوسرے کو بذریعہ بادِ صبا، باد صبا نے تعمیل حکم کی اور سرخرو ہوئی۔ شمالی نے نافرمانی کی سزایاب ہوئی۔ یہی ہمارا مدعا ہے۔

مولانا مفتی محمد احمد صاحبان کی بھی ہے ــــ اور مولانا مفتی زاہد القادری صاحب سابق مفتی آستانہ بھی اس سے متفق ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے دار الافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ۔

حد تو یہ ہے کہ جب بمبئی میں یہ فتنہ اٹھا تو فتنہ پروروں کا ایک وفد مسٹر ابو الکلام آزاد کے پاس گیا۔ اور یہ قصہ پیش کیا۔ انھوں نے برجستہ کہا۔

"مولانا احمد رضا خان ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں
میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان سے توہین نبوت ہو"

حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کے لئے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کی حمایت میں انکار کر رہے ہیں۔ لیکن حضرت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادگان و مولانا مفتی زاہد القادری کے بارے میں تو اس بدگمانی کا کوئی موقع ہی نہیں یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نہ مرید ہیں نہ تلمیذ، ان کی اس بارے میں رائے ہر قسم کے دباؤ اور حمایت بیجا سے بری ہے۔ اور مسٹر ابو الکلام آزاد تو ایک طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے کدورت بھی رکھتے تھے مگر اس مسئلہ میں ان کے منہ سے بھی کلمۂ حق ہی نکلنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قلم ان اشعار کے تلوث سے پاک ہے۔

ناظرین اپنی مزید تشفی کے لئے مندرجہ ذیل باتوں پر غور کریں۔

(۱) ــــــ حدائق بخشش کے دو حصے ۱۳۲۵ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ میں چھپے اور یہ تیسرا حصہ ۲۷ سال بعد ۱۳۴۲ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے دو سال بعد مرتب ہوا۔ اور غالباً ۱۳۶۶ھ میں پہلی بار طبع ہوا۔

(۲) ــــــ مرتب رحمۃ اللہ علیہ کو اس تیسرے حصے میں مندرج کلام کیسے ملا۔ اس کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں۔

اسی واقعہ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے الملفوظ حصہ چہارم ص۶ پر بیان فرمایا ہے کہ :-

"جب مجمع ہوا کفار کا، مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں غزوۂ احزاب کا واقعہ ہے۔ رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی۔ شمالی ہوا کو حکم ہوا۔ جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے اس نے کہا الحلائل لا یخرجن باللیل بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں فاعقمہا تو اللہ نے اس کو بانجھ کر دیا۔ اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا"

اس پر قاری صاحب کے تین اعتراض ہیں۔

اوّل :_____ یہ کہ خدا کا حکم شمالی ہوا پر نہیں چلا۔

دوم :_____ یہ کہ یہ دعویٰ کہ شمالی ہوا سے پانی نہیں برستا کس مستند حدیث سے ماخوذ ہے۔

سوم :_____ یہ کہ واقعات بکثرت شاہد ہیں کہ ہندوستان کے طول و عرض میں شمالی ہوا سے پانی برستا ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کا پہاڑ سے بڑا جھوٹ ہے۔

پہلے اعتراض کے جواب میں گزارش ہے کہ یہ آپ کا سراسر بہتان ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ لکھا ہے۔ یا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلام سے یہ بات بطور لزوم ہی سہی نکلتی ہے۔ کہ شمالی ہوا پر اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چلا۔ جو واقعات اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بیان فرمائے ہیں۔ ان سے ظاہر یہ ہے کہ شمالی ہوا نے حکم خداوندی کی تعمیل نہیں کی تعمیل حکم نہ کرنے اور حکم نہ چلنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر قرآن کریم کی تحریف لفظی و معنوی کے پرانے مجرموں سے اس کی کیا شکایت "حکم نہ چلنا حاکم کے عجز کی دلیل ہے۔ اور کسی سرکش کا تعمیل حکم نہ کرنا اور تمرد و نافرمانی کی سزا پانا عجز کی

دلیل نہیں۔ بلکہ حاکم کے قادر ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں دوسری صورت ہے پہلی نہیں، مگر یہ مہتمم دیوبند کی حکمت عملی ہے کہ جو بات اس قادر قیوم کی قدرت کاملہ ذوالبطش الشدید ہونے پر دلیل تھی۔ الفاظ کے ہیر پھیر سے اسے اس کے عجز کی دلیل بنا دیا۔ ناظرین غور کریں۔

۱ ـــــــــ اللہ عزوجل نے ابلیس لعین کو حکم دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کر اس نے سجدہ نہیں کیا۔ یہ شیطان کی سرکشی و نافرمانی ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ شیطان نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ شیطان پر اللہ کا حکم نہیں چلا۔

۲ ـــــــــ اللہ عزوجل نے جن و انس کو حکم دیا کہ ایمان لاؤ۔ اکثر نے نافرمانی کی۔ اس کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اکثر نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا۔

۳ ـــــــــ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اوامر شرعیہ کی پابندی کرو نواہی سے بچو۔ اکثر نے نافرمانی کی اس کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اکثر نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا۔

اسی طرح باد شمال کو اللہ عزوجل کا حکم ہوا کہ کافروں کو نیست و نابود کر اس نے نافرمانی کی۔ اس کی بھی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اس نے تعمیل حکم نہیں کی نافرمانی کی۔ اس کو بدل کر یوں کہنا کہ اس سے یہ لازم آیا کہ اللہ عزوجل کا حکم باد شمال پر نہیں چلا۔ دنیائے صحافت کا بدترین جرم ہے

مہتمم دیوبند کا اللہ عزوجل کو عاجز ماننا

مہتمم صاحب اگر کسی نافرمان سرکش کے حکم خداوندی نہ ماننے کا یہ مطلب ہے کہ اس پر اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا جو یقیناً اللہ عزوجل کے عاجز ہونے کے مرادف ہے۔ تو لازم ہے کہ جب شیطان نے حکم ربانی کے باوجود حضرت

آدم کو سجدہ نہیں کیا تو یہ اللہ عزوجل کا عجز ہوا۔ اکثر جن وانس نے حکم الٰہی کے باوجود ایمان قبول نہیں کیا۔ تو ہر ہر کافر کی تعداد کے برابر اللہ عزوجل کا عجز ہوا۔ اگر مسلمانوں نے حکم خداوندی کے باوجود اوامر کی پابندی نہیں کی نواہی سے اجتناب نہیں کیا تو عاصیوں کی گنتی کے برابر اللہ عزوجل کا عجز ہوا۔ بلکہ نظر دقیق سے دیکھئے تو اللہ عزوجل کے عجز کی گنتی محال عادی ہوگی۔ جتنے ایمان کے افراد ہیں ان افراد میں جس جس کو ایک کافر نے نہیں مانا اتنے عدد صرف ایک کافر سے متعلق عجز ہوا۔ مثلاً فرعون نے خدا کو نہیں مانا۔ یہ ایک ہوا۔ اپنے کو خدا کہلایا۔ یہ دو ہوا۔ حضرت موسیٰ کو رسول نہیں مانا۔ یہ تین ہوا۔ توراۃ کو خدا کی کتاب نہیں مانا یہ چار ہوا۔ فرشتوں کو نہیں مانا۔ فرشتوں کی تعداد کے برابر الگ الگ عجز ہوا۔

بولئے مہتمم صاحب آپ کی تشریح پر خدا کے عجز کی کوئی گنتی ہو سکتی ہے؟ اور لطف یہ کہ اللہ عزوجل کا یہ عجز قرآن واحادیث سے ثابت ہوگا۔ بولئے پھر کیا آپ تیار ہیں کہ یہ مان لیں کہ اللہ عزوجل جبًا ز قہاراً قادر قیوم نہیں؟ عاجز ودرماندہ ہے۔ مگر آپ لوگوں سے کیا مستبعد۔ جب کہ آپ لوگ کاذب مان چکے۔ سچ ہے۔ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ

حیوانات ونباتات میں بھی مادہ معصیت ہے

اس اشتہار میں تو قاری صاحب گول کر گئے۔ مگر بولیا وغیرہ کے مناظروں میں ان کے مشہور ومعروف ملازم مبلغ دیوبند ارشاد صاحب نے یہ کہا تھا کہ۔

"اللہ عزوجل کی نافرمانی کا مادہ صرف جن وانس میں ہے ان کے علاوہ اور کسی مخلوق میں نہیں"

اس کا جو جواب وہاں مناظر اہلسنت علامہ ارشد القادری نے دیا

تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس اشتہار میں ان مردودات کو نہیں لوٹایا مگر اس کا امکان ہے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق کبھی پھر اسے اچھالا جائے اس لئے اس کا بھی قلع قمع کر دیا جانا ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس ارشاد میں یہی افادہ فرمایا ہے کہ مادہ معصیت حیوانات، نباتات، جمادات میں بھی ہے۔ دو سطر اوپر ہے۔

"ان (حیوانات و نباتات، جمادات) میں مادہ معصیت بھی ہے ان کے لائق جو سزا ہوتی ہے وہ ان کو دی جاتی ہے۔ اہل کشف فرماتے ہیں۔ تمام جانور تسبیح کرتے ہیں۔ جب تسبیح چھوڑ دیتے ہیں اسی وقت ان کو موت آتی ہے ہر پتا پتا تسبیح کرتا ہے جس وقت تسبیح سے غفلت کرتا ہے اسی وقت درخت سے جدا ہو کر گر پڑتا ہے اسکے بعد وہ عبارت ہے۔ جب مجمع ہوا کفار کا۔ الخ

بادشمالی کی نافرمانی اور سزایابی کا واقعہ اسی کے استشہاد میں بیان فرمایا ہے۔ مزید ثبوت پیش ہے۔

بخاری میں ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بقتل الوزغ وقال وکان ینفخ علی ابراھیم علیہ السلام	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا وہ ابراہیم علیہ السلام پر پھونکتا تھا۔

حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں گرگٹ ہی کے بارے میں دوسری حدیث یہ ذکر فرمائی۔

اگر بیت المقدس سوزد وزغ نفخ کند	اگر بیت المقدس جلے تو گرگٹ اس میں پھونک مارے

غالباً آتش نمرود اور جلتے ہوئے بیت المقدس پر پھونک مارنا دیوبندیوں کے نزدیک سب سے بڑی عبادت ہوگی؟

ابن راہویہ نے اپنی مسند میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ماصید صید ولا عضدت عضاۃ — جو جانور بھی شکار ہوتا ہے۔ جو درخت کاٹا
ولا قطعت وشیجۃ الا بقلۃ التسبیح — جاتا ہے وہ تسبیح کی کمی کی وجہ سے۔

(تاریخ الخلفاء اشرفی ص ۹۲)

امام احمد کتاب الزہد میں میمون بن مہران سے راوی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک چوڑے بازو والا مردہ کوا لایا گیا اسے دیکھ کر فرمایا۔

ماصید من صید ولا عضت من شجرۃ — کوئی شکار نہیں کیا جاتا اور کوئی درخت
الا ضیعت من التسبیح — کاٹا نہیں جاتا۔ مگر جب کہ تسبیح ضائع کرے۔

(ایضاً ص ۱۰۳ اشرفی بکڈپو)

تفسیر مدارک میں زیر آیت کریمہ۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ

امام سُدی سے مروی ہے۔

قال علیہ السلام ما اصطید حوت فی البحر ولا طائر یطیر الا بما یضیع من التسبیح اللہ تعالیٰ (ص ۲۰۶ ج ۱) — حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سمندر میں کوئی مچھلی اور کوئی پرندہ شکار نہیں ہوتا مگر اس سبب سے کہ وہ تسبیح ضائع کرتا ہے

اگر حیوانات و نباتات میں مادۂ معصیت نہیں تو وہ جس تسبیح کے مامور ہیں کیوں ترک کر کے سزا پاتے ہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز اپنی تفسیر پارہ عم میں ناقل۔

از حضرت ابن عباس و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم مرفوعاً و موقوفاً روایت آمدہ است کہ در روز فصل و قضا بعد از انکہ جانوران باہم قصاص گرفتہ خواہند فرمود کہ — حضرت ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت آئی ہے۔ روز جزا بعد اس کے کہ جانور آپس میں قصاص لے چکیں گے

اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ۔

"اعلیٰ حضرت بریلوی کا درجہ صحابہ کرام سے زیادہ تھا۔"

اس کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ وصایا کے صفحہ ۲۴ پر جناب مولوی حسنین رضا خاں تحریر فرماتے ہیں۔

"کہ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ ان کو (اعلیحضرت کو) دیکھ کر صحابہ کرام کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔"

اس کا جواب آج سے چھبیس ۲۶ سال پہلے "قہر خداوندی" میں دیا جا چکا ہے پھر "العذاب الشدید" پھر "برق خداوندی" بیس بیس سال پہلے چھپ چکا ہے مگر دیوبندی اس کے جواب سے آنکھ بند کر کے ابلہ فریبی گمراہ گردی کے لئے اسے اب بھی باربار زبان پر لاتے رہتے ہیں، ہم یہاں برق خداوندی کا جواب بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔

"حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ غلط چھپ گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب وہابی تھا جس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا۔ اہم کاموں میں مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ (وصایا شریف) بغیر تصحیح کے شائع ہو گیا۔ اصل عبارت یہ تھی۔

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آ گیا یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔

اس عبارت کو اس وہابی کاتب نے تحریف کر کے یہ لکھ ڈالا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم

ہو گیا چونکہ میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے اس لئے
مخالفین کا احسان مانتے ہوئے کہ انھوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع
کیا اپنی غفلت پر توبہ کرتا ہوں۔ وصایا شریف صـ۲۴ میں اس عبارت
کو کاٹ کر عبارت مذکورہ بالا لکھ لیں۔

حضرت جی! اگر آپ کے حصہ میں شرم نہیں آئی ہے تو کسی سے منگنی مانگ
لیتے۔ چھتیس ۳۶ سال سے جب برابر اعلان ہو رہا ہے کہ یہ عبارت غلط چھپی ہے۔
کاتب کی خیانت ہے پھر بھی اس پر اعتراض کرنا۔ ایسا زبردست مکر و کید ہے
جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

دیوبندیوں پر جب ان کی کفری عبارتوں پر ہمارے طرف سے دار و گیر
شروع ہوئی تو انھوں نے تقیہ کر کے سنی بن کے ہماری کتابوں میں تحریف کی ایک
منظم تحریک چلا رکھی ہے۔ دیوبندیوں کی دسیسہ کاری کا یہی ایک واقعہ نہیں
بیسوں واقعات ہو چکے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ کریں۔

۱ ـــــــ ایک رام پوری دیوبندی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت
میں سنی بن کر آیا بعض مسائل لکھوائے۔ نقل کے لئے فتاوی رضویہ کی جلد ہشتم
عطا ہوئی اس میں ایک مسئلہ یہ تھا۔

"شریعت میں ثواب پہنچانا ہے۔ دوسرے دن ہو یا تیسرے
دن۔ باقی یہ تعین عرفی ہے جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری
جاننا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس تقیہ باز دیوبندی نے بین السطور "جہالت ہے" کے بعد "و بدعت"
بڑھا دیا قلمی فتاوی میں غیر قلم کا لکھا ہوا، سطر سے اوپر اب تک موجود ہے۔
(فتاوی رضویہ جلد دوم صـ۴۸۳)

پھر یہی محرف فتاوی رشیدیہ میں چھاپا گیا اس سے اندازہ کر لیں کہ اس
سازش کی بنیاد کہاں تک ہے۔

خاک شوید۔ حکم ہوگا کہ خاک ہو جاؤ۔

اگر جانوروں نے کوئی گناہ نہیں کیا تو قصاص کیسا اور اگر گناہ کیا تھا تو ان میں مادہ معصیت موجود۔ احادیث و تفاسیر سے یہ بات ثابت ہے کہ جن وانس کے علاوہ حیوانات وغیرہ بھی اللہ عزوجل کی نافرمانی کرتے ہیں اور اسکی سزا بھگتتے ہیں۔ مگر دیوبندیوں کا ان احادیث کے علی الرغم یہ عقیدہ ہے کہ حیوانات وغیرہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ جن وانس کے علاوہ بقیہ تمام مخلوقات دیوبندیوں کے عقیدے کے مطابق معصوم ہیں۔

قاری صاحب آپ بتائیے اس خصوص میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور بتائیے کیا اب بھی آپ میں یہ ... ہے کہ ان نافرمان حیوانات و نباتات کی نافرمانی پر یہ کہہ د... کہ ان پر اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا۔؟

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اوپر روایت گذری ویرا عقیم کرد اللہ نے اسے بانجھ کر دیا۔ بانجھ کر دیا کا مطلب یہی ہے کہ اس سے پانی نہیں برستا۔

تیسرے اعتراض کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی عداوت میں دیوبندی اتنے اندھے بہرے ہیں کہ انھیں کچھ سوجھائی نہیں دیتا۔

اے عقل کے دشمنو! یہ واقعہ عرب شریف کا ہے۔ عربوں سے پوچھ لو وہاں باد شمالی سے کبھی پانی نہیں برستا۔ ہندوستان پر عرب کو قیاس کرنا وہ مجتہدانہ قابلیت ہے جس پر ان کے بھائی غیر مقلدین بھی جھوم اٹھتے ہوں گے۔

تلبیس نمبر ۱۱

مہتمم دیوبند نے اس نمبر میں اہلسنت کے سر یہ الزام رکھا ہے کہ

۲ ــــــــ صدر الافاضل استاذ العلما حضرت مولانا الحاج محمد نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر خزائن العرفان مع ترجمہ اعلیٰ حضرت تاج کمپنی لاہور نے چھاپا ہے۔ اس میں چوبیس جگہ وہابی کاتب نے تحریف کی۔ بطور نمونہ چند ملاحظہ کریں۔ سورۂ ہود شریف کی آیتِ کریمہ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا کی تفسیر کی اصل عبارت یہ ہے۔

"اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں۔ اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہتے ہیں، اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں گمراہی سے بچائے۔

وہابی کاتب نے اسے یوں بدل دیا۔

"اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔"

۳ ــــــــ سورۂ اسراء کی آیتِ کریمہ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ کی تفسیر میں اصل عبارت یوں ہے۔

"اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔"

اسے وہابی کاتب نے یوں لکھا ہے۔

"مقرب بندوں کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز نہیں۔"

اسی سورۂ مبارکہ کی آیت مبارکہ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَلَا یَمْلِكُوْنَ الآیۃ کے تحت تفسیر میں ہے۔

" جب بتوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انھیں پکارو وہ تمہاری مدد کریں گے۔"

یہودی صفت اس وہابی کاتب نے یہاں لکھ مارا۔

"جب مقرب لوگوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انھیں پکارو۔"

دیوبندی فقہ کالم کی چیرہ دستیاں ایک طرف تو یہ ہیں دوسری طرف ان کے بڑے بڑے عمائد فرضی کتابوں سے فرضی عبارتیں گڑھ گڑھ کر اپنے عقیدے کی تائید میں پیش کرتے تھے چنانچہ پوری دیوبندی برادری کے شیخ الاسلام اور قاری صاحب کے مخصوص نوکر ٹانڈوی صاحب تک اس جعل و فریب میں ملوث ہیں۔

ا۔ ٹانڈوی صاحب اپنے مشہور و معروف کالی نامہ میں، حفظ الایمان کی کفری عبارت کی تائید میں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جد طریقت حضور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی فرضی کتاب خزینۃ الاولیاء کی یہ جعلی عبارت گڑھ لی۔

"علم غیب صفت خاص ہے رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔"

(الشہاب الثاقب ص۱۳۱)

اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے جد امجد مولانا رضا علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے دوسری کتاب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ سیتاپور گڑھ کر اس کی یہ عبارت بنالی۔

"حضور سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بواسطہ تھا۔" ایضاً

قاری صاحب اور جملہ دیوبندیو! اگر اپنے شیخ الاسلام کی بڑائی کا تمھیں پاس ہے تو لاؤ دکھاؤ حضور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کون سی ایسی کتاب بنام خزینۃ الاولیاء ہے جس میں مذکورہ بالا عبارت ہے۔ حضرت مولانا رضا علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ کتاب بنام ہدایۃ الاسلام کہاں ہے جس میں شیخ ٹانڈوی کی ذکر کردہ عبارت درج ہے اور اگر تم نہیں دکھا سکتے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر تمھارے اگلے پچھلے سب اکٹھے ہو جائیں پھر بھی کہیں نہیں دکھا سکتے۔ تو اقرار کرو کہ تمہارے مذہب کی بنیاد افتراء، بہتان دجل و فریب

جعل واختلاق پر ہے۔

دیوبندیوں کے افترا، بہتان دسیسہ کاری کے وہ حقائق ہیں جو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں تو پھر ایسی قوم سے کیا مستبعد کہ وہ اپنی برادری کے مشن کو کامیاب کرنے کے لئے اہلسنت کے اداروں میں گھس آئیں اور اہلسنت کی کتابوں میں تحریف کریں اس لئے مولانا حسنین رضا خاں صاحب مدظلہ العالی کے اس بیان میں بھرپور صداقت ہے کہ مطبع حسنی میں وہابی کاتب تقیہ کر کے ملازم ہو گیا اور اس نے وصایا شریف کی عبارت بدل دی۔

دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی افضل الصحابہ کے رتبہ پر فائز تھے

مہتمم دیوبند کے استاذ فرسٹ پیر محمود الحسن دیوبندی، دیوبندیوں کے پیران پیر گنگوہی جی کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے
شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی

صدیق افضل الصحابہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور فاروق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب خاص ہے۔ اس لئے اس شعر کا صریح مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی کے عقیدے کے مطابق "گنگوہی" بیک وقت ابوبکر صدیق بھی تھے اور عمر فاروق بھی۔ اور یہ حضرات باتفاق اہل سنت تمام صحابہ سے افضل تو لازم ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی تمام صحابہ سے افضل اور حضرات شیخین کے ہم رتبہ تھے۔

گنگوہی جی منصب رسالت پر فائز

حضرات شیخین کے مرتبہ ہی پر نہیں ان سے بدرجہا افضل انبیاء کرام سے بھی اونچے منصب رسالت پر گنگوہی جی اور ان کے رفیق جانی نانوتوی

جی بڑا جمان تھے یہی شیخ الہند فرماتے ہیں۔

شرک و بدعت سے کیا صاف رہ سنت کو
پھر غلط کیا ہے کہ ہیں ناسخ ادیاں دونوں

ناسخ ادیاں ہونا رسول کا خاصہ ہے گنگوہی اور نانوتوی کو ناسخ ادیاں کہہ کر درپردہ ان دونوں کی رسالت کا اعلان ہے اور رسول تمام انبیاء کرام سے افضل تو لازم کہ یہ دونوں جملہ صحابہ اور انبیاء کرام سے بھی افضل تھے۔

گنگوہی جی کی حضرت عیسیٰ پر برتری

اسی میں یہی مہتمم دیوبند کے فرسٹ پیر صاحب گنگوہی جی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر برتری کا اعلان بہانگ دہل یوں کر رہے ہیں۔

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مشہور معجزہ مردوں کو زندہ کرنا تھا، مگر زندوں کو مرنے نہ دینا یہ ان کا اعجاز ثابت نہیں گنگوہی جی کو ان پر ایک درجہ آگے بڑھا کر یہ کہا جا رہا ہے کہ ہمارے گنگوہی مُردے تو جلاتے ہی تھے زندوں کو مرنے بھی نہیں دیتے تھے آؤ اے ابن مریم تم بھی دیکھ لو۔

شیخ ٹانڈہ مقام محمدی پر محکم

یہ نہیں کہ صرف ان کا ایک ہی مولوی ایسا ہو این خانہ تمام آفتاب است شیخ ٹانڈہ کے بارے میں شیخ الاسلام نمبر میں صفحہ ۴۹ پر ہے۔

جلال عشق مصاف خودی جہاد و ستیز
حسین با بمقام محمدی محکم

عشق کے جلال خودی کی جنگ جہاد اور لڑائی میں ہمارے حسین احمد مقام

محمدی پر پختگی کے ساتھ قائم تھے۔

قاری صاحب بولئے! مقام محمدی پر شیخ ٹانڈہ کو محکم مان کر ان کو تمام صحابہ تمام انبیاء جملہ رسول سے افضل مانا کہ نہیں اور یہ خاتم النبیین کا انکار ہے یا نہیں؟

تھانوی صاحب کی نبوت اور دیوبندیوں کا نیا کلمہ

یہی نہیں کہ دیوبندی صرف زبانی اپنے مولویوں کی نبوت و رسالت کا اعلان کرتے ہیں۔ ان کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں۔ اٹھا کے دیکھو رسالہ الامداد بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ جس میں ایک دیوبندی نے اشرف علی رسول اللہ پڑھا۔ اللھم صل علیٰ سیدنا نبینا و مولانا اشرف علی پڑھا خواب میں بھی اور بیداری میں بھی۔

جب تھانوی صاحب کو اس کی اطلاع دی تو انھوں نے یہ لکھا اس میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع ہوتے ہو وہ متبع سنت ہے۔

دیوبندی مولویوں کے لئے خدائی کا اثبات

گنگوہی جی رب العلمین ہیں منصب رسالت ہی پر بس نہیں ان کے ایک چھوڑ دو دو مولوی خدا بھی تھے۔ لیجئے مرثیہ گنگوہی میں ہے۔

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

مربی خلائق ہم معنی ہے رب العلمین کا۔ اور رب العلمین اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے تو ثابت ہوا کہ دیوبندی گنگوہی کو رب العلمین اور خدا مانتے ہیں۔

شیخ ٹانڈہ انسان کے بھیس میں خدا ہیں

شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۵۹ پر ہے۔

"تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرش عظمت و جلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کرسکتے کہ رب العٰلمین اپنی کبریائی پر پردہ ڈال کے تمہارے گھروں میں آکر رہے گا؟ تم سے ہم کلام ہوگا؟ تمہاری خدمتیں کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا۔
تو پھر میں کیا دیوانہ ہوں مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں؟ نہیں بھائیو! یہ بات نہیں ہے، سڑی ہوں نہ سودائی۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے مگر سمجھ کا ذرا سا پھیر ہے۔ حقیقت و مجاز کا فرق ہے۔ تو پھر خدارا بتاؤ کہ جن آنکھوں نے گزی گاڑھے میں ملفوف اس بندے کو دیکھا ہے وہ کیوں نہ کہیں ہم نے خود اللہ بزرگ برتر کا جلوہ اپنی اس سرزمین پر دیکھا ہے۔"

ہندو غریب گلی گلی پکارتے پھرتے ہیں بھگوان کبھی ایک دن انسان بن کے دیکھ مگر ان کے ایشور نے ان کی پرارتھنا نہ سنی لیکن دیوبندیوں کو بن پرارتھنا اللہ بزرگ برتر حسین احمد کے روپ میں آگیا اسی کو کسی نے کہا ہے۔

شعر: بن مانگے موتی ملے، مانگے ملے نہ بھیک

شیخ ٹانڈہ کے لیے سجدہ

ٹانڈوی صاحب جب انسانی روپ میں دیوبندیوں کے عقیدے میں خدا تھے تو دیوبندیوں نے بلا دریغ انھیں سجدہ بھی کیا ہے۔ لیجئے شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۳۶ پر ہے۔

وخضعوا له اعناقهم
وجباههم تائبوا
وللاذقان خروا

ان لوگوں نے حضرت (ٹانڈوی) کے روبرو اپنی گردنوں پیشانیوں کو جھکا دیا وہ لوگ تائب ہوئے اور منہ کے بل سجدہ کرتے

سجدا ہوئے گر پڑے۔

بولیے مہتمم صاحب یہ کون دھرم ہے۔

نہ تم صدمے نہیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

تلبیس نمبر ۱۲

اس نمبر میں قاری صاحب نے ہم اہل سنت پر یہ افترا کیا ہے کہ ہم یہ مانتے ہیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پیر بھائی کی قبر میں روضہ انور کی خوشبو ہے اور یہ کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے سرور دو جہاں کی امامت کی ثبوت میں الملفوظ حصہ دوم ص۱۲ کی یہ عبارت پیش کی ہے۔

"جب مولوی برکات احمد کا انتقال ہوا اور دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی ان کے انتقال کے بعد مولوی سید احمد صاحب مرحوم، خواب میں زیارت حضور سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا کہ برکات احمد کی نماز جنازہ پڑھنے الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھائی۔

ان دونوں افترا ات کی پردہ دری علماء اہلسنت متعدد بار کر چکے ہیں۔

(۱)______ سب سے پہلے ۱۳۵۱ھ میں رنگون کے وہابیوں نے یہ افترا کیا اس کا جواب اسی وقت صیحۂ رنگون برحزب بندگان شیطان ملعون میں دیا گیا۔

(۲)______ پھر یوپی کے دیوبندیوں نے دہرایا اس کا رد جماعت رضائے مصطفےٰ کی جانب سے ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا۔

(۳)______ پھر بمبئی کے دیوبندیوں نے اچھالا اس کی ۱۳۵۵ھ میں

بمبئی کے سنیوں نے دھجیاں بکھیر دیں۔ دیکھو قہر خداوندی۔

(۴) ـــــــ پھر مبارک پور کے دیوبندیوں نے لوٹایا اس کا دندان شکن جواب "العذاب الشدید" میں دیا گیا۔

(۵) ـــــــ پھر بکھیڑوی نے اپنے کچا چٹھا میں ذکر کیا جس کا قاہر رد "برق خداوندی" میں ہوا۔

اس کے علاوہ مناظروں میں اس پر دیوبندیوں کی پوری درگت جو بنی ہے وہ اس شمار سے باہر ہے۔ انصاف کا مقتضٰی تو یہ تھا کہ اہل سنت کے جوابات کا رد کرتے۔ مگر آج تک کسی دیوبندی کو اس کی جرأت نہیں ہوئی اور بے حیائی سے اسی مردود مطرود افترار کو بار بار دہراتے رہتے ہیں اور یہی مہتمم دیوبند نے کیا ہے۔ ٭ ان کی طمانیت کے لئے پھر اس افترار کا پردہ چاک کرنا ضروری ہے۔

حکیم برکات احمد صاحب سے متعلق عبارت کی توضیح

الملفوظ شریف کی اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ حکیم برکات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقبول بارگاہ رسالت تھے۔ ان کے انتقال پر سرکار نے ان پر کرم خاص فرمایا نماز جنازہ میں تشریف لائے اور قبر پر جلوہ فرمایا۔

مقبولان بارگاہ پر سرکار کے اس قسم کے کرم کی صدہا مثالیں، علماء و مشائخ کے حالات میں موجود ہیں پھر اگر حکیم برکات احمد صاحب پر یہ کرم ہوا تو دیوبندی کیوں چیں بجبیں ہیں۔

دیوبندی عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے

اصل بات یہ ہے کہ دیوبندیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے جیسا کہ ان کے سید الطائفہ نے تقویۃ الایمان صفحہ ۵۰

پر لکھا ہے۔

"میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"

اب جب یہ سنتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی خادم کے گھر تشریف لائے کسی کے جنازہ پر کرم فرمایا کسی کی قبر پر رونق افروز ہوئے تو چیخنے چلانے لگتے ہیں کہ ہائے ہائے اس سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدہ فنا ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات حقیقی جسمانی

لیکن ہم اہل سنت کا چونکہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہ حیات حقیقی جسمانی دنیوی زندہ ہیں اور یہ قدرت رکھتے ہیں کہ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں اس لئے ہمارے نزدیک نہ اس میں استبعاد ہے نہ ہمیں تحیر اور یہی تمام امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں۔

وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر احوال امت مطلع است و بر مقربان و خاصان درگاہ خود ممد و مفیض و حاضر و ناظر است۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے احوال پر مطلع اور اپنے مقربان و خاصان درگاہ کے مددگار اور فیض بخش اور حاضر و ناظر ہیں۔

سلوک اقرب السبل میں فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت

باوجود ان اختلافات و کثرت مذاہب کے جو علماء امت میں ہیں کسی ایک شخص کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ بغیر شائبہ مجاز و توہم تاویل کے دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر اور حقیقت کے طلب گاروں

باِمفیض و مربی	اور آنحضور کی طرف توجہ کرنیوالوں کے لئے فیض رساں اور تربیت فرماہیں۔

ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

لان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام	اس لئے کہ روح نبوی تمام مسلمانوں کے گھروں میں جلوہ فرماہے۔

جب تمام اُمت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ اور باقی ہیں۔ حاضر ناظر ہیں تو پھر کسی برگزیدہ بارگاہ امتی کی قبر پر تشریف لانا جنازے میں شرکت فرمانا ہرگز ہرگز قابل اعتراض نہیں جو اعتراض کرے وہ جاہل فسادی اور ہٹ دھرم ہے۔

دیوبندیوں کے عقیدے میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے مُلّوں کے باورچی ہیں

دیوبندیو! تمھیں اپنے اس عقیدے کی بنار پر کہ حضور جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم مرکرمٹی میں مل گئے حکیم برکات احمد صاحب مرحوم کی قبر پر تشریف لانا قابل اعتراض نظر آیا۔ مگر اپنے پیران پیر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ان کے مہمانوں کے کھانا پکانے کے لئے آنا قابل اعتراض نہیں سوجھائی دیا۔ دیکھو تذکرۃ الرشید میں ہے۔

"ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا اعلیٰ حضرت (حاجی صاحب)

کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہٗ سے شروع ہوئی۔" (تذکرۃ الرشید ص۲۶ ج ۱)

کیوں قاری صاحب کسی سنی مرتاض بزرگ کی قبر پر سرکار کا تشریف لانا تمہارے نزدیک محال ہے۔ مگر تمہارے مولویوں کا کھانا پکانے کے لئے بہ حیثیت باورچی تشریف لانا ایمان ہے۔ ؟

دیوبندیوں کا عقیدہ!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیل میں

اخبار الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر میں ہے

"ایک دفعہ حضرت (ٹانڈوی) جب جیل سے تشریف لائے تو فرمایا کہ کاش میں جیل ہی میں رہتا وہاں کوئی شب ایسی نہیں گزری جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نہ ہوئی ہو۔ (ص۱۴۶ ک ۴)

قبر پر تشریف آوری

قبر میں نکیرین کے سوال ما تقول فی شان ھٰذا الرجل کی توجیہ میں حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

اما با حضار ذات شریف وے درعیاں یا تو عیاناً ذات شریف جلوہ گر فرمائی جائیگی

قاری صاحب آپ بہت بڑے دینی ادارے کے مہتمم بنتے ہیں اور علم دین کے نام پر لاکھوں کا چندہ جمع کرتے ہیں۔ بولئے اب کیا ارشاد ہے اگر حکیم برکات احمد صاحب کی قبر پر سرکار کی خوشبو محسوس کی گئی تو تعجب کیا ہے ؟

دوسرے افتراء کی پردہ دری

سرکار کی خواب میں نماز جنازہ میں شرکت پر یہ پھبتی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی۔ قاری صاحب اور ان کی برادری کی پہلی ابلہ فریبی نہیں۔ اس کا جواب تو پہلے بار بار ہو چکا ہے ہم یہاں قاری صاحب سے صرف چند سوالات پر اکتفا کرتے ہیں۔

اول :۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا، حکیم برکات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ میں شرکت باطنی طور پر ہے۔ مہتمم دیوبند اور ان کے سب نوکر چاکر اور پوری برادری مل کر بتائے کہ اگر کوئی مر جائے اور خواب میں کسی نے دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں تو مسلمانوں پر اس شخص کی نماز جنازہ فرض ہے یا نہیں ؟ اگر اس کی نماز جنازہ مسلمان نہ پڑھیں اور یوں ہی دفن کر دیں تو فرض کفایہ کے تارک ہو کر گنہگار ہوں گے یا نہیں ؟ اور اگر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے تو بغیر جماعت اور امام کے یا امام کے ساتھ۔ اگر کوئی امام بنایا جائے تو یہ امام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقتدی ہوگا یا امام۔ بینوا توجروا

ثانی :۔ کسی امتی کا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرنی کفر ہے یا فسق یا مکروہ یا ان میں سے کچھ نہیں ؟

ثالث کیا محض امامت سے امام کا مقتدی سے افضل ہونا لازم ہے ؟

رابع کیا افضل کی موجودگی میں مفضول کا امام ہونا کفر، یا فسق، یا مکروہ ہے ؟

اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو الملفوظ کی اس عبارت پر اعتراض سوائے فساد انگیزی کے اور کچھ نہیں اور اگر ان سوالوں کا جواب اثبات میں ہے تو اس حدیث کی کیا تاویل ہوگی جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے

فرماتے ہیں۔ غزوہ تبوک میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے پہلے قضا رحاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں پانی لے کر ساتھ ہو گیا ضرورت سے فارغ ہو کر آنحضرت نے وضو فرمایا جس میں موزوں پر مسح فرمایا۔ جب پڑاو پر واپس لوٹے تو جماعت ہو رہی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ امام تھے۔ ایک رکعت ہو چکی تھی۔ آگے کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔

فادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم احدى الركعتين فصلى مع الناس الركعة الاخرة فلما سلم عبد الرحمٰن بن عوف قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتم صلوته فافزع ذالك الناس فاكثروا التسبيح فلما قضى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم قال احسنتم اوقال اصبتم۔	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک رکعت ملی اور آپ نے اخیر ہی کی رکعت جماعت کے ساتھ پڑھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سلام پھیرا تو رسول خدا کھڑے ہو گئے اور اپنی نماز پوری کرنے لگے اس پر لوگ گھبرا گئے اور کثرت سے تسبیح پڑھنے لگے جب آنحضور نماز پوری فرما چکے تو فرمایا تم نے اچھا کیا۔ یا یہ فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔

مسلم شریف کی دوسری روایت میں یہ زائد ہے۔

فاردت تاخير عبد الرحمٰن بن عوف فقال النبي صلى الله عليه وسلم دعه۔	میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو پیچھے کرنا چاہا تو آنحضرت نے فرمایا رہنے دو۔

مشکوٰۃ شریف میں تھوڑے تغیر اور اختصار کے ساتھ اتنی زیادتی ہے۔

فلما احس بالنبي صلى الله عليه وسلم ذهب يتاخر فاومیٰ اليه (مشکوٰۃ ص۵۳)	جب انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ پائی تو پیچھے ہونے لگے تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ (اپنی جگہ رہو)

اب مہتمم دیوبند بتائیں۔ ان کے نزدیک کسی امتی کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرنی قابل اعتراض ہے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

بارے میں کیا حکم ہے۔؟

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیچھے آنے نہیں دیا بلکہ اس کی تحسین فرمائی بولئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا فتویٰ ہے؟

اس حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔

فیہ دلیل علی جواز الاقتداء الافضل بالمفضول اذا علم ارکان الصلوٰۃ (ج اول ص ۲۶۲)

اس میں اس پر دلیل ہے کہ افضل کو مفضول کی اقتدار کرنی جائز ہے اگر مفضول ارکان نماز جانتا ہے۔

حضرت شیخ محقق دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

ازیں حدیث معلوم شد کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ببعض اصحاب اقتدار کردہ است و مجموع آن دوبار است یک بار دیگر بابی بکر صدیق کرد در مثل ہمیں واقعہ کہ بعبدالرحمٰن بن عوف گزارد واما آنکہ در مرض اخیر گزارد آنجا امام آنحضرت بود وابوبکر مقتدی بود بعجئے چناں کہ در محل خود تحقیق یافتہ است۔ (اشعۃ اللمعات ص ۲۵۹ ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضور نے بعض صحابہ کی اقتدار کی اور یہ دو مرتبہ ہوا ایک بار ابوبکر صدیق کی اقتدار کی۔ اسی قسم کے واقعہ میں جو عبدالرحمٰن پر گزرا لیکن مرض اخیر میں جو نماز ادا فرمائی۔ اس وقت امام آنحضور ہی تھے اور ابوبکر آنحضور کے مقتدی تھے جیساکہ اپنے محل میں محقق ہے۔

مہتمم دیوبند حضرت ملا علی قاری اور حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہما کے بارے میں کیا فتویٰ دیں گے؟ دیکھنا ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ کیوں فرمایا۔ الحمدللہ یہ نماز جنازہ میں نے پڑھائی تھی۔ یہ اظہار شکر ہے۔ ایک مقبول بارگاہ بندہ مرتاض کی نماز جنازہ پڑھانے پر۔ نہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے پر۔

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

الملفوظ کی اس عبارت پر چالیس برس سے مسلسل دیوبندی برادری چیخ اور چلا رہی ہے۔ مگر بھول گئی ہے کہ خود یہ بھی اسی جرم کے مرتکب ہیں۔ دیکھو تذکرۃ الخلیل۔ لکھا ہے۔

"شیخ سعید تکرونی کہتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور مجھ سے کسی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ہیں اور ایک عالم ہندی خلیل احمد کا انتقال ہوگیا ہے ان کے جنازہ کی شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔" (صفحہ ۳۰۴)

دیوبندیو! بولو جس نے بھی انبیٹھی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقتدی ہوئے اور وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امام ہوا الملفوظ کی اس عبارت پر برسہا برس سے ماتم کرتے کرتے تمہارے سینے پھٹ گئے۔ مگر اپنے اس من گڑھت خواب پر جوں تک نہیں رینگی اور لو دیکھو یہ الجمعیۃ کا شیخ الاسلام نمبر ہے اس میں مذکور ہے۔

"حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ جامع مسجد کے قریب بوجہ جمعہ مصلیوں کا مجمع بڑا ہے مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام، مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں۔ فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ فقیر بھی مقتدیوں

میں شامل تھا" (ک ۳ ص۱۶۴)

مسلمان دیکھیں مجمع میں امام الاولین والآخرین کے جد کریم ابوالانبیا حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جلوہ فرما ہیں۔ مگر دیوبندیوں کو حضرت خلیل اللہ کے بجائے اپنے شیخ ٹانڈہ کو امام بنانے کا شوق ہے۔ کتنی بڑی بدتمیزی ہے۔ اور ٹانڈوی شیخ جی کی شیخی دیکھئے کہ بڑھ کر امام بھی بن جاتے ہیں اگر کسی امتی کا کسی نبی کی امامت کرنا لائق اعتراض ہے تو قاری صاحب بتائیں یہاں کیا ارشاد ہے؟ یہاں تصریح ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولانا کی اقتدار میں نماز پڑھی۔ آدمی بڑا بنے تو کم از کم اتنا تو بنے! الملفوظ کی عبارت میں تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی ہونے کا شائبہ تک نہیں اس پر اتنا چیخنا چلانا شور مچانا گلے پھاڑنا اور یہاں حضرت خلیل اللہ کے مقتدی ہونے کی تصریح کے باوجود دم سادے رہنا ٹانڈوی معرفت کا خمار نہیں تو اور کیا ہے؟

مجھی سے سب یہ کہتے ہیں کہ رکھ نیچی نگاہ اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہو کر

حیات النبی

الملفوظ حصہ سوم ص۲۹ پر ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ــــ اس حیات پر احکام دنیویہ ہیں ــــ ان کا ترکہ بانٹا نہ جائیگا ــــ ان کی ازواج سے نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں ــــ بلکہ سید محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں ــــ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ انکے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

آج سے تقریباً اکتالیس بیالیس سال پہلے بھیرہ تحصیل محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ میں ٹانڈہ کے مشہور افسانہ گو، بہتان طراز نور محمد ٹانڈوی نے یہ کہا تھا ــــ جو دکھا دے

کہ علامہ زرقانی نے یہ کہیں لکھا ہے تو ہر ہر لفظ پر پانچ سو روپے انعام۔

یہ خادم اس وقت بریلی شریف تھا بھیرہ کے احباب نے مجھے لکھا میں نے زرقانی علی المواہب جلد سادس ص ۱۵۹ سے یہ عبارت نقل کر کے بھیج دی۔

نقل السبکی فی طبقاته عن ابن فورك انه علیه السلام حیٌّ فی قبرہ علی الحقیقة لا المجاز یصلی فیه باذان واقامة۔ قال ابن عقیل ویضاجع ازواجه ویتمتع بهن اکمل من الدنیا وحلف علی ذالك وھو ظاھر ولا مانع عنه۔

سبکی نے اپنے طبقات میں ابن فورک سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں حقیقی حیات کے ساتھ نہ کہ مجازی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔ ابن عقیل نے کہا اور اپنی ازواج کے ساتھ ہمبستری فرماتے ہیں۔ اور دنیا میں جس طرح ان سے تمتع حاصل فرماتے تھے اس سے بڑھ کر تمتع حاصل فرماتے ہیں۔ ابن عقیل نے اس پر قسم کھائی اور یہ ظاہر ہے اس سے کوئی چیز مانع نہیں۔

بھیرہ کے احباب نے یہ عبارت مقامی دیوبندیوں کو بھی دکھائی اور ٹانڈوی کے پاس بھی بھیجی سب کو سانپ سونگھ گیا۔ دیوبندیوں میں حیا ہوتی تو خاموش رہتے لیکن انہیں حیا کہاں برسوں خاموشی کے بعد اب نور محمد ٹانڈوی کے ساختہ پرداختہ کچھ دیوبندی مولوی اس پر تین اعتراض کرتے ہیں۔ اول :۔ زرقانی میں ابن عقیل کا قول صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور ملفوظ میں یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں۔ الخ

دوم :۔ موت سے نکاح ختم ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی باتفاق امت موت طاری ہوئی اگرچہ ایک آن کے لئے۔ پھر یہ بات کیسے درست ہو گی۔

سوم :۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مُردہ قبر میں رہتے ہوئے بھی اپنی قبر کے ارد گرد بہت دور تک دیکھتا ہے ـــــ وہیں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بھی مزارات ہیں۔ یہ کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہو گی۔

تیسرے پیراگراف پر دیوبندی وہ پھکڑ بازیاں کرتے ہیں جنہیں سن کر انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہے۔ اب ناظرین ہر سوال کا ترتیب وار جواب سنیں۔

جواب ۱ جب کوئی بات کسی صنف یا کسی نوع کے ایک فرد یا چند افراد کیلئے

ثابت ہو تو پوری صنف اور نوع کی طرف اسکی نسبت درست ہے۔ جیسے فرمایا گیا "وخلق الانسان ھلوعا" انسان بے صبرا پیدا کیا گیا ___ اور فرمایا "وکان الانسان اکثر شیئ جدلا" انسان سب سے بڑا جھگڑالو ہے ___ کیا انسان کا ہر فرد بے صبرا ہے؟ کیا انسان کا ہر فرد سب سے بڑا جھگڑالو ہے؟ اسی طرح اگرچہ ابن عقیل اور ابن فورک نے یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھی ہے تو اس کی اسناد انبیاء کرام کی صنف کی طرف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب ۲: یہ صحیح ہے کہ موت سے عام مُردوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہیکہ اگرچہ ان حضرات پر ایک آن کیلئے موت طاری ہوئی پھر بھی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح ختم نہیں ہوا۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ انبیاء کرام کے وصال کے بعد انکی ازواج پر نہ عدت ہے اور نہ انہیں یہ جائز ہے کہ کسی اور کے ساتھ نکاح کریں۔

نیز اس کی دلیل ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہیکہ فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے بعد حجرہ مبارکہ میں بغیر کسی خاص پردہ کے جاتی اور کہتی "انما ھو زوجی" یہ تو میرے شوہر ہی ہیں بعد وصال زوجیت کا باقی رہنا اس کی دلیل ہے کہ وصال سے نکاح ختم نہیں ہوا۔ باقی رہا۔

یہ تو اپنے سنی بھائیوں کیلئے تھا۔ اب دیوبندیوں کو مزہ چکھانے کیلئے ان سے ایک سوال ہے ___ یہ صحیح ہے کہ موت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے علاوہ تمام مومنوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہیکہ جنت میں مسلمانوں کو ان کی بیویاں ملیں گی ___ جن سے وہ جنت میں ہمبستری کریں گے۔ اور کسی روایت میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ جنت میں ان سے دوبارہ نکاح ہوگا۔ جنت میں بلا جدید نکاح اپنی بیویوں سے ہمبستری کرنا حرام ہے یا جائز؟ اور جائز ہے تو کیسے؟ جو تمہارا جواب ہوگا وہی ہمارا بھی جواب ہوگا۔

جواب ۳: برزخ اور آخرت کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس کرنا جہالت ہی نہیں ضلالت ہے اور گمراہ گردی۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں مگر حدیث میں یہ بھی ہے کہ مومن صالح کی قبر حد نظر تک وسیع کر دی جاتی ہے اسکے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کم از کم حد نظر تک وسیع ضرور ہوگی۔

مشکوٰۃ شریف باب اثبات عذاب القبر فصل ثانی میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ویفسح لہٗ فیھا مُدّ بصرہٖ — حد نظر تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔

جب مزار اقدس حد نظر تک وسیع کر دی گئی تب وہاں پہلو میں نہ حضرت صدیق اکبر ہیں نہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دیوبندیوں نے بہت سوچ سمجھ کر اپنے چچازاد بھائی رافضیوں کو خوش کرنے کیلئے یہ اعتراض کیا ہے۔ جب اسکے جواب میں کہا جائے گا کہ مزار اقدس حد نظر تک وسیع کر دی گئی۔ تو اب پہلو میں نہ صدیق اکبر ہیں اور نہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ وہ تو مدینہ طیبہ سے بہت دور کسی جنگل میں ہوں گے۔ پھر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حد نظر محدود نہیں۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھٰذہٖ — اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے پیش نظر کر دی میں پوری دنیا کو اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ان ہتھیلی کو۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حد نظر پوری دنیا ہے تو لازم آیا کہ حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں دنیا میں رہی ہی نہیں۔ ناظرین حیرت میں ہوں گے مگر یہ حیرت کی بات نہیں۔ عالم برزخ اور آخرت کے احوال کو دنیا کے احوال پر قیاس کرنا ہی جہالت ہے۔

مائے مستعمل کی بحث

فتاویٰ رضویہ جلد اول میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ اگر کوئی عورت حیض و نفاس کی حالت میں بے نیت قربت غسل کرے تو غسالہ مستعمل نہیں۔ اس سے وضو جائز ہے۔ یہ مسئلہ فتاویٰ رضویہ میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ چار جگہ مذکور ہے۔ صفحہ ۲۶۳، صفحہ ۲۶۷، صفحہ ۴۵۶، صفحہ ۵۵۶۔

دیوبندی پھکڑ باز اس مسئلہ پر اپنے مسخرہ پن کا ایسا مظاہرہ کرتے ہیں کہ اس سے لکھنؤ کے بھانڈ بھی شرما جائیں جس سے دیوبندی مقررین کو یہ فائدہ ضرور حاصل ہوتا ہے کہ ان کی مانگ بڑھ جاتی ہے۔ اور جاہل دیوبندی ان کی اجرت بھی بڑھا دیتے ہیں۔ عوام جاہل سمجھ نہیں پاتے اور مزہ لیتے ہیں —— آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں یہ مسئلہ فقہ کی ایک دو نہیں دسیوں کتابوں میں مذکور ہے، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ خلاصہ، خانیہ، بحر الرائق، غنیہ، عالمگیری، ردالمحتار۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے جہاں یہ مسئلہ ذکر فرمایا ہے وہیں خلاصہ، اور خانیہ کا

حوالہ بھی لکھ دیا ہے۔ اگر دیوبندیوں کے اندر ذرہ برابر حیا یا دیانت ہوتی تو اس کو اپنے تمسخر کا نشانہ بنانے سے پہلے حوالہ سے مطابقت کر لیتے اگر حوالہ صحیح نہ ہوتا تو جتنا چاہتے چلاتے ——— لیکن دیوبندی مولویوں نے اپنا یہ اصول بنا رکھا ہے کہ اپنے عوام کو خوش کرنے کے لئے اور ان سے زیادہ سے زیادہ فیس وصول کرنے کیلئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے تحریر کردہ فرمودہ ایسے مسائل کو عوام میں پھیلاؤ کہ جاہل اس کو سمجھ نہ پائیں۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے بھڑک جائیں خواہ اس میں حنفیت ذبح ہو۔ مشائخ احناف کا استہزاء ہو انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ——— ہم ناظرین کے اطمینان کے لئے خانیہ کی عبارت نقل کئے دیتے ہیں۔

ولو وقعت الحائض بعد انقطاع الدم و لیس علی اعضائها نجاسة فهی کالرجل الجنب۔ فان وقعت قبل انقطاع الدم و لیس علی اعضائها نجاسة فهی کالرجل الطاهر اذا انغمس للتبرد لانها لاتخرج عن الحیض بهذا لوقوع فلا یصیر الماء مستعملا (جلد اول صہ۹ علی هامش الهندیة۔)

خون بند ہونے کے بعد حائضہ پانی میں گرے اور اسکے اعضاء پر نجاست نہیں تو وہ جنبی مرد کی طرح ہے۔ اور اگر خون بند ہونے سے پہلے ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے پانی میں گئی اور اسکے اعضاء پر نجاست نہیں تو یہ پاک مرد کے مثل ہے۔ کیونکہ اس وقت پانی میں جانیکی وجہ سے حیض سے نہیں نکلے گی تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔

ہو سکتا ہے جیسے ڈوبنے والا تنکے کا سہارا لیتا ہے کوئی دیوبندی مولوی یا اسے کرایہ پر بلانے والے یہ کہدیں کہ خانیہ کی عبارت میں یہ شرط ہے ——— کہ حائضہ کے جسم پر نجاست نہ ہو۔ اور فتاویٰ رضویہ میں یہ شرط غائب ہے۔ اسکے جواب کیلئے غنیہ کی عبارت لکھتا ہوں۔ اس میں یہ شرط مذکور نہیں۔

لو وقعت الحائض ان کان بعد انقطاع الحیض۔ فهی کالجنب۔ وان قبل الانقطاع فکالطاهر

اگر حائضہ خون ختم ہونے کے بعد پانی میں جائے تو یہ جنب کے مثل ہے۔ اور اگر خون ختم ہونے سے قبل جائے تو پاک مرد کے مثل ہے۔

جس بنا پر غنیہ میں یہ شرط مذکور نہیں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بھی یہ قید ذکر نہیں فرمائی ——— بات یہ ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بحث یہ فرما رہے تھے کہ وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں استعمال کرنے کے باوجود پانی مستعمل نہیں ہوتا۔
انہیں میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت ایام حیض میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے نہائے یا کسی برتن میں پانی ہو اس میں ہاتھ ڈال دے یا اس میں پورا جسم ڈبا دے ———

پانی مستعمل نہیں ہوا۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اگر کسی کے بدن پر نجاست لگی ہو اور بدن کا وہ حصہ پانی میں چلا جائے تو وہ پانی ناپاک ہو جائے گا۔ علماء کا قاعدہ ہے کہ جو باتیں معلوم و مشہور ہوتی ہیں اور اس سے بحث بھی نہیں ہوتی ہے۔ تو اس سے صرف نظر کر کے صرف موضوع کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: یہی علامہ امیر الحاج نے کیا اور یہی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کیا۔

اس مسئلہ کی توضیح یہ ہے کہ ماء مستعمل وہ پانی ہے جس سے حدث دور ہوا ہو یا کیا گیا ہو ——— یا بہ نیت عبادت استعمال کیا گیا ہو۔ حائضہ اور نفاس والی عورت ایام حیض و نفاس میں لاکھ نہائے پاک نہ ہو گی تو جب وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے پانی میں گئی تو اس پانی سے نہ تو حدث دور ہوا اور نہ بہ نیت قربت اسے استعمال کیا گیا۔ اس لئے یہ پانی مستعمل نہیں ہوا۔ اصلی حالت پر طاہر و مطہر باقی رہا ——— لیکن فقہی دقائق کو سمجھنا سب کے بس کی بات نہیں۔ یہ ملکہ اسی کو دیا جاتا ہے جو اللہ عزوجل کا بندۂ خاص ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔ — اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے بھکڑ بازی کرنے والے اس سے محروم ہیں۔

بعض دیوبندی مقررا اس پر یہ کہتے ہیں جب خون آرہا ہے اور عورت پانی میں جائے گی تو حیض کا خون پانی میں ملے گا۔ جس سے یقیناً پانی ناپاک ہو جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً عورتیں ان دنوں میں کرسف استعمال کرتی ہیں جس سے خون باہر نہیں آتا۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ حائضہ جب پانی میں جائے تو اس کا خون بھی پانی میں جائے۔ ثانیاً یہ ضروری نہیں کہ حیض کے دنوں میں مسلسل خون آئے بلکہ ایام حیض میں خون گھنٹہ دو گھنٹہ نہیں چوبیس گھنٹے کبھی خون بند رہتا ہے۔ بلکہ فرض کیجئے ایک عورت کو عادت کے دنوں میں ایک گھنٹہ خون آیا پھر ستر گھنٹے تک نہیں آیا اس کے بعد آگیا تو بھی ستر گھنٹہ یا کل بہتر گھنٹے ایام حیض کے مانے جائیں گے۔ اس سلسلے میں فقہ کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں یہ مذکور ہے۔

الطھر المتخلل بین الدمین — دو خونوں کے درمیان جو طہر ہے وہ بھی دم

دَم" کے حکم میں ہے۔

لیکن بات وہی ہے کہ دیوبندی علم دین سے محروم ہیں۔

عزیز اسعد وارشد حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب زید مجدہم مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے اس پر یہ اضافہ فرمایا [۱]

حائضہ کے اس مسئلے کو لے کر پوری دیوبندی برادری مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو گندہ ذہن اور غلیظ آدمی بتاتی پھرتی ہے۔ اب آیئے دیوبندی برادری کے امام اہلسنت مولوی عبدالشکور کاکوروی اپنی کتاب "علم الفقہ" میں لکھتے ہیں۔

"حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے (یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں۔ اور وضو و غسل اس سے درست ہے" (ص۹ ج ۱)

ندائے عرفات کے شاخسانہ نویس اور پوری دیوبندی برادری بتائے کہ ان کے یہ امام گندہ ذہن غلیظ آدمی ہوئے یا نہیں ؎

کیوں نہیں بولتے صبح کے طیور
کیا شفق نے کھلا دیئے سیندور

دیوبندی شریعت

اب ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے دیوبندی مکتبِ فکر کے صرف دو مسئلے ذکر کئے جاتے ہیں۔

بہشتی زیور حصہ دوم ص۲۲ پر ہے۔

اگر ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گا۔

اب کوئی دیوبندی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہاتھ کی تخصیص نہیں جسم کے کسی بھی حصہ میں نجاست لگی ہو تو زبان سے چاٹ لینے سے پاک ہو جائے گا۔ اسی طرح نجس چیز اپنے عموم کے اعتبار سے پیشاب پاخانہ کو بھی شامل ہے ——— اب دیوبندیوں کو مبارک ہو تمہارے حکیم الامت نے طہارت کا بڑا آسان طریقہ بتا دیا پیشاب کرو تو اپنی بیگم سے کہو کہ پیشاب کا مقام تین مرتبہ چوس لے تو پاک ہو جائے گا۔ پاخانہ کر کے اپنی بیگم سے گزارش کریں کہ تین مرتبہ چاٹ لو طہارت ہو جائے گی، نہ لوٹے کی ضرورت نہ پانی کی حاجت۔

دیوبندیو! طہارت کا کتنا عمدہ طریقہ ہے۔

[۱] اضافہ طبع دوم ۱۹۹۸ء

دوسرا مسئلہ

تذکرۃ الخلیل صفحہ ۹۶ و صفحہ ۹۷ پر تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کی نانی سب دیوبندیوں کی انی کے بارے میں ہے۔

"مرض الموت میں تین سال کامل صاحب فراش رہیں ـــــ جس مریض کو تین سال مرض اسہال میں اس طرح گذریں کہ کروٹ بدلنا بھی دشوار ہوا۔ اس کے متعلق یہ خیال بے موقع نہ تھا کہ بستر کی بدبو دھوبی کے یہاں بھی نہ جائے گی ـــــ مگر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ غسل کے لئے چارپائی سے اتارنے پر پوتڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی خوشبو پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سونگھاتا اور ہر مرد عورت تعجب کرتا تھا۔ چنانچہ بغیر دھلائے ان کو تبرک بنا کر رکھ لیا گیا۔"

اس پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک بار ایک بھنگی بھولے سے لکھنؤ اصغر علی محمد علی کے عطر کے کارخانہ میں چلا گیا۔ جاتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کارخانے والوں نے اس کو ہوش میں لانے کے لئے عطر حنا اول نمبر، اس کی ناک میں ٹپکایا۔ اور عرق گلاب اور کیوڑہ منھ پر چھڑکا۔ مگر اس کی حالت اور غیر ہوتی گئی اتنے میں ایک بوڑھا بھنگی آگیا اس نے کارخانہ والوں کو ڈانٹا۔ ہاں، ہاں کیا کر رہے ہو مر جائے گا اس کی دوا میں جانتا ہوں۔ وہ سڑک پر گیا اور کہیں سے کتے کا سوکھا ہوا پاخانہ لایا اس کو ہتھیلی پر رکھ کر انگوٹھے سے خوب ملا۔ جیسے کھینی کھانے والے سرتی ملتے ہیں جب وہ خوب باریک، ہو گیا تو اس بے ہوش بھنگی کی ناک میں ڈالا اسکے اثر سے وہ بھنگی ہوش میں آگیا ـــــ یہی حال دیوبندیوں کا ہے ـــــ ایک بڑھیا کے پاخانہ میں لاجواب خوشبو محسوس ہوئی یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔

اور خاص بات یہ ہے کہ پاخانہ بہر حال ناپاک ہے، پاخانہ سے لتھڑے ہوئے پوتڑے کو تبرک بنا کر رکھا ـــــ یہ ہے دیوبندی شریعت وہ جس کا چاہیں پاخانہ پاک بنا دیں۔ پاک ہی نہیں تبرک بنا دیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم

(دیوبندیوں کی تاویلات کی حقیقت)

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

یہ سب کو معلوم ہے کہ وہابی مذہب کی بنیاد ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی اور تقویۃ الایمان لکھ کر اس میں وہابی عقائد کی بنیادی باتیں تحریر کردیں جس کا رد اسی عہد میں علمائے اہل سنت نے بڑے شد و مد سے کیا۔

تقویۃ الایمان کے رد میں اسماعیل دہلوی کے معاصر علمائے اہلسنت نے متعدد کتابیں لکھیں جس کی فہرست تحقیق الفتویٰ کے آخر میں موجود ہے جس کے نتیجے میں وہابیت قریب قریب ختم ہو چکی تھی۔ دلی میں مولوی نذیر حسین سورج گڈھی مونگیری نے دورۂ حدیث کے بہانے اپنے گرد طلبہ کی بھیڑ اکٹھا کرلی۔ اپنے اسباق میں وہ وہابیت کے ساتھ غیر مقلدیت کا بھی زہر گھول کر پلایا کرتے تھے۔

چونکہ دلی اس عہد میں اہم علماء کا مرکز تھا۔ بکثرت مدارس تھے جن میں منتخب روزگار علماء درس دیا کرتے تھے اسلئے پورے ہندوستان سے تحصیل علم کا شوق رکھنے والے دلی پہنچتے تھے۔ مگر کسی مدرسہ میں صرف حدیث پڑھانے کا التزام نہ تھا میاں نذیر حسین صاحب نے صرف حدیث پڑھانے کا شغل شروع کیا۔ احادیث کی کشش طلبہ کو ان کے یہاں پہنچا دیتی تھی جس سے وہ فائدہ اٹھا کر وہابیت اور غیر مقلدیت کی خفیہ خفیہ تعلیم دیتے رہتے جس کے نتیجہ میں بہت سے سنی حنفی گھرانوں کے بچے میاں نذیر حسین صاحب مذکور کی تعلیم کے اثر سے وہابی غیر مقلد ہو گئے۔

، مگر یہ کام بہت خفیہ خفیہ ہوتا تھا۔ اس کا اثر فوری طور پر عوام تک نہیں پہنچتا۔ جب میاں صاحب کے غیر مقلد مولوی اپنے اپنے وطن گئے یا اپنے دوسرے ٹھکانوں پر گئے تو انہوں نے وہابیت غیر مقلدیت پھیلانی شروع کی۔ جس کے نتیجہ میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں غیر مقلدیت کا زہر پھیل گیا۔ غیر مقلدین کے کئی مدرسے قائم ہوگئے۔

دوسری طرف ۱۲۸۳ھ میں جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو وہابیت دیوبندیت کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آئی۔ مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہم دارالعلوم دیوبند کی آڑ میں حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر وہابیت پھیلاتے رہے۔ اور وہابی عقائد کی نشر و اشاعت میں دیوبند کے فارغین ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ ابتداءً دیوبندیت کی اشاعت نجی مجلسوں میں خفیہ خفیہ کرتے رہے۔ وہابیت کی تائید میں فتوے دیتے رہے۔ چھوٹے موٹے رسائل لکھتے رہے جس پر علمائے اہل سنت نے دیوبندیوں کا سخت رد زبانی بھی، تحریری بھی فرمایا۔

چونکہ اس کے قبل دینی تعلیم کے لئے کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا جہاں سارے علوم کی تعلیم باقاعدگی کے ساتھ دی جاتی جہاں طلبہ کے قیام وطعام کا بندوبست ہوتا۔ دلی میں طلبہ کا یہ حال تھا کہ کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوتا پھر ایک کتاب صبح کو کسی کے یہاں ہوتی دوسری کتاب شام کو کہیں اور ہوتی۔ استاذ کا موڈ آیا تو پڑھایا اور موڈ نہیں آیا تو رخصت کر دیا۔ انگریزوں کا جب دلی پر قبضہ ہوگیا تو انہوں نے عربک کالج قائم کیا جس میں باقاعدہ نظم و ضبط کے ساتھ درس نظامی کی تعلیم ہونے لگی۔ اس کالج میں قاسم نانوتوی صاحب نے بھی کچھ دن تک پڑھا ہے! اسی کالج کے پڑھے ہوئے دیوبند کے حقیقی بانیوں میں مولوی فضل الرحمٰن، مولوی ذوالفقار علی دونوں جو مدت العمر گورنمنٹ کے ملازم اور پنشن خوار رہے اور اسی کالج کے پڑھے ہوئے مولوی محمد یعقوب نانوتوی بھی ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بھی رہ چکے ہیں۔ مولوی فضل الرحمٰن اور مولوی ذوالفقار علی نے عربک کالج کے نظم و ضبط کے مطابق دیوبند میں دارالعلوم قائم کیا۔ دیوبند چونکہ دلی سے قریب تھا اور علمائے

دیوبند کی وہابیت ظاہر بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے دلی سے طلبہ کی فوج دیوبند پہنچنے لگی انہوں نے دیکھا کہ دلی کی بہ نسبت یہاں آسائش بھی اور ایک ہی جگہ رہ کر اطمینان سے پڑھنا بھی ہے تو ان کا مرجوعہ دیوبند کی طرف ہو گیا۔

دیوبند جانے والے طلبہ بھی کے سبھی سنی صحیح العقیدہ ہوتے اور دیوبند کے مدرسین کو سنی صحیح العقیدہ سمجھ کر دیوبند پڑھنے جاتے اور دیوبند کے چالاک وہابی مدرسین کی تعلیم و تلقین سے اکثر وہابی ہو کر نکلتے۔ جب دیوبندی مذہب کے بانیوں نے دیکھ لیا کہ ہماری ہمنوا ایک فوج تیار ہو چکی ہے تو ان لوگوں نے اپنے وہابی عقائد کی بنیادی کتابیں لکھیں۔ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان وغیرہ لکھ کر چھاپیں، جس پر جگہ جگہ علمائے اہلسنت نے ان لوگوں کا رد کیا۔ کتابیں لکھیں مناظرے کئے، لیکن یہ سیلاب نہیں تھا۔

جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ منصب ارشاد و ہدایت پر جلوہ گر ہوئے تو انہوں نے وہابیوں خصوصاً دیوبندیوں کی بیخ کنی میں پوری توانائی صرف کی۔ جس کے اثر سے پورے ہندوستان میں دیوبندیت ننگی ہو گئی۔ اگر دیوبندیوں میں دین ہوتا اور خود ان کو اس کا یقین ہوتا کہ ہمارا مذہب سچا ہے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتابوں کا جواب دیتے۔ ناظرین کو حیرت ہوگی کہ قریب قریب پانچ سو کتابیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی رد وہابیہ میں ہیں۔ مگر کسی ایک کتاب کا بھی جواب کسی ایک دیوبندی سے آج تک نہیں ہو سکا۔

مگر عوام میں اپنا بھرم رکھنے کے لئے اب وہ یہ کر رہے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتابوں سے ایسے مسائل چھانٹ چھانٹ کر چھاپ لیتے ہیں جس پر ناواقف عوام بھڑک جائیں اگرچہ وہ مسائل خود دیوبندیوں کی کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ دیوبندی اکابر خود اس کو لکھ چکے ہیں اور فقہ حنفی کی کتابوں میں ان کی تصریح موجود ہے۔ مثلاً دیوبندیوں کے امام مولوی عبدالشکور کاکوروی اپنی کتاب علم الفقہ میں لکھتے ہیں۔

"حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے (یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہلائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو غسل اس سے درست۔

(جلد اول ص۹)

علاوہ ازیں یہ مسئلہ فقہ حنفی کی دسیوں بنیادی کتابوں میں مذکور ہے مثلاً خلاصہ خانیہ، غنیہ، کبیری، صغیری، بدائع صنائع، درمختار وغیرہ۔

لیکن اسی مسئلہ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ میں لکھ دیا تو برسہا برس سے دیوبندی مولوی اس کا تمسخر کر رہے ہیں۔

ماہواری رسالوں میں چھاپ رہے ہیں۔ ان سب باتوں سے ان کا مقصود صرف یہ ہے کہ عوام کو ان فروعی مسائل میں الجھائیں اور مسئلہ تکفیر کی طرف ان کی توجہ نہ ہو۔

چونکہ جامعہ اشرفیہ کا تعلق پوری دنیا کے مسلمانوں سے ہے اس لئے جگہ جگہ سے اس سلسلہ میں سوالات ہمیشہ آتے رہتے ہیں اس لئے میں نے ضروری جانا کہ ان سب مسائل پر بقدر ضرورت روشنی ڈال دی جائے۔ باوجود عدیم الفرصتی کے میں نے عزیزم مولانا مفتی محمد نسیم سلمہٗ کے تعاون سے لکھنا شروع کیا۔ پھر معلوم ہو کہ جناب مولانا مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم کے پاس دکن سے بھی کبھی اس سلسلہ میں کچھ سوالات آئے تھے اور انہوں نے ان کے بہت مدلل مفصل مسکت جوابات لکھے تھے۔

قصہ یہ ہوا کہ صوبہ کرناٹک کے مشہور شہر شیموگہ سے دیوبندیوں کا ایک ہفت روزہ اخبار "ندائے عرفات" کے نام سے نکلتا ہے اور مودودیوں کا ایک "صدائے سحر" کے نام سے۔ ان اخبارات میں مستقل عنوان "شاخسانہ" چھپتا ہے جو مستقل طور پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر افترار، بہتان، لعن طعن کرنے کے لئے مخصوص ہے۔

ندائے عرفات مورخہ ۲۰؍۹؍۱۹۷۹ء اور ۲۷؍۹؍۱۹۷۹ء کے چند اقتباسات

جناب مولانا ثنار اللہ صاحب صدر المدرسین مدرسہ رضویہ زینت العلوم جامع مسجد موڈگیرا ضلع چک منگلور اور مدرسہ ہذا کے اراکین نے جناب مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب زید مجدہم کے پاس بھیجے تھے جس کے جواب میں انہوں نے بڑی عرق ریزی سے پورا رسالہ تحریر کر دیا تھا لیکن وہ کسی وجہ سے اب تک چھپ نہیں سکا جب مجھے اس کا علم ہوا تو جن شبہات کے جوابات میں لکھوا چکا تھا وہیں رک گیا اور جن کے جوابات لکھوا نہیں پایا تھا ان کو اس کے لئے مفتی صاحب موصوف کے تحریر کردہ جوابات کو اس کتاب میں شامل کر دیا۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل مسلمانان اہل سنت کو اس سے نفع دے اور وہابیوں کے شر ور وفتن سے محفوظ رکھے اور عزیز موصوف جناب مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب زید مجدہم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی صحت، قوت، علم، فضل کو مزید در مزید فرمائے ۔ آمین

محمد شریف الحق امجدی
خادم افتار جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
یکم شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ ـــــ مطابق ـــــ ۲۱ر نومبر ۱۹۹۸ء

وہابیوں کے تمام فرقے دیوبندی، غیر مقلد، مودودی جب دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو نجدیوں کا ہے اگر ہم کافر تو نجدی بھی کافر، اور حدیث میں ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں کی حکومت نہیں ہوگی۔ تو اس لئے ثابت کہ نجدی کافر نہیں۔ ہم اور وہ دونوں ہم عقیدہ ہیں اس لئے ہم بھی کافر نہیں۔ اس پر مندرجہ ذیل گذارشات ہیں۔

اولاً —— تمام وہابی دیوبندیوں اور غیر مقلدین، مودودیوں کو عام چیلنج ہے کہ وہ دکھا دیں کہ یہ حدیث کہاں ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں کی حکومت نہیں ہوگی۔ سارے وہابی مرتے مرجائیں گے مگر یہ حدیث کہیں نہیں دکھا سکتے یہی دلیل ہے کہ ان گمراہوں کو جب کہیں پناہ نہیں ملتی تو اپنے آپ کو بچانے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں اور انہیں بشارت ہو کہ جھوٹ باندھ کر ان سب نے اپنا ٹھکانا جہنم بنایا۔ مشہور حدیث ہے جسے بہت سے علماء نے متواتر بھی کہا ہے صرف بخاری میں پانچ صحابی سے مروی ہے کہ فرمایا من کذب علی فلیتبوا مقعدہ من النار۔ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

ثانیاً —— دیوبندیوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے کفری عقائد پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے عوام کو مطمئن کرنے کے لئے مسلسل افتراء و بہتان کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جھوٹی حدیثیں بھی گڑھ کر پھیلاتے ہیں بلکہ کبھی کبھی ایسی باتیں بھی کہہ جاتے

ہیں جو خود ان کے بڑے بوڑھوں کے خلاف ہوتی ہے۔ آیئے ہم بانی دیوبندیت جناب گنگوہی صاحب کی تصریح دکھائیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ عرب میں کفر و شرک پھیلے گا ایک حدیث ہے۔ ان الشیطان قد یئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب : شیطان اس سے مایوس ہو گیا کہ نمازی اسے جزیرۃ العرب میں پوجیں۔ اور مشکوٰۃ ہی میں ایک دوسری حدیث ہے کہ فرمایا۔

لا تقوم الساعۃ حتی تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصۃ وذو الخلصۃ طاغیۃ دوس التی کانوا یعبدون فی الجاھلیۃ۔ صـ ۴۸۱

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دوس کی عورتیں ذو الخلصہ کے گرد ناچ نہ لیں گی ذو الخلصہ قبیلۂ دوس کا بت تھا جسے وہ جاہلیت میں پوجتے تھے۔

بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض تھا، بانی دیوبندیت گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ اس کی توجیہ کیا ہے انہوں نے فرمایا۔

"شیطان نے جو قوت اسلام اور رسوخ مسلمین دیکھا تو مایوس ہو گیا کہ مسلمان ہرگز شرک نہ کریں گے بلکہ اس سے یاس ہوئی مصلین یعنی مسلمین سے نہ کہ کفار سے دیکھو حضرت ابلغ البلغاء کے کلام کو کہ مسلمانوں سے یاس شیطانی فرمائی نہ وجود شرک سے اور شیطان کی بقاء توقع کفار میں باقی رکھی، اول تو ظاہر ہے کہ یاس کو عدم الوقوع لازم نہیں تو کیا ضرور ہے کہ شیطان کی یاس کو عدم الشرک لازم ہو۔ کمال قوت دیکھ کر مایوس ہوا مگر انجام وہ قوت نہ رہے رفتہ رفتہ وہ نوبت پہنچے کہ فقط کلمہ بھی باپ دادا کے سنے سنائے پڑھیں کوئی نہ جانے کہ کیا چیز ہے۔ جب سائل نے قوت اسلام اور وضوح دلائل اسکے دیکھے تو پوچھا کہ بعد آپ کے ایسا ہی حال رہے گا یا مثل یہودی اور نصرانی کے آپ کی امت اجابت میں شرک ہو جائے گا تو حضرت نے فرمایا کہ شرک جلی تو نہ ہوگا البتہ خفی آجاوے گا اور جو شخص مرتد ہوا اجابت کی

شان سے نکل گیا۔ اور جب ریح چلے گی تو اس سے سب مسلمان مرجاویں گے اس کے بعد بت پرستی عرب میں شروع ہووے گی۔ تو وہ لوگ بھی امت اجابت نہیں، ہاں امت دعوت ہیں کہ سوال سے خارج ہیں۔ ہاں اہل ہوا رکا خدشہ رہا سو یا بطور محدثین کافر کہو یا بطور متکلین فاسق"۔

(تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۶۰)

ناظرین غور کریں گنگوہی صاحب نے بڑی صفائی کے ساتھ قبول کر لیا کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ شیطان نا یوس ہو گیا مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ عرب میں شرک واقع نہ ہو پھر بعد میں تصریح کر دی کہ ایک وقت آئے گا عرب میں بت پرستی پھیلے گی اور بد مذہب عرب میں بھی پیدا ہوں گے۔

ثالثاً ـــــــــ یہ کہنا کہ حرمین طیبین پر کافر کی حکومت نہ ہوگی واقعے کے خلاف ہے سب کو معلوم ہے کہ حرمین طیبین پر یزید کی حکومت تھی جب کہ یزید کو امام احمد بن حنبل اور دوسرے بہت سے ائمہ و علماء نے کافر کہا ہے اگرچہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں سکوت فرمایا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے۔

قال ابن همام فاختلف فی اکفار یزید قیل نعم یعنی لما روی عنه ما یدل علی کفره من تحلیل الخمر ومن تفوهه بعد قتل الحسین واصحابه انی جازیتهم بما فعلوا باشیاخ قریش وصنادیدهم فی بدر و امثال ذالک ولعله وجه ما قال الامام احمد بتکفیره لما ثبت عنده نقل وقیل لا اذلم یثبت لنا تقریره عنه	امام ابن ہمام نے کہا یزید کو کافر کہنے میں اختلاف کیا گیا ایک قول یہ ہے کہ وہ کافر ہے کیوں کہ اس سے وہ باتیں مروی ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں مثلاً شراب کو حلال جاننا اور حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے بعد اس کا یہ بکنا کہ میں نے اس کا بدلہ لے لیا جو ان لوگوں نے قریش کے سرداروں کے ساتھ بدر میں کیا تھا اور اس کے مثل اور بھی باتیں ہیں۔ امام احمد نے جو اس کو کافر کہا شاید

تلك الاسباب الموجبة ای لکفرہٖ وحقیقة الامر التوقف فیه
صـ۵۵

اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا ثبوت شرعی ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ اسکو کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک وہ اسباب جو کفر کو واجب کرنیوالے ہیں ثابت نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اسکے بارے میں توقف کیا جائے۔

یزید کے بارے میں یہی فتویٰ بانیٔ دیوبندیت گنگوہی صاحب کا بھی ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ صـ۴۹)

رابعًا ـــــــ تاریخ کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے مصر کے عبیدی فاطمی بدترین قسم کے رافضی تھے۔ ان کی حکومت بھی تقریبًا دو صدی تک حرمین طیبین پر رہی۔ ان خبثاء میں حاکم بامر اللہ سب سے بدتر تھا اس نے یہ حکم دیا کہ جب خطبے میں میرا نام لیا جائے تو سب لوگ صف بستہ کھڑے ہو جائیں اس نے یہ حکم سارے ممالک میں دیا تھا حتیٰ کہ حرمین شریفین میں بھی اس کی خرد ماغی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اب سارے وہابی مل کر بتائیں کہ اگر ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ حرمین طیبین پر کسی کافر کی حکومت نہیں ہو سکتی تو عبیدی خبثار کی تقریبًا دو صدی تک کیسے حکومت رہی۔

خامسًا ـــــــ کیا قرامطہ بھی وہابیوں کے ہم مذہب تھے۔ اور انکے زعم میں مسلمان جنھوں نے مکہ معظمہ فتح کیا کعبہ شریف سے حجر اسود اکھاڑ لے گئے بائیس سال تک کعبہ بغیر حجر اسود کے رہا۔ (البدایة والنہایة صـ۱۶۱ ج ۱۱)

سادسًا ـــــــ بخاری وغیرہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یخرب الکعبة ذوالسُوَیقَتَین من الحبشة (ج اول ص ۲۱۶)

چھوٹی چھوٹی تپلی تپلی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو برباد کرے گا۔

بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

گویا ٹانگیں پھیلا کر چلنے والے اس کالے حبشی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبے کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑے گا (جلد اول ص ۲۱۶)

سابعًا ــــــ غالبًا یہ حبشی بھی وہابی ہوگا جو وہابی مذہب کے مطابق ٹنا ٹن مسلمان ہوگا۔ ان ابحاث سے ہٹ کر ہم کو یہ تحقیق کرنا ہے کہ نجدیوں کے عقائد کیا ہیں؟ دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب اپنے مشہور گالی نامے "الشہاب الثاقب" میں لکھتے ہیں

"صاحبو! محمد بن عبدالوہاب چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیال کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھتا رہا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصًا اور اہل حجاز کو عمومًا اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصًا اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا۔ اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ قوم نصاریٰ سے نہ قوم مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرض کہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے کہ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے کہ جتنی وہابیت سے

رکھتے ہیں۔ صـ ۴۲

دیوبندیو! اپنے شیخ الاسلام کے ارشادات عالیہ بغور سنو انہوں نے ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں کیا کیا لکھا ہے۔ ـــــ وہ خیالات باطلہ رکھتا تھا، عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اہل سنت وجماعت کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا تھا۔ ان کے اموال کو مال غنیمت جانتا تھا۔ اہل حجاز خصوصًا اہل حرمین کو اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں جس کی تاب نہ لاکر بہت سے لوگوں کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ سلف صالحین اور ان کے متبعین کی شان میں گستاخ تھا وہ بالجبر لوگوں کو اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کرایا اہل عرب اس سے اتنا بغض رکھتے ہیں کہ اتنا بغض نہ یہود سے رکھتے ہیں نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔

اب چند سوالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ابن عبدالوہاب نجدی جو عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس کی رو سے وہ کافر تھا یا مسلمان؟ دیوبندی شیخ الاسلام صاحب نے تصریح کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا تھا۔ اس سے لازم کہ مسلمانوں کے قتل کو حلال جانتا تھا۔ اور اس پر اجماع ہے کہ مسلمان کے قتل کو حلال جاننا کفر ہے، جب کہ وہ مسلمان باغی، ڈاکو، قاتل نہ ہو، بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے۔

سباب المسلم فسوق وقتالہٗ کفر۔ (بخاری صـ۱۲ج ۱، مسلم صـ۵۸ ج ۱)	مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر۔

اس کی شرح میں تمام علماء نے بالاتفاق یہ لکھا کہ اگر مسلمان کے قتال کو حلال جان کر قتال کیا تو کافر ہے۔ علامہ نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

اما قتالہ بغیر حق فلا یکفر بہ عند اہل الحق کفرا یخرج بہ عن الملۃ الا اذا استحلہٗ (صـ۵۸ ج اول)	مسلمان سے بغیر حق کے قتال کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا مگر یہ کہ جب اسے حلال جانے۔

اب دیوبندی سوچیں ان کے شیخ الاسلام کے ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ نجدی کافر ہیں۔ مگر مزید اور آگے سنئے، اسی میں ہے۔

"محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانانِ دیارِ مشرک اور کافر ہیں ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں (غیر مقلد) نے اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔" (الشہاب الثاقب ص۴۵)

اس پر تو امت کا اجماع ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہنا تو بڑی بات ہے کسی ایک مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر، اور یہ خود حدیث میں مذکور ہے بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ایما امریٔ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ۔

(بخاری ص۹۰۱ ج۲۔ مسلم ص۵۷ ج۱)

جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

جب ایک مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے تو سارے جہان کے مسلمانوں کو کافر کہنے والا نجدی تھوک کے حساب سے کافر ہے۔

دیوبندیوں کے یہی مایہ ناز بزرگ لکھتے ہیں۔

"شانِ نبوت و حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانِ تبلیغ کی مانتے ہیں۔" (الشہاب الثاقب ص۴۷)

اب مسلمان سوچیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخی کرنے والے بھی اگر مسلمان ہیں تو پھر دنیا میں کافر کون ہو گا؟ معمولی پڑھا لکھا مسلمان

ترکی بزرگانِ دین کے تصرف کے قائل تھے اور ان سے بوقت حاجت استعانت کرتے تھے اور آج بھی ترکی وہابیوں نجدیوں کا شد و مد کے ساتھ رد کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ کتابیں چھاپ کر مفت پوری دنیا میں بانٹتے ہیں اس لئے وہابیوں دیوبندیوں کے عقیدے کے مطابق ترک بھی مشرک تھے مگر جب کہ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں مشرکوں کی حکومت نہیں ہوگی لیکن جبکہ حرمین طیبین پر ترکیوں کی ڈھائی سو سال تک حکومت رہی تو ثابت ہوا کہ ترکی کافر اور مشرک نہیں تھے۔ اسی سے ثابت ہوگیا کہ مزارات پر قبہ بنوانا بزرگانِ دین سے استعانت کرنا میلاد اور قیام کرنا فاتحہ اور عرس کرنا نہ شرک ہے نہ کفر، نہ بدعت ہے نہ حرام بلکہ جائز و مستحسن ہے۔

اب آیئے چند غیر جانبدارانہ شہادتیں نجدیوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں

مولانا ابوالحسن زید صاحب فاروقی دہلوی مقامات خیر میں لکھتے ہیں۔

"حجاز مقدس پر نجدیوں کے تصرف کا تیسرا سال تھا ان لوگوں میں نہ علم ہے اور نہ تہذیب، محمد بن عبدالوہاب کو یہ لوگ مانتے ہیں جو کچھ اس نے کہہ دیا ہے وہ بمنزلہ منزل من اللہ ہے۔ اس کی علمیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم کے مسلمان مشرک ہیں اور ان کا قتل جائز ہے نجدیوں نے حجاز مقدس کے مقامات مقدسہ اور مزارات مبارکہ کی جو توہین کی یقیناً وہ شیطانی عمل ہے۔ وہ مبارک مقام جہاں محبوب رب العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تھی اور جہاں خیزراں والدہ ہارون نے ۱۶۱ھ میں مسجد شریف بنوائی تھی کوڑا ڈالنے کی جگہ بنائی گئی"۔

نجدیوں کے فتنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث شریف ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَللّٰھم بارك لنا فی شامنا، اللّٰھم بارك لنا فی یمننا، قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھنالك الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان
(مقامات خیر ص۲۷۶)

اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے اے اللہ ہمارے یمن میں برکت دے، کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں، میں گمان کرتا ہوں کہ تیسری مرتبہ میں فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں وہاں سے شیطان کے ساتھی نکلیں گے۔

تاسعًا ——— اگر اب بھی اطمینان نہ ہو تو اب اخیر میں علمائے دیوبند کا ان نجدیو کے بارے میں اخیر فیصلہ سنئے مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے لکھا۔

"ہمارے نزدیک ان (نجدیوں) کا حکم وہی ہے جو صاحب در مختار نے فرمایا ہے۔ اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی۔ تاویل سے ان کا حکم باغیوں کا ہے۔ اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہلسنت اور علمائے اہلسنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی"۔ (المھند ص۲۱)

اس کتاب پر اس وقت کے تقریبًا تمام علمائے دیوبند کی تصدیقات ہیں۔ مثلاً تھانوی صاحب، مولوی محمود الحسن، مفتی عزیزالرحمٰن، مفتی کفایت اللہ وغیرہ وغیرہ دیکھئے صاف تصریح ہے کہ نجدیوں کا حکم وہی ہے جو خوارج کا ہے اور خارجیوں کے گمراہ بددین ہونے پر اہلسنت کا اتفاق ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ دیوبندی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نجدی اہلسنت سے خارج ضال مضل گمراہ بددین ہیں۔ دیوبندیو! اہلسنت کی نہیں سنتے نہیں مانتے تو اپنی جماعت کے اجماعی فیصلے پر تو ایمان

نوشیرواں عادل نہیں تھا

الملفوظ حصہ چہارم صث میں ہے۔
عرض :۔ نوشیرواں کو عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں ؟
ارشاد :۔ نہیں۔ اگر اس کے احکام کو حق جان کر کہے کفر ہے ورنہ حرام۔
اس پر دیوبندی برادری میں بڑی کھلبلی ہے۔ بیچاروں کو اس کا بہت دکھ ہے کہ ان کے ایک چہیتے بادشاہ کو عادل کہنے سے منع کر دیا۔ بیچارے کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ولدت فی زمن الملك العادل — میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا

کٹک کے مناظرے میں دیوبندی مناظر سے جب پوچھا گیا کہ یہ حدیث کہاں ہے تو اس نے بہت جھک کر بوستاں کے حاشیہ کا حوالہ دیا جب کتاب منگا کر دیکھی گئی تو وہ حاشیہ بھی کسی دیوبندی کا تھا۔ دیوبندی مناظر کو ذرا بھی شرم نہ آئی کہ اپنے مدعا کے ثبوت میں ایک دیوبندی کا قول پیش کیا یہ بالکل ایسے ہی ہوا کہ جیسے کوئی ہندو کہے کہ رام چندر جی ایشور کے اوتار تھے اور جب اس سے کوئی دلیل مانگی گئی تو اس نے کہا رامائن میں یہی لکھا ہے۔

ناظرین توجہ سے سنیں یہ حدیث موضوع باطل کسی ایرانی کی من گھڑت ہے۔
حضرت ملا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں ۔

قال السخاوی لا اصل لہ قال الزرکشی کذب باطل وقال السیوطی قال البیھقی فی شعب الایمان تکلم شیخنا ابو عبد اللہ	سخاوی نے کہا اس کی کوئی اصل نہیں۔ زرکشی نے کہا کذب باطل ہے۔ سیوطی نے کہا کہ بیہقی نے شعب الایمان میں فرمایا کہ ہمارے

الحافظ بطلان ما یرویہ بعض الجہلاء عن نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولدت فی زمن الملک العادل یعنی انوشروان (ص ۷۹)

شیخ ابو عبداللہ حافظ نے اسکے باطل ہونے کو بیان فرمایا جو بعض جاہل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں بادشاہ عادل کے زمانے میں پیدا ہوا یعنی نوشیرواں۔

علامہ ابوطاہر فتنی مجمع بحار الانوار کے تکملہ میں لکھتے ہیں۔

لا اصل لہ ولا یجوز ان یسمی من یحکم بغیر حکم اللہ عادلا (ص ۲۱۹ ج خامس)

اس کی کوئی اصل نہیں جو شخص اللہ کے حکم کے خلاف حکم کرے اس کو عادل کہنا جائز نہیں

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

ونزد محدثین ایں صحیح نیست وچوں درست باشد وصف مشرک بعدل وحال آنکہ شرک ظلم عظیم است قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ومی گویند کہ مراد بعدل ایں جا سیاست رعیت وداد ستانی وفریاد رسی است کہ اہل عرف آں را عدل می خوانند اما جریان اسم عادل بر زبان سید انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ بعید است۔ (جلد دوم ص ۲۲۴)

محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں اور مشرک کا وصف عدل کے ساتھ کیسے درست ہوگا حالانکہ شرک ظلم عظیم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شرک ضرور ظلم عظیم ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مراد عدل سے اس جگہ رعایا کی سیاست اور داد ستانی ہے اور فریاد رسی ہے کہ اہل عرف اس کو عدل کہتے ہیں لیکن عادل کا لفظ سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی زبان پر جاری ہونا بعید ہے۔

ناظرین دیکھیں محدثین فرما رہے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں یہ جھوٹ باطل ہے صاف فرما رہے ہیں کہ نوشیرواں مجوسی مشرک کو عادل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے مگر دیوبندی ان سب تصریحات سے آنکھیں بند کر کے گلستاں کے اپنے مذہب کے ایک محشی پر اعتماد کر کے اس کو حدیث کہہ کر اپنا رہا سہا بھرم کھو رہے ہیں۔ بلکہ بنظر دقیق

اسے حدیث کہہ کر اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا رہے ہیں جیسا کہ ابھی حدیث گذری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالئے بلکہ ایک حدیث میں اس سے واضح تر ہے کہ فرمایا

من یکذب علیّ مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار — جس نے میری طرف منسوب کرکے وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ ولدت فی زمن الملک العادل حدیث نہیں تو اس علم کے بعد جو شخص اسے حدیث کہے وہ یقیناً اس وعید کا مستحق ہے اخیر میں ہم ایک بہت بڑے دیوبندی بزرگ دیوبندی ہی نہیں غیر مقلد بزرگ بھی جو بہ یک وقت دیوبندی بھی تھے اور غیر مقلد بھی تھے۔ اور دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب کے مرید بھی تھے یعنی سلیمان ندوی صاحب کی تحقیق پیش کرتے ہیں شاید دیوبندیت اور غیر مقلدیت کے مجمع البحرین کی بات وہابی برادری مان لے۔ لکھتے ہیں۔

" ایرانیوں میں اس (نوشیرواں) کی عدل پروری اب تک مشہور ہے مگر اس کو یہ مبارک لقب اپنے عزیزوں اور افسروں اور ہزاروں بے گناہوں کے قتل کی بدولت ملا۔ (سیرۃ النبی ج ۴ ص ۱۶۴)

ہزاروں بے گناہوں کے قتل کا نام عدل مجوسی لغت کے ساتھ ساتھ دیوبندی لغت میں ہوسکتا ہے مگر دنیا کی کسی لغت میں نہیں ہوسکتا۔ دیوبندیو! تمہیں کچھ شرم نہیں آتی، ایسے ظالم کو عادل کہتے ہو اور عادل نہ کہنے پر فساد مچاتے ہو۔

دلھن کے پاؤں دھونے کا مسئلہ

فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۴۵۵ پر ہے۔
دلھن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر پانی مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔
دیوبندی اس کو بیان کر کے زندگی بھر کے سیکھے ہوئے سارے کرتب دکھا ڈالتے ہیں۔ اور اکابر علمائے اہلسنت کا نام لے لے کر چیخ چیخ کر چیلنج کرتے ہیں کہ لاؤ دکھاؤ یہ کہاں ہے۔ اور یہ بھی مسخرہ پن کرتے ہیں کہ جب اس پانی سے برکت ہوتی ہے تو رضا خانی اسے تبرک کے طور پر اپنے گھروں میں لے جائیں نہیں۔
چونکہ فتاویٰ رضویہ میں حوالہ نہیں دیوبندی یہ جانتے تھے کہ عامۂ کتب میں یہ ہے نہیں کوئی حوالہ کہاں سے نکالے گا۔ یہ بات ایک حد تک صحیح بھی تھی کیونکہ جس کتاب میں یہ مذکور ہے وہ نایاب تھی کہیں ملتی نہ تھی لیکن ماضی قریب میں استنبول میں شائع ہوئی اور اس کے کچھ نسخے ہندوستان میں بھی آئے۔ دیوبندیو! تم بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پڑھو اور اپنے مولویوں کی جہالت اور خیانت پر ماتم کرو۔
ائمہ جلیلین محمد بن ابی بکر امام زادہ اور یعقوب بن سید علی "شرعۃ الاسلام" اور اس کی شرح "مفاتیح الجنان" میں لکھتے ہیں۔

من السنۃ ان یغسل الزوج رجلیہا و	سنت ہے کہ شوہر دلھن کے پاؤں کو دھوے
یرش ذالک الماء فی زوایا البیت یدخل	اور اس پانی کو گھر کے کونوں میں چھڑک دے
من ذالک الماء برکۃ صفحہ ۴۴۰	اس سے برکت آئے گی۔

فتاویٰ رضویہ میں صرف یہ تھا کہ یہ مستحب ہے اور ان دونوں کتابوں میں اسے

سنت کہا گیا ہے۔

دیوبندیو! اپنے کسی دارالافتاء سے پوچھو سنت کا تمسخر کرنے والے کا کیا حکم ہے یقین رکھو اگر زید و عمرو کے نام سے سوال کرو گے تو دیوبندی دارالافتاء سے بھی وہی جواب آئے گا جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے دیوبندیوں کے بارے دیا ہے۔

دیوبندیت ایسی بیماری ہے کہ اس کا علاج ، علاج بالمثل کے سوا کچھ بھی نہیں قرآن حکیم پڑھو اینٹھتے رہیں گے، حدیث پاک سناؤ منہ بسورتے رہیں گے ہاں اگر ان کے کسی حضرت جی کا ارشاد سناؤ تو گھر میں گھس جائیں گے۔

تھانوی جی کا ایک نسخہ

دیوبندی امت کے حکیم جی تھانوی صاحب بہشتی زیور حصہ ہفتم میں لکھتے ہیں۔

"اگر کسی کو نظر لگ جائے جس پر شبہہ ہو کہ اس کی نظر لگی ہے اس کا منھ اور دونوں ہاتھ کہنی سمیت اور دونوں پاؤں اور دونوں زانوں استنجا کا موقع (پیشاب پاخانہ کا مقام) کو دھلوا کر پانی جمع کر کے اس شخص کے سر پر ڈالو جس کو نظر لگی ہے اس کو شفا ہو جائے گی۔"

انصاف پسند حضرات غور کریں کہ "شریعۃ الاسلام" اور "مفاتیح الجنان" میں تو صرف یہ تھا دلھن کے دونوں پاؤں دھوئیں گھر کے کونوں پر چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔ اس پر دیوبندی اپنا سارا کرتب دکھاتے ہیں اور یہاں یہ ہے کہ صرف پاؤں ہی نہیں اس کے پیشاب کا مقام بھی دھوئیں اس کے پاخانے کا مقام بھی دھوئیں مریض کے سر پر ڈالیں اس کو شفا ہو جائے گی۔ اگر یہ بات ہماری کسی کتاب میں ہوتی تو دیوبندی نقال خوب خوب چک پھیریاں کرتے کرتب دکھاتے۔ جب دین نہیں، دیانت نہیں، خدا کا خوف نہیں، رسول سے شرم نہیں، آخرت کے مؤاخذے کا اندیشہ نہیں تو پھر ڈر کا ہے کا۔ دیوبندیو! جب یہ پیشاب پاخانے کا دھوون آب شفا ہے۔ تو تم اس کو گھروں میں لے جا کر رکھو۔ پیو پلاؤ تقسیم کرو۔

دوسرا نسخہ اعمال قرآنی میں دیوبندی برادری کے انہیں حکیم جی نے امساک کے لئے یعنی عورت کے ساتھ دیر تک ہمبستری کرنے کے لئے یہ عمل لکھا ہے۔

"انگور کی پتی پر آیتہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ الآیتہ لکھ کر ران پر باندھیں"۔

جس پتی یا کاغذ پر آیتہ کریمہ لکھی ہو اس کا چھونا جنب تو جنب ہے بے وضو کو بھی جائز نہیں۔ جب کہ ہمبستری سے وضو بھی ٹوٹے گا اور غسل واجب ہوگا۔ کتنی عمدہ دیوبندی تعلیم ہے۔ کہ لذت نفسانی کے لئے جی بھر کر قرآن مجید کی بے حرمتی کا سبق دیا جا رہا ہے۔

غوث وقت کی شان میں گستاخی

ابریز شریف صـ۲۱ پر عارف باللہ حضرت سید احمد سجلماسی قدس سرہٗ نے اپنا یہ واقعہ لکھا ہے۔

میں نے ایک رات اپنی دونوں بیویوں کو ایک خواب گاہ میں اکٹھا کیا ان میں سے ہر ایک بچھونے پر تنہا سوئی اور میں ایک بچھونے پر تنہا سویا۔ ـــــ اور گھر میں ایک بچھونا خالی رہ گیا جس پر کوئی نہیں سویا ـــــ میں نے یہ گمان کر کے کہ دوسری بیوی سو رہی ہے ایک بیوی سے ہمبستری کر لی ـــــ تھوڑی دیر سونے کے بعد یہ گمان کر کے کہ پہلی بیوی سو گئی ہے دوسری سے بھی ہمبستری کی ـــــ اس کے بعد جب میں حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ـــــ میں اکثر ان کی زیارت کو جاتا تھا اگرچہ وہ کتنی ہی دور ہوں، ایک دن جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے تفریح فرمانے لگے یہاں تک کہ فرمایا تم لوگ کیا کہتے ہو اس کے بارے میں کہ دو عورتوں کو ایک مکان میں جمع کرنا اور دونوں سے وطی کرنا کیسا ہے؟ ـــــ

میں سمجھ گیا کہ انہوں نے مجھ سے جو سرزد ہوا ہے اس کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں میں نے عرض کیا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا ——— تو فرمایا ——— چوتھے بچھونے پر کون سویا تھا؟ میں نے عرض کیا سیدی میں نے گمان کیا تھا کہ دونوں سورہی ہیں فرمایا نہ پہلی سوئی تھی اور نہ دوسری ——— علاوہ ازیں یہ مناسب نہیں۔ اگرچہ دونوں سورہی ہوں ——— میں نے عرض کیا یا سیدی یہی مذہب ہے اور میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ الملفوظ حصہ دوم میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر دیوبندی انتہائی پھوہڑ پن کے ساتھ تنقید کرتے ہیں لیکن بے چارے بے علم یہ نہیں جانتے کہ یہ واقعہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا گڑھا ہوا نہیں بلکہ تصوف کی انتہائی معتبر کتاب ابریز میں لکھا ہوا ہے اس واقعہ پر دیوبندی یا کوئی اور اعتراض کرے تو حقیقت میں اس کا اعتراض عارف باللہ حضرت سید احمد سجلماسی اور غوث وقت حضرت سیدنا عبدالعزیز دباغ پر ہوگا۔ اب دیوبندی جتنا چاہیں اس پر پھکڑ بازی کریں۔

الملفوظ میں یہ ہے کہ جب حضرت سید احمد سجلماسی نے پوچھا کہ حضور کو کس طرح علم ہوا، فرمایا جہاں وہ سورہی تھیں کوئی اور پلنگ بھی تھا عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا ——— فرمایا اس پر میں تھا۔

چونکہ بعینہٖ یہی الفاظ ابریز شریف میں نہیں اس لئے جس طرح ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے، دیوبندی اس پر بہت اچھلتے کودتے ہیں لیکن یہ بھی ان کی جہالت یا شرارت ہے۔ یہ مضمون عبارت کے ردوبدل کے ساتھ ابریز شریف میں موجود ہے۔ حضرت سید احمد سجلماسی کے اس پوچھنے پر کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا حضرت شیخ نے فرمایا "من نام علی الفراش الرابع" "چوتھے بچھونے پر کون سویا تھا؟ یہ استفہام تقریری ہے۔ اس کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ اس چوتھے فراش پر میں سویا تھا۔ ورنہ سوال وجواب میں مطابقت نہ ہوگی، وہ پوچھ رہے ہیں حضور کو کیسے معلوم ہوا اس کا جواب اسی وقت بنے گا کہ "من نام علی الفراش الرابع" سے مراد یہ ہو کہ اس

خالی چونچھے بچھونے پر میں سویا تھا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ واقعات کے بیان کرنے میں الفاظ کا ردوبدل عام طور پر رائج ہے۔ اگر میں اس کی نظیر میں علمائے دیوبند کی کتابوں سے پیش کروں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

ناظرین کے اطمینان کے لئے ابریز شریف ہی سے اس قسم کا ایک اور واقعہ نقل کر دیتا ہوں۔ شیخ عبدالرحمٰن کہتے ہیں ــــــ میں شیخ کی زیارت کے لئے گیا جب بیٹھ گیا تو دریافت فرمایا۔ تو نے اتوار کی رات میں کیا کیا۔ میں نے عرض کیا یا سیدی میں نے کیا کیا؟ فرمایا تو اپنی بیوی سے جماع کر رہا تھا۔ اور اپنے بچے کو بچھونے پر بٹھا رکھا تھا ــــــ کیا تو نے یہ نہیں جانا کہ میں تیرے ساتھ موجود تھا۔ ص ۲۷

اب دیوبندی بولیں کیا کہتے ہیں یہاں صاف تصریح ہے کہ میں تمہارے ساتھ موجود تھا۔ ناظرین کے خلجان کو دور کرنے کے لئے عرض ہے کہ باطنی طور پر کسی ذات کا ہمارے پوشیدہ احوال کو دیکھنا عیب نہیں ــــــ کیا اللہ عزوجل ہمارے ہر ظاہر و پوشیدہ اعمال و افعال کو نہیں دیکھتا؟ کیا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا بے حیائی ہے؟ باطنی امور کو ظاہری امور پر قیاس کرنا جہالت بھی ہے شرارت بھی ہے اور گمراہی کا ذریعہ بھی۔

دیوبندیوں کے پیران پیر کی کرامت

مگر میں جانتا ہوں کہ دیوبندی اب بھی خاموش نہیں رہیں گے ــــــ اس لئے ضروری ہے کہ ان کے علاج کے لئے ان کے نہاں خانہ خاص کا ایک راز فاش کر دوں۔ جس کا تعلق بانی دیوبندیت گنگوہی صاحب اور ان کے پیر جی حاجی امداد اللہ صاحب سے ہے۔

ارواح ثلثہ ص ۲۹ پر ہے۔

" ایک دفعہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے ــــــ فرمایا ــــــ کہ

تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔"

اب دیوبندی بتائیں کہ جن تین سالوں میں جناب حاجی امداد صاحب کا چہرہ گنگوہی صاحب کے قلب میں رہا ان تین سالوں میں جب جب گنگوہی صاحب نے اپنی بیوی یا اپنے رفیقِ جانی نانوتوی صاحب سے ہم بستری کی حاجی صاحب ٹکر ٹکر دیکھتے رہے یا نہیں؟ صرف ٹکر ٹکر دیکھتے ہی نہیں رہے بلکہ جب گنگوہی صاحب کے قلب میں گھسے رہے تو ہم بستری کی لذت سے بھی لطف اندوز ہوتے رہے۔

سبحان اللہ! دیوبندی مذہب کتنا مزیدار ہے کہ ہم بستری کرے مرید اور لطف اندوز ہو مرید کے ساتھ پیر بھی۔

دیوبندیو! اگر تم پکے منافق نہیں آخرت کی پرسش پر ایمان ہے تو بولو حضرت شیخ احمد سجلماسی قدس سرہ کے واقعہ میں تصریح ہے کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کے شیخ یہاں تشریف فرما ہیں۔ اس پر دیوبندیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا، لیکن گنگوہی صاحب کو معلوم تھا کہ میرے پیر جی میرے دل میں ہیں اور میری ہر حرکت کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے ہیں۔ پھر بھی کبھی بیوی سے ہمبستری کرتے ہیں اور کبھی اپنے رفیقِ جانی نانوتوی صاحب سے۔ کبھی خواب میں کبھی بیداری میں۔ بولو کیا کہتے ہو۔؟

یہاں مزے کی بات یہ ہے کہ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے یعنی حضرت امداد سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی سے ہمبستری کرنی چاہی تو پوچھا۔ حضور! بیوی سے ہمبستری کروں کہ نہیں؟ اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب سے ہمبستری کرنی چاہی تو پوچھا۔ جب حضرت امداد نے بیوی سے ہمبستری کی اجازت دی تو بیوی سے ہمبستری کی۔ اور جب اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب سے ہمبستری کرنے کی اجازت دی، تو نانوتوی صاحب سے ہمبستری کرنے کی اجازت دی، تو نانوتوی صاحب کے ساتھ ہمبستری کی۔

دیوبندیو! پیر ہو تو ایسا ہو کہ مرد کے ساتھ بھی ہمبستری کرنے کی اجازت دے غالباً دیوبندی مذہب میں راہِ سلوک طے کرنے کا یہ بھی کوئی طریقہ ہے۔
دیوبندیو! خفا مت ہو کہ میں نے یہ لکھ دیا کہ گنگوہی صاحب اپنے رفیق جانی نانوتوی کے ساتھ ہمبستری کرتے تھے۔ یہ خود تمہاری کتابوں میں، تمہارے ان بزرگوں کے حالات میں لکھا ہے۔ اٹھا کر دیکھو تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص۲۸۹ اور ارواح ثلثہ ص۲۸۲ ان دونوں کتابوں کی اصل عبارت حصہ اول میں زیر عنوان۔
"دیوبندی برادری کی اشاعت فاحشہ" میں مذکور ہے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ جو خود حدیث شریف میں ہے بخاری کتاب الحیض، کتاب الانبیاء، کتاب القدر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللّٰہ تبارك وتعالیٰ وکل بالرحم مَلکاً یقول یارب نطفة یارب علقة یارب مضغة فاذا اراد اللّٰہ ان یقضی خلقه قال هل ذکر ام انثی شقی ام سعید فما الرزق فما الاجل قال فیکتب فی بطن امه	اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے وہ کہتا ہے اے پروردگار نطفہ ہے اے پروردگار بستہ خون ہے اے پروردگار گوشت کا لوتھڑا ہے جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادیتا ہے اس کی پیدائش کا تو فرشتہ پوچھتا ہے مرد ہے یا عورت؟ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اسکی کتنی روزی ہے؟ کتنی عمر ہے یہ سب لکھ لیا جاتا ہے اور بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔
جلد اول ص۴۶ جلد دوم ص۹۷۶	

کتاب الانبیاء کی روایت میں یہ ہے۔

وکّل فی الرحم مَلَکاً	رحم میں ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ فرشتہ رحم میں داخل ہوتا ہے بلکہ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ عن الاعمش کی روایت میں یہ لفظ ہے۔

اذا استقرت النطفۃ فی الرحم اخذ ھا الملک بکفہ وقال ای رب اذکر اوانثیٰ (فتح الباری ج ۱۱ ص۴۰۳)

جب نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتا ہے اے رب یہ مرد ہے یا عورت؟

دیوبندیو! تمہارے مذہب کے مطابق کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہے کہ فرشتہ رحم میں جاکر یا کم از کم عورت کی بچہ دانی میں ہاتھ ڈال کر نطفے کو ہاتھ میں لیتا ہے کیا شوہر کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بچے دانی کے اندر جانا یا اس میں ہاتھ ڈالنا تو بڑی بات ہے اس کو دیکھ بھی سکتا ہے۔ بولو دیوبندیو! کیا جواب ہے۔ اسکے علاوہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہر انسان کے ساتھ کچھ فرشتے ہمیشہ رہتے ہیں ان میں کراماً کاتبین ان کے نامۂ اعمال لکھتے ہیں اور کچھ فرشتے انسان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ فتح الباری اور عینی میں ہے کہ یہ کبھی انسان سے جدا نہیں ہوتے۔ اب بتاؤ جب انسان اپنی اہلیہ سے ہمبستری کرتا ہے فرشتے موجود ہیں دیکھ رہے ہیں۔ دیوبندی بتائیں کہ یہ بے حیائی ہے یا نہیں؟

دیوبندیوں کو جانے دیجئے انصاف پسند ناظرین سے ہماری درخواست ہے کہ عالم غیب کی باتوں کو عالم شہادت کی باتوں پر قیاس کرنا ہی دیوبندیوں کی گمراہی ہے اگر عالم غیب کی باتوں کو عالم شہادت پر قیاس کریں گے تو جینا دوبھر ہو جائے گا۔ غور کیجئے ہر مسلمان جانتا ہے کہ ہمارے ساتھ کراماً کاتبین ہیں وہ ہمارے سارے احوال و افعال کو دیکھتے اور سنتے ہیں ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب اعمال و افعال کو دیکھتا ہے پھر بھی انسان اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے حقوق زوجیت ادا کرتا ہے اور یہاں علامہ سید احمد سجلماسی اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کو اس کا شائبہ بھی نہ تھا کہ حضرت عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ ہمارے کمرے میں موجود ہیں۔ اس پر دیوبندی اتنا طوفان اٹھاتے ہیں اب ان سے کوئی پوچھے کہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور کراماً کاتبین کے موجود ہونے کو کیا کہتے ہیں۔

اولیائے کرام سے استعانت کا راز

ابریز شریف ص۱۷۳ میں ہے۔
عارف باللہ حافظ الحدیث علامہ سید احمد سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ عوام اللہ عزوجل سے اپنی حاجتیں نہیں طلب کرتے، بلکہ اولیائے کرام مثلاً شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے حاجتیں طلب کرتے ہیں تو حضرت شیخ نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔

ولو توجهت ذات الظلمانية اليه تعالىٰ بجميع عروقها وبكل جواهرها وسئلته امراً ومنعها ولم يطلعها على سر القدر في المنع فربما وقع لها وسواس في وجود الحق سبحانه فتقع في ما هوادهى وأمر من عدم قضاء حاجتها فكان من المصلحة ما فعله اهل الديوان من ربط عقول الناس بعباد الله الصالحين لانه اذا

ظلماتی ذات (عوام) اگر اللہ تعالیٰ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوں اور اس سے کچھ مانگیں اور اللہ تعالیٰ اسے نہ دے اور نہ دینے میں جو راز ہے اس پر مطلع نہ کرے تو بسا اوقات اسے حق سبحانہ، کے وجود میں وسوسہ پیدا ہو جائے گا جس کی وجہ سے وہ حاجت پوری نہ ہونے سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائیگی۔ اس لئے مصلحت یہ تھی کہ جو اہل دیوان نے کیا کہ لوگوں کی عقلوں کو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ وابستہ کر دیا اس لئے کہ جب انہیں کسی کے ولی

وقع لھم وسواس فی کونھم اولیاء — ہونے کے بارے میں وسوسہ ہو جائے
فان ذالك لا یضرھم — یہ ان کے ایمان کو مضر نہیں۔

اسی مضمون کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنی کتاب فقہ شہنشاہ میں اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت علامہ سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ابریز میں اپنے شیخ حضرت سیدنا عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں۔

حضرات اولیا ء نے ان کو قصداً ادھر لگالیا ہے کہ دعا میں مراد ملنی نہ ملنی دونوں پہلو ہیں۔ عوام مراد نہ ملنے کی حکمتوں پر مطلع نہیں کئے جاتے ـــــ کہ اگر بالکلیہ خالص عزوجل ہی سے مانگتے پھر مراد ملتی نہ دیکھتے تو احتمال تھا کہ خدا کے وجود ہی سے منکر ہو جاتے اس لئے اولیاء نے ان کے دلوں کو اپنی طرف پھیر لیا کہ اب اگر مراد نہ ملنے پر بے اعتقادی کا وسوسہ آیا بھی۔ اس ولی کی نسبت آئے گا جس سے مدد چاہی تھی اس میں ایمان تو سلامت رہے گا۔ (ص ۴۹-۵۰)

دیوبندی حساد واعظین اس صاف ستھری واضح بات کو مسخ کرکے یہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے یہ لکھ دیا کہ اللہ عزوجل سے مانگنے میں گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اور اولیائے کرام سے مانگنے میں یہ اندیشہ نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے شروع ہی میں لکھ دیا ہے کہ۔

حضرت علامہ سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ابریز میں اپنے شیخ حضرت سیدنا عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں۔ (ص ۴۹)

ایسی صورت میں اس پر جو تیر و نشتر برسانا تھا وہ غوث وقت حضور سیدنا شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ پر برسانے۔ ان پر لعن طعن کرتے ـــــ اعلیٰ حضرت قدس سرہ صرف ناقل ہیں۔ انہیں کچھ نہ کہنا صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو نشانہ

ملامت بنانا یہ باطنی خباثت کے ساتھ ساتھ شرارت بھی ہے ___ پھر اگر انہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر سب و شتم کا شوق تھا تو اسے پورا کر لیتے لیکن ہمت تھی تو وہی جملہ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ کو بھی کہتے۔ کہیں یا نہ کہیں جب بات حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ کی ہے تو اس پر سارا طعن حقیقت میں انہیں پر پڑے گا۔

لیکن دیوبندیوں سے کوئی مستبعد نہیں ان کے مذہب کی بنیاد ہی انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی اہانت اور ان پر سب و شتم پہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی بات پر طعن کرنے سے پہلے سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط واقعہ کے مطابق ہے یا خلاف واقعہ۔

عوام کالانعام کی عادت ہے کہ اگر ان کی مراد پوری نہیں ہوتی تو اللہ عزوجل کی جناب میں جو جی میں آتا ہے بکنے لگتے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ جو دعا مانگ رہے ہیں ان کے حق میں مفید ہے یا مضر۔ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے بندے پر مہربانی کی بنا پر اس کی ایسی دعا قبول نہیں کرتا جو بندے کے لئے مضر ہے۔ بندہ اس راز کو نہیں جانتا اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستاں میں یہ حکایت لکھی ہے کہ میرے ایک دوست کے اولاد نہیں تھی میں جب سفر سے واپس ہوا تو وہ صاحب اولاد ہو چکے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کیسے ہوا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے ایک صاحب نے بتایا کہ فلاں درخت کے نیچے جا کر دعا کرو۔ وہاں جو دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے۔ میں نے اس درخت کے نیچے جا کر دعا کی اللہ عزوجل نے میری دعا قبول فرمائی اور یہ بیٹا ہوا ___ حضرت شیخ سعدی لکھتے ہیں کہ اس لڑکے نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ کون سا درخت ہے تو میں وہاں جا کر یہ دعا مانگتا کہ اے اللہ میرے باپ کو موت دیدے۔ ناظرین خود سوچیں کہ اس شخص کے حق میں دعا قبول ہونا کتنا مضر تھا۔ یہ بات شروع ہی سے چلی آ رہی ہے۔

حدیث میں ہے کہ بدو اسلام قبول کرتے، اسلام قبول کرنے کے بعد اگر اسکی بیوی کے بیٹا ہوتا اور اونٹنی کو اونٹنی، تو کہتا دین بہت اچھا ہے۔ اور اگر اس کے برخلاف ہوتا تو کہتا دین بہت برا ہے۔

عوام کا حال یہ ہے کہ اگر کسی پیر سے مرید ہوئے اور ان کا روبار ترقی کرنے لگا تو پھر کیا کہنا پیر صاحب کی ولایت میں اس کو کوئی شبہہ نہیں رہتا اور اگر مرید ہونے کے بعد کاروبار خراب ہوگیا تو ساری ولایت ختم۔

اگر کسی شخص کی دکان پر کوئی عالم یا شیخ بیٹھ گیا اور اس دن اس کی خوب بکری ہوئی تو یہ عالم اور پیر ولی ہوگیا۔ اور اگر اس دن بکری کم ہوگئی تو وہ عالم اور شیخ منحوس ہوگیا۔

اس ماحول میں اگر کسی کم ظرف نے اللہ عزوجل سے کچھ مانگا اور بار بار مانگا اور نہیں ملا تو اس کا خطرہ ہے کہ اپنی کم ظرفی سے وہ اللہ کے وجود کا منکر ہو جائے ایسی صورت میں اس کا ایمان کہاں باقی رہا۔ اور اگر کسی ولی سے مانگا اور مراد پوری نہیں ہوئی تو زیادہ سے زیادہ وہ اس ولی کی ولایت کا منکر ہوگا۔ بہرحال یہ بات طے ہے کہ کسی ولی کی ولایت سے انکار کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اتنی صاف ستھری بات دیوبندیوں کے ذہن میں نہیں آئی ہوگی جب کہ عام سمجھدار آدمی اس کو سمجھتا ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے عوام کو برگشتہ کرنے کے لئے اس صاف ستھری بات کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ کم عقل لوگ الجھ جائیں۔

ایک دیوبندی عبادت

اب تک جو کچھ ہم نے لکھا یہ بجواب آں غزل تھا اب ہم اپنے ان خاص مہربانوں کی خدمت میں ایک بہت لذیذ تحفہ پیش کرتے ہیں جو ان کے مذہب کی خاص پرلطف عبادت ہے ایسی عبادت جس میں شروع سے اخیر تک لذت ہی لذت ہے۔ ناظرین خصوصاً دیوبندی بہت غور سے پڑھیں۔ دیوبندی جماعت کے

شیخ الاسلام جناب شبیر احمد صاحب عثمانی نے اپنے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب کے ترجمے پر جو تفسیر لکھی ہے اس میں سورۂ نساء کی آیت کریمہ "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ" کے تحت لکھا ہے۔

سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے کہ اس سے وہ باتیں کی جائیں جو فعل زنا کی مقدمات اور اسباب ہوں اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور اس کی خواہش کرے ——— لیکن فعل زنا کا ترتب اور اس کا بطلان دراصل فرج یعنی شرمگاہ پر موقوف ہے۔ یعنی اگر فرج سے زنا کا صدور ہو گیا تو آنکھ، زبان، دل سب کا زانی ہونا متحقق ہو گیا اور اگر باوجود تحصیل جملہ اسباب وذرائع صرف فعل فرج کا تحقق نہیں ہوا بلکہ زنا سے توبہ واجتناب نصیب ہو گیا تو اب تمام وسائل زنا جو کہ فی نفسہ مباح تھے فقط زنا کی تبعیت کی باعث گناہ قرار دیئے گئے تھے وہ سب کے سب لائق مغفرت ہو گئے یعنی ان کا زنا ہونا باطل ہو گیا ——— اور گویا اس کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا عبادت بن گئی ——— کیونکہ فی نفسہ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے سب اس وجہ سے کہ زنا کے لئے وسیلہ بنتے تھے معصیت میں داخل ہو گئے جب زنا کے لئے وسیلہ نہ رہے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب ان وسائل کا زنا کے ذیل میں شمار ہونا اور ان کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح مخالف ہے"۔

دیوبندیو! تمہارے شیخ التفسیر صاحب نے کتنی عمدہ مزے دار عبادت ایجاد کر دی ہے ——— طوائف کے کوٹھے پر چلے جاؤ اسے خوب دیکھو اس سے خوب باتیں کرو، ہنسی مذاق کرو، مول بھاؤ کرو اور رات بھر کرتے رہو مگر زنا نہ کرو تو یہ چیزیں عبادت ہو گئیں، رنڈی کے کوٹھے پر جانا عبادت تنہائی میں اس کے ساتھ اکٹھے رہنا عبادت، ہنسی مذاق کرنا عبادت، مول بھاؤ

کرنا عبادت اس سے چھیڑ خانی کرنا عبادت۔

پھر رنڈی ہی کی تخصیص نہیں اگر کسی مشتہاۃ لڑکے کے ساتھ یہی معاملہ ہو اور دخول نہ ہو تو سب عبادت۔

غالباً اسی عبادت کو ادا کرنے کے لئے گنگوہ کی بھری خانقاہ میں اپنے رفیق جناب نانوتوی صاحب کو چارپائی پر چت لٹا کر گنگوہی جی انکی چھاتی پر ہاتھ رکھا کرتے تھے۔ رد گئی بیچ میں توبہ کی بات تو اولاً توبہ سے گناہ معاف تو ہو جاتے ہیں مگر عبادت نہیں ہوتے۔ ثانیاً اپنے شیخ التفسیر کی تحقیق غور سے پڑھو، انہوں نے صاف تصریح کر دی ہے۔

کیونکہ فی نفسہٖ وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے۔

اور جب مباح تھے معصیت نہیں تھے تو ان سے توبہ کیسی اس سے ظاہر ہے کہ توبہ کا ذکر دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ غالباً مالدار طبقہ اس لئے دیوبندی ہوتا ہے کہ چلو رات بھر رنڈی کے کوٹھے پر رہیں گے اسے جی بھر کر دیکھیں گے ہنسی مذاق کرینگے شہوانی باتیں کریں گے چھیڑ خانی کریں گے پوری رات عبادت میں بسر ہو گئی اور رنڈی کے کوٹھے پر ہوتے ہوئے عابد شب زندہ دار کہلائیں گے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کا مسئلہ

○ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کے سلسلہ میں وہابیوں کے دو شبہات ہیں۔ اول یہ کہ مجدد اعظم قدس سرہٗ نے " الکوکبۃ الشہابیۃ" میں لکھا

○ یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا یہ کفر بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ ص۱۵

○ وہابی صاحبو! تمہارے پیشوا نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی۔ ص۲۴

○ مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے۔ ص۲۷

○ اور انصاف کیجئے! تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں ص۲۹

وہابیوں کا پہلا شبہہ یہ ہے کہ جب مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایسا کفر بکا جو صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں صریح گستاخی کی۔ ان کی جناب میں بے دھڑک صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے جس میں کسی تاویل کی جگہ نہیں۔ تو پھر مولوی اسمٰعیل کی تکفیر سے کف لسان کیوں فرمایا " الکوکبۃ الشہابیۃ" کے اخیر میں لکھا۔

" ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب۔ اور سل

السیوف الہندیہ میں فرمایا ہے۔

یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علمار کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اس طائفہ کے پیر سے سچے مسلمانوں کو نسبت حکم کفر و شرک سنتے ہیں باایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے۔ نہ قوت انتقام حرکت میں آتی ہے اور اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم التزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ــــ ہم احتیاط برتیں گے۔ جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ سبحان السبوح میں فرمایا۔

ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محل باقی نہ رہے ۔ ۸۰ ھ

جواب سے پہلے ہم ناظرین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مولوی اسمٰعیل دہلوی پر جو الزامات لگائے ہیں وہ اپنی جگہ صحیح ہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" کے ص۶ پر لکھا اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ ــــ پھر ص۱۲ اور ص۱۵ پر تفصیل سے یوں لکھا۔

"یعنی جتنے پیغمبر آئے سو اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانیں اور اس کے سوا کسی کو نہ مانیں"

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ جب وہ صاف صاف لکھ رہے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانیں اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ ہوا کہ نہ رسولوں کو مانیں نہ انبیاء کو مانیں، نہ فرشتوں کو مانیں، نہ قیامت کو مانیں، نہ جنت و دوزخ کو مانیں کیا یہ صدہا کفریات کا مجموعہ نہیں۔

انہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں صاف صاف لکھا۔

"نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ ص ۹۵
انہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں ص۶ پر ایک حدیث لکھنے کے بعد "ف" لکھ کر یہ جڑ دیا (یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں)
ہر انصاف پسند بتائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال لانے کو بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر بتانا اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مر کر مٹی میں ملنے والا بتانا صریح دشنام اور کھلی گستاخی نہیں۔
وہابیوں پر لازم تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ان کے امام الطائفہ پر جو الزام لگائے تھے اس کی صفائی دیتے لیکن ایک صدی سے زائد گذرنے کے باوجود وہابی برادری کے کسی فرد کو توفیق نہ ہوئی کہ ان الزامات کو غلط ثابت کرے ______ غلط کیسے ثابت کریں گے جب کہ یہ ساری عبارتیں دہلوی صاحب کی کتابوں میں موجود ہیں ______ رہ گیا یہ سوال کہ پھر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اسمٰعیل دہلوی صاحب کی تکفیر سے کف لسان کیوں فرمایا ؟
اس کے جوابات یہ ہیں ______ اولاً یہی جرم آپ لوگوں کے امام الکل فی الکل گنگوہی صاحب نے بھی کیا ______ فتاویٰ رشیدیہ ص۶ پر ہے۔ ان افعال کو کفر ہی کہنا چاہئے مگر مسلم کے فعل کی تاویل لازم ہے۔ ان افعال میں گستاخی آدابت ظاہر ہے پس ان کا لکھنا کفر ہوگا۔ اب سب دیوبندی مجھے بتائیں کہ افعال کفر کے قائل کو کافر کہنے سے اجتناب کس بنیاد پر ہے۔ جس دن کوئی دیوبندی اپنے قطب الارشاد کے اس ارشاد کی توجیہہ کر دے گا اُسی دن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشاد کی توجیہہ خود دیوبندیوں کے منہ سے سامنے آجائے گی۔
لیکن میں جانتا ہوں کہ دیوبندی ایک بہت ہی چالاک قوم ہے وہ کبھی بھی اپنے شیخ الکل فی الکل کے قول کی کوئی توجیہہ نہیں کریں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ پھر ہمارا سارا کیا کرایا مٹی میں مل جائے گا۔

اور ہم اہل سنت کا مقصود نہ عوام کو اُلجھن میں ڈالنا ہے نہ فساد پھیلانا ہے بلکہ ناواقف عوام کو مطمئن کرنا اور فساد کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکنا ہے اسلئے ہم چند مختصر باتیں لکھ دیتے ہیں۔ ویسے دیوبندیوں کے اس شبہہ کا جواب علمائے اہل سنت بارہا تحریر فرما چکے ہیں "الموت الاحمر" "العذاب الشدید" وغیرہ میں اس کی پوری تفصیل درج ہے۔

ہم انہیں کتابوں کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ اس کے لئے چند تشریحی نوٹ ذہن نشین کر لیں۔

صریح کی دو قسمیں ہیں صریح متبین اور صریح متعین ـــــ اول ایسا کلام جس کا ظاہر معنی کفر ہے اور اس کی کوئی تاویل قریب نہیں۔ اگرچہ تاویل بعید ہو۔ اس کو صریح متبین کہتے ہیں۔ تقریب فہم کے لئے کلمات کفر سے ہٹ کر کے اسکی مثال لفظ طلاق ہے ـــــ نکاح ختم کرنے کے معنی میں یہ صریح ہے کہ یہی اس کا ظاہر معنی ہے۔ جب بیوی کی طرف نسبت کر کے بولتے ہیں تو اس سے ہر شخص یہی سمجھتا ہے ـــــ لیکن اس کا دوسرا معنی بندش کھولنا بھی ہے۔ اور یہ بھی مستعمل ہے۔ لیکن یہ معنی بعید ہے اگرچہ لغوی ہے حتی کہ اس کے مراد ہونے کیلئے قرینہ کی ضرورت ہے۔

فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ لفظ طلاق سے بلا نیت طلاق پڑ جائے گی بلکہ اگر بولنے والا کہے کہ میری نیت کی نہ تھی جب بھی حکم یہی ہوگا کہ طلاق پڑ گئی۔

ہدایہ میں ہے۔

الطلاق ضربان صریح وکنایۃ فالصریح انت طالق لا یفتقر الی النیۃ لانہ صریح فیہ لغلبۃ الاستعمال ولو نوی الطلاق عن وثاق لم یُدَیَّن فی القضاء لانہ خلاف الظاھر ویدین فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ لانہ نوی ما یحتملہ

طلاق کی دو قسمیں ہیں صریح اور کنایہ۔ صریح جیسے "اَنتِ طَالِق"

___ اور یہ نیت کا محتاج نہیں۔ اس لئے کہ وہ غلبۂ استعمال کی وجہ سے طلاق کے معنی میں صریح ہے۔ اور اگر قائل کہے کہ میں نے بندش کھولنے کی نیت کی تھی تو اس کا اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ خلاف ظاہر ہے ___ ہاں فی ما بینہ وبین اللہ معتبر ہے اس لئے کہ اس نے اس معنی کی نیت کی جس کا لفظ احتمال رکھتا ہے۔

اسی کے تحت فتح القدیر میں ہے۔

ما غلب استعماله فی معنی بحیث یتبادر حقیقة أو مجازًا صریح فان لم یستعمل فی غیرہ فاولیٰ بالصراحة

لفظ جس معنی میں غالب استعمال ہو وہ صریح ہے اس حیثیت سے کہ اس لفظ سے ذہن اس معنی کی طرف سبقت کرتا ہے خواہ وہ معنی حقیقی ہو یا مجازی اور اگر دوسرے معنی میں مستعمل نہ ہو تو بدرجۂ اولیٰ صریح ہے۔

چند سطر کے بعد ہے۔

والغلبة فی مفهومها الاستعمال فی الغیر قلیلا

غلبۂ استعمال کے مفہوم میں داخل ہے کہ دوسرے معنی میں بھی قلیل استعمال ہوتا ہو

"یحتمله" کے تحت عنایہ میں ہے۔

اذ الطلاق من الاطلاق یستعمل فی الابل والوثاق

اسلئے کہ لفظ طلاق اونٹ کھولنے اور بندش کھولنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ صریح بول کر کبھی یہ مراد لیتے ہیں کہ اسکا ظاہر معنی یہ ہے اس کا کوئی اور خفی معنی ہو اور لفظ طلاق اسی قسم سے ہے کہ اس کا ظاہر معنی طلاق شرعی ہے لیکن بندش کھولنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے (جو خفی ہے)۔ اس لئے یہ پہلے معنی میں ظاہر ہے کیونکہ جب طلاق بولا جاتا ہے تو ذہن طلاق شرعی کی طرف منتقل ہوتا ہے اور دوسرا معنی مراد لینے کے لئے قرینہ کی حاجت ہوتی ہے اس لئے لفظ طلاق سے بلا نیت طلاق پڑ جاتی ہے بلکہ اگر شوہر کہے کہ میری نیت

طلاق کی نہیں تھی ۔ جب بھی پڑ جائے گی اسی کو صریح متبین کہتے ہیں ۔

نیز ان عبارتوں سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ صریح کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اس میں دوسرے معنی کا قطعاً احتمال نہ ہو ۔ جیساکہ امام ابن ہمام نے فرمایا فان لم یستعمل فی غیرہ فاولی بالصراحۃ اگر وہ لفظ دوسرے معنی میں استعمال نہ کیا جائے تو بدرجۂ اولیٰ صریح ہے ۔ اس کو صریح متعین کہتے ہیں ۔

اسی قبیل سے وہ کفری کلام ہے جس کا معنی کفر ہی ہو ظاہر معنی بھی کفر ہو اور خفی معنی بھی کفر ہو ۔ نہ اس میں تاویل قریب کی گنجائش ہو نہ بعید کی ۔ جیسے یہ کہنا کہ اللہ موجود نہیں ۔ اس سے کلام کی دو قسمیں ثابت ہوگئیں ۔ صریح متبین ، صریح متعین ۔

—————— جمہور فقہاء کرام ایسے کلام جو کفری معنی میں صریح متبین ہو قائل کو کافر کہتے ہیں ۔ —————— کتب فقہ میں سیکڑوں کلمات ایسے مذکور ہیں جو کفری معنی میں صریح متبین ہیں اور فقہاء ان کے قائل کو کافر کہتے ہیں ۔ البحر الرائق ، عالمگیری وغیرہ میں ایسے کلمات مذکور ہیں ۔

الاعلام بقواطع الاسلام میں ہے ۔

علمنا بما دل علیہ لفظہ صریحا وقلنا لہ انت حیث اطلقت ھذا اللفظ ولم تؤول انت کافرا وان کنت لم تقصد ذالک لان انما نحکم بالکفر باعتبار الظاھر وقصدک وعدمہ انما ترتبط بہ الاحکام باعتبار الباطن فالفظ اذا کان محتملا لمعان کان فی بعضھا اظھر عمل بہ وکذا استوت ووجد

ہم لفظ صریح کے مدلول پر عمل کریں گے اور کہیں گے کہ تم نے جب یہ لفظ کہا اور تاویل نہیں کی تو کافر ہو گیا ۔ اگرچہ تو نے اس کا قصد نہ کیا ہو ۔ کیونکہ ظاہر معنی کے لحاظ سے کفر کا حکم کرتے ہیں اور تیرے قصد اور عدم قصد پر احکام باطنی کا تعلق ہے ۔ اس لئے لفظ اگرچہ چند معانی کا احتمال رکھے تو اگر بعض میں زیادہ ظاہر ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا یوں ہی اگر سب برابر ہوں اور کسی ایک کے لئے کوئی مرجح ہو تو بھی اسی پر

لاحد ھامرجحۃ بل ارادۃ و عدمھا لا شغل لنا بھا

عمل کریں گے۔ ارادہ اور عدم ارادہ سے ہمیں مطلب نہیں۔

صاف صاف فرمایا ہم لفظ کے معنی صریح پر عمل کرتے ہیں ہم ظاہر معنی کے لحاظ سے کافر کہتے ہیں۔ جب لفظ چند معنی کا احتمال رکھے اور ایک معنی زیادہ ظاہر ہو تو ہم لفظ کو اسی پر محمول کرتے ہیں۔ اگر کفری معنی زیادہ ظاہر ہو اور قائل سے تاویل منقول نہ ہو تو ہم اس کے کافر ہونے کا حکم دیتے ہیں اس کی چھان بین نہیں کرتے۔

اس ارشاد کی روشنی میں دہلوی صاحب کے چند اقوال کفریہ بطور نمونہ جو اوپر نقل کئے ہیں ان کو ناظرین دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ ان کا مدلول ظاہر کفر ہے یا نہیں؟ ہر منصف کو ماننا پڑے گا کہ دہلوی صاحب کے ان اقوال کا ظاہر مدلول صریح کفر ہے گستاخی ہے۔ اس لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا یہ فرمانا کہ اس پر کفر لازم ہے جماہیر فقہاء و اصحاب فتویٰ کی تصریحات کے بموجب یہ مرتد ہے کافر ہے بلاشبہ حق و صحیح ہے۔

محققین فقہاء و متکلمین کا مذہب

لیکن محققین فقہاء و متکلمین فرماتے ہیں کہ اگر قائل کی نیت معلوم نہیں اور کلام میں کسی تاویل کی گنجائش ہے اگرچہ وہ بعید ہو ہم اسے کافر کہنے سے زبان روکیں گے جس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حضرات صریح متبین پر تکفیر نہیں فرماتے ہاں اگر صریح متعین ہو تو یہ بھی کافر کہتے ہیں۔

البحر الرائق میں ہے۔

وفی الخلاصۃ وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی أن یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم

خلاصہ وغیرہ میں ہے جب کسی مسئلے میں متعدد وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ تکفیر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اسی وجہ کا اعتبار کرے جو تکفیر سے منع کرتی ہو مسلمان کے ساتھ حسن ظن کی بنا،

الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل حینئذ وفی التاتارخانیۃ لایکفر بالمحتمل (جلد خامس ص۱۳۴)

پر جب کہ کفری معنی کے مراد ہونے کی صراحت ہوتو اسے تاویل نفع نہ دے گی۔ اور تتارخانیہ میں ہے محتمل پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اسی بنا پر علامہ ابن نجیم نے ان الفاظ کفر کو نقل کرنے کے بعد جن پر فقہاء نے قائل کو کافر کہا تھا فرماتے ہیں۔

فاکثر الفاظ التکفیر المذکورۃ لایفتی بالتکفیر بہا ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئی منہا (البحر الرائق ج ۵ ص۱۳۵)

تکفیر کے اکثر الفاظ جو مذکور ہوئے انکے قائل کو کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے اور میں نے اپنے اوپر یہی لازم کرلیا ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ بحر الرائق میں مذکورہ کلمات کفر پر علماء نے قائل کی تکفیر کی لیکن علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان کفریہ کلمات کے قائل کو کافر نہیں کہوں گا آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر چھپ چھپ کر اعتراض کرنے والے دیوبندیوں میں ہمت ہے تو اس کو بتائیں لیکن میں جانتا ہوں کہ پوری دیوبندی برادری مرتے مرجائے گی اس کو نہیں بتائے گی۔ بتادیں تو خود ان کے قلم سے ان کے منھ سے انکا اعتراض ہباءً منثورا ہوجائے گا۔ لیکن ناظرین کی الجھن دور کرنے کے لئے ہم بتائے دیتے ہیں۔

بات وہی ہے کہ اکثر یہ کلمات کفر صریح متبین ہیں لیکن ان کا ظاہر معنی کفر ہے ان میں کسی تاویل قریب کی گنجائش نہیں اگرچہ تاویل بعید ہوسکتی ہے اس لئے جمہور فقہاء ان کلمات کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن علامہ ابن نجیم کا مختار محققین فقہاء کا مذہب ہے کہ جب تک کلمہ کفر صریح متعین نہ ہو تو تکفیر سے کف لسان کرتے ہیں اگر کسی کلام میں تاویل بعید کی گنجائش ہو تو تکفیر سے احتیاط برتیں گے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے اس قول میں اس کو واضح بھی فرمادیا ہے

لکھتے ہیں۔

"اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزما قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہاء کرام و اصحاب فتویٰ اکابر اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر ہیں"۔ صـ ۵۴

جماہیر فقہاء کرام واصحاب فتویٰ کی قید سے واضح ہے کہ یہ حکم جمہور فقہا کی روش پر ہے کہ وہ صریح متبین پر قائل کو کافر کہتے ہیں۔ جیسا کہ عامۂ کتب فقہیہ میں مذکور اکثر کلمات کفر پر فقہاء کرام نے تکفیر فرمائی مگر محققین متکلمین نے کف لسان فرمایا۔ یہ بات ایسی نہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے واضح نہ فرمائی ہو" الکوکبۃ الشہابیۃ"،"سل السیوف الہندیۃ" میں نہایت وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔ سل السیوف الہندیۃ میں ہے۔

"لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہم احتیاط برتیں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ صـ ۲۲

سبحان السبوح میں تحریر فرمایا۔

امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لاالٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جبتک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ صـ ۸

ناظرین ضعیف سے ضعیف احتمال اور محمل پر غور کریں یہ صاف اس بات کی تصریح ہے کہ تکفیر سے کف لسان اس بنا پر ہے کہ اس کے کلمات میں تاویل بعید کی گنجائش ہے۔ اس کا حاصل یہی نکلا کہ محققین فقہاء اور جمہور متکلمین کے مذہب کی بنا پر تکفیر سے زبان روکی۔ اسی تقریر سے دیوبندیوں کا یہ مغالطہ بھی رد ہوگیا۔ کہ

وہ کہتے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے الکوکبۃ الشہابیہ میں دہلوی کی کفریات کے بارے میں یہ لکھا۔

"وہابی صاحبو! تمہارے پیشوا نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی"۔ ص ۲۴

"اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب ودشنام کے لفظ لکھ دیئے"۔ ص ۲۵

انصاف کیجئے اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔

الکوکبۃ الشہابیہ، سل السیوف الہندیہ کفر فقہی کے بیان میں ہے۔ اسلئے ان میں جو شرعی اصطلاحی الفاظ آئے ہیں ان میں وہی معنی مراد ہوں گے جو فقہار کی اصطلاح ہے۔ فقہار جب صریح بولتے ہیں تو ان کی مراد صریح متبین ہوتی ہے اور جب یہ فرماتے ہیں کہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے یا تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد تاویل قریب ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب ان کے نزدیک تاویل بعید معتبر نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اس لئے الکوکبۃ الشہابیہ، یا سل السیوف الہندیہ میں جہاں لفظ صریح آیا ہے۔ اس سے مراد صریح متبین ہوتا ہے اور جہاں فرمایا کہ تاویل کی گنجائش نہیں اس سے مراد تاویل قریب ہے اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تاویل بعید نہ ہو۔

متکلمین کے نزدیک جب تاویل بعید بھی معتبر ہے تو اگر وہ یہ فرمائیں کہ اس کلام میں تاویل کی گنجائش ہے تو ان کی مراد تاویل قریب بھی ہو سکتی ہے۔ اور تاویل بعید بھی۔ اور جب یہ فرمائیں کہ تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ نہ قریب کی گنجائش نہ بعید کی۔

اب بات واضح ہوگئی کہ الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ میں چونکہ جمہور فقہار کی روش پر کلام تھا جب فرمایا کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اس سے

مراد یہ ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہیں اور اخیر میں متکلمین کے مذہب کے مطابق جب اپنا فیصلہ سنایا کہ جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ یہاں مراد تاویل بعید ہے۔ لفظ "ضعیف سا ضعیف" اس کی نشاندہی کر رہا ہے اس لئے ان ارشادات میں نہ کوئی تضاد ہے اور نہ کوئی تناقض
بانیٔ دیوبندیت گنگوہی صاحب نے بھی تصریح کی ہے کہ بعض فرقے محدثین کے نزدیک کافر ہیں اور متکلمین کے نزدیک کافر نہیں صرف فاسق ہیں۔ تذکرۃ الرشید میں ان کا قول منقول ہے کہ۔

"کہا ہاں اہل ہوا رکا خدشہ رہا سو یا بطور محدثین ان کو کافر کہو یا بطور متکلمین فاسق۔" (حصہ اوّل ص ۱۶۱)

دوسرا شبہہ

صلح کلی، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کے مصنفین کو کفر سے بچانے کے لئے اس کا بہت زوروں سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ استاذ الاساتذہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی یقینی حتمی تکفیر کی یہاں تک حکم دیا کہ جو اس کے ان کفریات پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ "تحقیق الفتویٰ" اور "سیف الجبار" وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔
لیکن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے اس کے باوجود اہل سنت ان دونوں بزرگوں کو اپنا امام اور مقتدیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اگر علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کو حق پر مانتے ہیں۔ تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو کافر مانیں۔
اسی طرح مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور ان کے معاصر علمائے اہل سنت حتیٰ کہ علمائے حرمین طیبین نے نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھی، تھانوی صاحبان کو اگر کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ جانے تو خود بھی کافر ہے پھر کوئی ان کی تکفیر سے کف لسان کرے تو وہ

کافر نہ ہو گا۔ جیسے علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے معاصر علماء نے اسمٰعیل دہلوی کو اسی تفصیل کے ساتھ کافر کہا مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا پھر بھی سب اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور علامہ فضل حق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو بھی۔

ازالہ شبہہ

یہ صلح کلیوں کا ایک مغالطہ عامۃ الورود ہے۔ چونکہ عوام تو عوام علماء تک مسئلہ تکفیر کے سلسلہ میں پیچیدگیوں سے واقف نہیں اس لئے الجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل رحم فرمائے کہ اس مغالطہ نے ہزاروں آدمیوں کو گمراہ کر دیا۔ اس لئے ناظرین پورے طور سے متوجہ ہو کر حاضر دماغی سے میری گذارشات کو پڑھیں۔

اس مغالطہ پر سب سے پہلی گذارش یہ ہے کہ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو لازم کہ پھر کسی کو کافر نہ کہا جائے۔ اگرچہ وہ صریح سے صریح کفر بکے اس لئے کہ کسی کفر بکنے والے کو اگر کسی مفتی نے کافر کہا تو وہ یہی مغالطہ پیش کر دے گا کہ ٹھیک ہے آپ کافر کہتے ہیں۔ مگر میں کافر نہیں کہتا جیسے علامہ فضل حق خیر آبادی نے اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے کافر نہیں کہا اور دونوں مقتدا ہیں۔ مثلاً قادیانیوں کا حامی کہے کہ آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں۔ میں کافر نہیں کہتا۔ مثال میں یہی بات ذکر کر دے۔

منکرین حدیث چکڑالویوں کا کوئی وظیفہ خوار یہ کہے آپ کافر کہتے ہو کہو میں نہیں کہتا اور نظیر میں وہی مذکورہ بالا بات پیش کر دے۔

تو یہ صلح کلی لوگ بتائیں کہ اس کا کیا جواب ہوگا اگر صلح کلی اس کا جواب دے دیں تو ہم کو پھر کچھ کہنے کی حاجت نہیں رہے گی۔ انھیں کے جواب سے ہم دیوبندی کے اقانیم اربعہ کا قطعی حتمی کافر ہونا ثابت کر دیں گے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر میں اختلاف کے باوجود ـــــ لیکن ہم جانتے ہیں کہ کوئی صلح کلی اس گتھی کو سلجھانے کی ہمت

نہیں کرے گا۔ کیوں کہ اس گتھی کو سلجھانا حقیقت میں اپنے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈالنا ہے۔

سنجیدہ متین سمجھدار طبقہ کو اتنے ہی سے اطمینان ہو جانا چاہئے اور جسے اطمینان نہ ہو بتلائے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ روح اور مادہ قدیم ہیں اسے ایک شخص کافر کہتا ہے اور دوسرا شخص کافر نہیں کہتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی اسے ایک شخص کافر کہتا ہے اور دوسرا کافر نہیں کہتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود نہیں اسے ایک کافر کہتا ہے دوسرا کافر نہیں کہتا۔ کیا دونوں صحیح کہہ رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک صحیح کہہ رہا ہے۔ دوسرا غلط کہہ رہا ہے مگر مغالطہ عامۃ الورود مذکورہ کی بنا پر صلح کلیوں کو ماننا پڑے گا کہ دونوں صحیح ہیں۔ پھر امان اٹھ جائے گا۔ جس کا جو جی چاہے بکے کوئی ان سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ سارا دین سارا مذہب برباد۔ امان غائب خدا ناترسوں کو چھٹی مل گئی وہ جو چاہیں بکیں۔

ناظرین حیرت میں ہوں گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ ناظرین اپنی حیرت دور کرنا چاہتے ہیں تو صلح کلیوں سے مندرجہ ذیل استفسار کر لیں اور ان سے کسی طرح جواب حاصل کر لیں۔ اگر کوئی صلح کلی ان سوالات کے جوابات دے دیگا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے جواب سے میں بتا دوں گا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان اقانیم اربعہ کے کفریات میں کیا فرق ہے۔

ا۔ ـــــــ زید نے کہا کہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا اس پر ایک عالم سے استفسار ہوا انھوں نے فتویٰ دیا کہ زید کافر ہے کیونکہ اس نے ضروریات دین میں سے ایک دینی ضروری عقیدہ کا انکار کیا اس لئے کہ کافروں کا جہنم میں جانا ضروریات دین سے ہے قرآن مجید کی سیکڑوں آیتوں سے ثابت ہے۔

ـــــــ دوسرے عالم سے یہ سوال ہوا انھوں نے جواب دیا کہ زید کو کافر کہنے سے کف لسان کرنا چاہئے کیونکہ اس کے کلام میں تاویل کی گنجائش ہے ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ قیامت کے دن سارے کافر مومن ہو جائیں

گے۔ جب وہ سب کچھ دیکھ لیں گے تو ایمان لانے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔ لیکن چونکہ معتبر ایمان بالغیب ہے قیامت کے دن کا ایمان معتبر نہ ہوگا۔ اس لئے جو دنیا میں کافر تھے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور جہنم میں ڈالتے وقت کافر نہ ہوں گے مومن ہوں گے اس لئے اس تاویل کی بنا پر یہ کہنا صحیح ہے کہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا ____ علاوہ ازیں ہو سکتا ہے اس کی مراد کافر سے کافر بالطاغوت ہو جیسا کہ فرمایا گیا۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ (البقرہ آیت ۲۵۶) جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے۔

۲ ____ ایک شخص نے کہا کوئی مومن جنت میں نہیں جائے گا اس پر ایک عالم نے اس کی تکفیر کی۔ دوسرے نے کہا کہ میں کافر نہیں کہتا، ہو سکتا ہے اس کی مراد مومن بالطاغوت ہو بولئے ان دونوں میں کس مفتی کا فتویٰ صحیح ہے؟ اگر دوسرے عالم کا فتویٰ صحیح ہے تو پہلے عالم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جنہوں نے زید کو کافر کہا نیز کافر کو کافر کہنا ضروریات دین سے ہے۔ کافر کو کافر نہ ماننا کفر ہے تو پہلے مفتی کے فتوے کی رو سے دوسرے عالم کافر ہوتے ہیں کہ نہیں؟

۳ ____ عمرو نے کہا کروڑوں معبود برحق ہیں عمرو سے مواخذہ کیا گیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (البقرہ آیت ۱۶۳) ____ تمہارا معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تم نے اس آیت کا انکار کیا اس لئے تم کافر ہو گئے عمرو نے جواب میں کہا کہ مجھے دار العلوم دیوبند میں پڑھایا گیا ہے کہ تنوین کبھی تعظیم کے لئے آتی ہے اور "لا" کبھی نفی کمال کے لئے آتا ہے ____ جیسے لافتی الا علی، لاسیف الاذوالفقار کوئی جوان نہیں مگر علی۔ کوئی تلوار نہیں مگر ذوالفقار ____ اس کی روشنی میں "اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ" میں "اِلٰـه" کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ اسی طرح

لَآ اِلٰـہَ میں " لا " نفی کمال کے لئے ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ بڑا معبود ایک ہے یہ اس کے منافی نہیں کہ چھوٹے چھوٹے کروڑوں معبود برحق ہوں۔ مگر ایک مفتی نے عمرو کی اس تاویل کو قبول نہیں کیا اسے رد کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ عمرو بلاشبہ کافر و مرتد ہے جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ مگر ایک دوسرے مفتی نے فتویٰ دیا کہ چونکہ عمرو تاویل کرتا ہے اس لئے وہ مسلمان ہے۔

ناظرین خود دیوبند کے دارالافتاء میں سوال بھیج کر معلوم کرلیں کہ عمرو اور دوسرے مفتی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ہم چونکہ سمجھانے کے موڈ میں ہیں اس لئے ہم ناظرین سے یہی کہیں گے کہ اگر ہم کچھ کہیں تو بے جا یا سداری پر محمول کیا جائے گا اس لئے ضروری یہ ہے کہ کوئی صلح کلی یا وہابی ان سوالوں کا جواب دے۔

لیکن ہمیں معلوم ہے کہ کوئی صلح کلی یا کوئی وہابی ان سوالوں کے جوابات مرتے دم تک نہیں دے گا کون اپنے ہاتھ سے ذبح ہونے کے لئے تیار ہوگا۔

ہم پہلے بتا آئے کہ مسئلہ تکفیر بہت نازک اور دقیق ہے عوام تو عوام بہت سے علمائے کرام اسے سمجھنے سے عاجز رہتے ہیں لیکن قیامت تک اللہ کے ایسے بندوں سے زمین خالی نہیں ہوگی جو مشکل سے مشکل مسائل کو حل کرسکیں۔

اقول وباللہ التوفیق ٭ ہم نے پہلے شبہ کے جواب میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس میں جو بھی غور کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر روشن ہوجائے گا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلمات اور دیوبندیوں کے اقانیم اربعہ کے کلمات میں کیا فرق ہے؟ لیکن ہم ناظرین کی آسانی کے لئے اعادہ کئے دیتے ہیں۔

کلمات دو قسم کے ہیں ایک جو اپنے ظاہر معنی کے اعتبار سے کفر ہیں۔ مگر ان میں ایسے معنی کا بھی احتمال ہے جو کفر نہیں اور یہ احتمال صحیح ہو اگرچہ خفی و بعید ہو جیسے یہ جملہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا اس کا ظاہر معنی کفر ہے اور

یہ معنی کفری میں صریح ومتبین ہے مگر اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ چونکہ قیامت کے دن قیامت کے احوال واہوال دیکھ کر کوئی کافر نہیں رہے گا سب مسلمان ہو جائیں گے۔ ایسے کلمات کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ قائل کی مراد معنی کفری ہے تو وہ بلاشبہ قطعاً یقیناً کافر ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ قائل کی مراد وہ معنیٰ بعید ہے جو کفر نہیں تو وہ مسلمان ہے ——— اور اگر یہ معلوم نہیں کہ قائل کی مراد کیا ہے؟ تو اس کے بارے میں سکوت کیا جائے گا یہی محققین فقہار اور متکلمین کا مذہب ہے جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مختار ہے۔

لیکن جمہور فقہار ایسے کلمات کے قائل کو بھی کافر کہتے ہیں منح الروض میں ہے۔

عدم التکفیر مذھب المتکلمین و التکفیر مذھب الفقہاء فلا یتحد القائل بالنقیضین فلا محذور۔

عدم تکفیر ایسے کلمات میں متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر فقہا کا مذہب ہے اسلئے نقیضین کا قائل شخص واحد نہیں تو کوئی خرابی نہیں۔

دوسرے وہ کلمات جس کے ایک معنی ہوں یا چند اور سب کفری ہیں ان میں نہ تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ بعید کی جیسے یہ کہنا کہ اللہ عزوجل معبود نہیں ایسے کلمات کے قائل کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ وہ ضرور بالضرور حتماً جزماً کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلمات قسم اول سے ہیں اور دیوبندیوں کے اقانیم اربعہ کے کلمات قسم ثانی سے، جو کفری معنی میں متعین ہیں ان کا کوئی معنی خفی سے خفی بعید سے بعید ایسا نہیں جو کفر نہ ہو جس پر قائلین اور ان کے ہمنواؤں کی توجیہات اور علمائے اہل سنت کے رد شاہد عدل ہیں۔

دیوبندی تاویل کی حقیقت

بسط البنان میں تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت کی اور دوسری کتابوں میں دوسرے دیوبندی مولویوں نے ان کفری عبارات کی جو

توجیہیں کی ہیں وہ تاویل نہیں عبارت کی تغیر اور تبدیل ہے جس کی پوری تفصیل وقعات السنان اور الموت الاحمر وغیرہ میں مذکور ہے۔ ان کتابوں کے چھپے ہوئے ایک صدی کے قریب قریب ہو رہی ہے۔ مگر کسی دیوبندی سے ان کا جواب نہ ہو سکا۔ یہ کتابیں تھانوی صاحب کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجی گئیں مگر دم سادھ گئے۔ پھر میں نے دس سال پہلے ان سب ابحاث کا خلاصہ منصفانہ جائزہ میں لکھ کر شائع کر دیا مگر ابھی تک صدائے برنخواست۔

ہم ناظرین کے اطمینان کے لئے صرف حفظ الایمان کی عبارت پر تھوڑا سا کلام کئے دیتے ہیں۔ حفظ الایمان کی اصل عبارت یہ ہے۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے اس علم غیب کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے دو قسمیں کی ہیں۔ کل علوم غیبیہ اور بعض علوم غیبیہ۔ کل علوم غیبیہ کے لئے بعد میں لکھا کہ اس کا حصول عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ رہ گئے بعض علوم غیبیہ اس کے بارے میں لکھا۔

اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی (بچے) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (چوپایوں) کے لئے بھی حاصل ہے۔

اس میں بلاشبہ یقیناً حتماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں پاگلوں جانوروں اور چوپایوں کے علم ایسا کہنا بلاشبہ توہین ہے۔ اس عبارت کی توجیہہ میں تھانوی صاحب کے خون گرم

حامی مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی توضیح البیان میں لکھتے ہیں۔

"عبارت متنازعہ میں لفظ "ایسا" بمعنی اس قدر، واتنا ہے پھر تشبیہہ کیسی۔ نہ اس میں تشبیہہ ہے نہ توہین"! ص۱۳

اس کا ماحصل یہ نکلا کہ اگر لفظ "ایسا" تشبیہہ کے لئے ہوتا تو ضرور توہین ہوتی مگر چوں کہ اس عبارت میں لفظ "ایسا" تشبیہہ کے لئے نہیں اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے اس لئے توہین نہیں۔ اب آیئے اس عبارت کے بارے میں دربھنگی صاحب سے بھی بھاری بھرکم شخصیت کی توجیہہ سنئے، دیوبندی برادری کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی اپنے مشہور گالی نامے "الشہاب الثاقب میں لکھتے ہیں۔

"حضرت مولٰینا (تھانوی) اس عبارت میں لفظ "ایسا" فرما رہے ہیں لفظ "اتنا" تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ "اتنا" ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اوروں کے علم کے برابر کر دیا لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہہ کا ہے"۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس عبارت میں بجائے ایسا کے اتنا ہوتا تو لازم آتا تھا کہ تھانوی صاحب نے معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم کو ہر کس و ناکس بچوں، پاگلوں، جانوروں چوپایوں گدھوں خچروں سوروں کے برابر کر دیا۔

اور یہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ اگر اس عبارت میں بجائے لفظ 'ایسا' کے لفظ 'اتنا' ہوتا تو اس میں ضرور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی مگر اس عبارت میں لفظ اتنا نہیں ایسا ہے جو کلمہ تشبیہہ ہے اب ناظرین ملاحظہ کریں دربھنگی صاحب نے کہا کہ اگر "ایسا" کلمہ تشبیہہ ہوتا تو اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی اس لئے کہ لازم آتا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو خسیس رذیل چیزوں سے تشبیہہ دی ہے۔ اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ "ایسا" کلمہ تشبیہہ ہے تو دربھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اس پر اجماع مؤلف ہو گیا کہ اس عبارت میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اور ٹانڈوی صاحب فرمارہے ہیں کہ اگر اس عبارت میں بجائے "ایسا" کے "اتنا" ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی۔ اور دربھنگی صاحب فرما رہے ہیں کہ اس عبارت میں لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے تو پھر دربھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اجماع مولف ہوگیا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اقول ھوالمستعان :- یہ دیوبندی مولویوں کی چالاکی ہے کہ عوام کو لفظ "ایسا" کے بھول بھلیوں میں پھنسا کر بہکانا چاہتے ہیں۔

ہر عاقل منصف سوچے کہ اس عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہہ کے لئے مانو تو بھی توہین ہے کیونکہ لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بچوں پاگلوں جانوروں چوپایوں گدھوں کتوں سوروں کے علم سے تشبیہہ دی ہے یہ بلاشبہ توہین ہے جس سے کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا۔

اسی طرح اگر لفظ ایسا کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں تو لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بچوں و پاگلوں جانوروں و چوپایوں گدھوں کتوں سوروں کھٹملوں کے علم کے برابر کردیا اس میں یقیناً حتماً قطعاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

ثابت ہوگیا کہ حفظ الایمان کی عبارت کفری معنی میں متعین ہے اس کی جو بھی توجیہہ کی جائے وہ کفر ہی ہوگی۔ اس میں تاویل قریب تو دور کی بات ہے تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں۔ اور تھانوی صاحب نے خود جو کچھ لکھا ہے اور ان کے حامیوں نے جو کچھ کہا ہے وہ یا تو اس عبارت کی تاویل نہیں تغیر و تبدیل ہے۔ یا پھر وہ بھی کفر ہے جیسا کہ ہم نے ٹانڈوی صاحب اور دربھنگی صاحب کی توجیہہ سے ثابت کردیا۔

ایک اور توجیہہ کی حقیقت

مسلسل مناظروں میں زک اٹھانے کے بعد پوری پارٹی سر جوڑ کر اب ایک نئی توجیہہ کرنے لگی ہے۔ کہ اس عبارت میں "ایسا" کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی طرف نہیں بلکہ مطلق بعض کی طرف ہے۔

اس پر دو گذارش ہے پہلی یہ کہ اگر "ایسا" کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک نہ ہوتا مطلق بعض ہوتا تو ٹانڈوی صاحب کا یہ کہنا کیسے درست ہوتا؟

" اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا"

ٹانڈوی صاحب کا یہ فرمانا اسی وقت درست ہوگا جب کہ لفظ ایسا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک مراد ہو۔

نیز در بھنگی صاحب نے لکھا۔

عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا" بمعنی اس قدر واتنا ہے پھر تشبیہہ کیسی؟ نہ اس میں تشبیہہ ہے نہ توہین۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس عبارت میں لفظ ایسا تشبیہہ کے لئے ہوتا تو اس میں توہین ہوتی اگر لفظ ایسا کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی طرف نہ ہوتا تو اسے تشبیہہ کے لئے ماننے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیسے ہوتی؟

واضح ہو کہ ٹانڈوی صاحب اور در بھنگی صاحب کی حیثیت عرفی دیوبندی برادری میں بہت بڑی ہے۔ اول دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام اور مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث اور جمعیۃ علماء ہند کے صدر تھے اور در بھنگی صاحب مدرسہ دیوبند کے ناظم تعلیمات اور تھانوی صاحب کے وکیل تھے۔ جب دیوبندی جماعت کے دو بھاری بھرکم گواہوں سے ثابت کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی طرف ہے۔ ان کے مقابل دیوبندی اطفال الموالی کی باتوں کا کیا اعتبار؟

دوسری گذارش یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں مطلق بعض مذکور ہی نہیں کہ اسکی طرف اشارہ ہو تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی دو قسمیں کی ہیں۔ کل علوم غیبیہ اور بعض۔ مقسم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک ہے کل علوم غیبیہ اور بعض اس کے اقسام ہیں مقسم کا اقسام پر صدق لازم ورنہ قسم، قسم نہ رہے گی اسے ہر مبتدی بھی جانتا ہے۔ جب حفظ الایمان کی عبارت میں مطلق بعض مذکور نہیں تو مطلق بعض کو "ایسا" کا مشارٌ الیہ ٹھہرانا ہوائی فائر ہے۔ ہاں عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل بعض علوم غیب مذکور ہے۔ "ایسا" سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور ایسا سے وہی مراد ہے اس لئے عبارت میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور یہ عبارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں متعین۔ نہ اس میں تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ تاویل بعید کی۔ اسی لئے علمائے حل وحرم عرب وعجم ہند وسندھ نے باتفاق فرمایا کہ اس عبارت کے لکھنے والے مولوی اشرف علی تھانوی اہانت رسول کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں ایسے کہ جو ان کے کفر پر مطلع ہو کر ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔

اور یہی حال تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کی عبارتوں کا بھی ہے کہ وہ دونوں بھی کفری معنی میں متعین ہیں ان میں تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں جس کو میں نے منصفانہ جائزہ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے اس لئے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان کا بہانہ بنا کر ان اقانیم اربعہ کی تکفیر سے کف لسان کرنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

اب ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کی اور فرمایا کہ جو شخص اس کے کفریات پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور اس کے کفریات میں کوئی تاویل مسموع نہیں اس کے دو جوابات ہیں

اوّل یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علامہ خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مختار جمہور فقہا کا مذہب ہو کہ وہ صریح بتیین پر تکفیر کرتے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ تاویل کی اس میں گنجائش نہیں اس سے مراد تاویل قریب ہو اور ہم پہلے تفصیل سے بتا آئے کہ کسی کلام میں تاویل قریب کا نہ ہونا اس کے منافی نہیں کہ تاویل بعید بھی نہ ہو۔ اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مختار مذہب متکلمین ہے کہ جب قائل کی مراد معلوم نہ ہو تو وہ صریح بتیین پر تکفیر نہیں کرتے کلام میں جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال باقی ہو تو کف لسان کرتے ہیں۔ اب کوئی تعارض نہیں۔ منح الروض کی عبارت پہلے گذر چکی ہے۔

عدم التکفیر مذھب المتکلمین	(ایسے کلمات میں تکفیر نہ کرنا) متکلمین کا مذہب
والتکفیر مذھب الفقہاء	ہے اور تکفیر فقہاء کا مذہب اس لئے کوئی
فلا محذور	خرابی نہیں۔

دوم ——— ایک مفتی کے سامنے ایک قول پیش ہوا ——— اور یہ مفتی واقعی مفتی ہے صحیح العقیدہ بھی ہے، خدا ترس بھی ہے، دیندار بھی ہے، ذہین فطین بھی ہے، اس کی طبیعت اخاذ اور اس کا ذہن وقاد بھی ہے اس نے اس کلمہ میں حتی وسع پورا پورا غور و خوض کیا اسے اس کلمہ میں کوئی اسلام کا پہلو نہیں ملا اس کو اس میں تاویل قریب تو قریب بعید تاویل بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ جس کی بنا پر اس نے اس کلمہ کو اپنی صوابدید کے مطابق کفری معنی میں متعین جانا ایسی صورت میں اس مفتی پر فرض ہے کہ وہ یہ فتویٰ دے کہ اس کلمہ کا قائل کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کفر پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔

لیکن وہی قول کسی اور مفتی کے سامنے پیش ہوا اس مفتی کو اس کلام میں کوئی تاویل بعید نظر آئی اور قائل کی نیت معلوم نہیں تو اسے یہ حق ہے کہ احتیاطاً اس کے قائل کی تکفیر سے کف لسان کرے۔ اور اس سلسلہ میں خود میرے ساتھ متعدد واقعات پیش آئے۔

اول ——— ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ کبھی کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عبادت۔ اس پر مفتی صاحبان سے استفتار ہوا بہت سے مفتیان کرام نے قائل کو کافر کہا۔ مجھ سے بھی سوال ہوا میں نے جواب دیا کہ قائل کافر نہیں یہ قطعی یقینی ہے کہ اللہ عزوجل ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز میں سور اور بندر بھی داخل ہیں مگر علمار نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کو خالق القردۃ والخنازیر کہنا کفر ہے ایک ظالم ایک بے گناہ کو قتل کرنے کے لئے دوڑا رہا ہے مظلوم ایک شخص کے گھر میں گھس گیا پیچھے پیچھے ظالم بھی آیا اس نے مالک مکان سے پوچھا کہ فلاں شخص تمہارے مکان میں تو نہیں چھپا ہے۔ علمار نے فرمایا کہ مالک مکان پر واجب ہے کہ کہے کہ نہیں، میرے مکان میں نہیں چھپا ہے وہ اس طرف بھاگ گیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور اسے یہی کہنا واجب اور ہر واجب عبادت تو ثابت ہو گیا کہ کبھی کبھی جھوٹ بولنا عبادت ہوتا ہے۔

شامی میں ہے۔

لورای معصوما اختفی من ظالم یرید قتلہ او ایذاءہ فالکذب ھنا واجب	کسی بے گناہ کو دیکھا کہ وہ ایسے ظالم سے جان بچانے کے لئے چھپا ہوا ہے جو اسے قتل کرنا چاہتا ہے یا اسے ایذا پہنچانا چاہتا ہے تو یہاں جھوٹ بولنا واجب ہے۔
(ص۲۷۴ جلد خامس)	

دوم ——— اسی طرح ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن عام لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینے جائیں گے اور انبیار کرام اور اولیاے عظام اللہ تعالیٰ سے حساب لینے جائیں گے۔
ایک بہت مشہور، معتمد، مستند، محقق مفتی صاحب سے سوال ہوا تو انہوں نے حکم فرمایا کہ اس کا قائل کافر ہے۔ پھر یہی سوال میرے یہاں پیش ہوا میں نے جواب میں لکھا کہ عرف عام میں حساب لینے کا ایک معنی مزدوری لینے کا بھی آتا ہے مزدور بولتے ہیں کہ ہم حساب لینے جا رہے ہیں، ہمارا حساب وصول ہو گیا! اس

تقدیر پر کلام مذکور کا معنی یہ ہوا کہ انبیا رکرام اور اولیاے عظام بارگاہ خداوندی میں اپنے اعمال حسنہ کا ثواب حاصل کرنے جائیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس قسم کے قول سے احتراز کرنا چاہئے خصوصاً عوام کے سامنے۔

سوم ـــــ . بریلی شریف کے قیام کے زمانہ میں ایک طالب علم نے مشقی جلسہ میں تقریر کی۔ اس نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ اگر وہ گناہ پسند کریں تو عبادت ہو جاتی ہے اور میں یہ ذمہ داری سے بول رہا ہوں میرے پاس اس کا ٹھوس ثبوت موجود ہے قصداً نماز چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے مگر منزل صہبار پر مولی المسلین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر قضار کی۔ لیکن جب حضور نے اس کو پسند فرمالیا تو یہ عبادت ہو گئی تو اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی گناہ پسند فرمالیں تو وہ عبادت ہو جائے گی۔

اس پر کچھ طلبہ نے واہ واہ کی مگر کچھ طلبہ کو یہ بات کھٹکی انہوں نے اور لوگوں کی طرف رجوع کیا مگر معاملہ صاف نہیں ہوا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ تشریف فرما نہیں تھے اخیر میں معاملہ میرے یہاں پیش ہوا میں نے جواب تحریر کیا کہ یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم گناہ پسند فرمالیں کلمہ کفر ہے۔ مقرر کو دھوکہ لگا منزل صہبار پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز قربان کرنا گناہ نہیں تھا بات یہ ہے کہ جب بیک وقت دو فرض عائد ہوں تو حکم یہ ہے کہ ان میں جو اہم ہو اس کو ترجیح دی جائے گی۔ منزل صہبار پر امیر المومنین مولی المسلین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پر بیک وقت دو فرض عائد تھے۔

ا ـــــ اطاعت رسول ۲ ـــــ ادائیگی نماز، ان دونوں میں اطاعت رسول اہم تھا۔ اسلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ترجیح دی اس وقت نماز عصر چھوڑنا گناہ نہیں تھا بلکہ بیک وقت عائد ہونے والے دو فرائض میں سے ایک کو اختیار کرنا تھا اور یہ گناہ نہیں بلکہ اگر اس کا برعکس کرتے تو گناہ

ہوتا۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضرت سعید بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پکارا وہ کچھ دیر کے بعد حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر سے حاضری کا سبب پوچھا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے حاضری میں تاخیر ہوئی۔ فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (انفال آیت ۲۴)

اے ایمان والو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمھیں اس چیز کیلئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

(بخاری جلد ثانی صہ ۶۶۹)

دوسری حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی ایسا ہی وارد ہے۔ ناظرین ان تینوں واقعات کو بغور پڑھیں اور ان کی روشنی میں میرے معروضات پر غور کریں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علماء کرام کی خدمت میں پیش ہوئے ہو سکتا ہے کہ بآں جلالت شان و ذکاوت و فطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی نہ قریب، نہ بعید، ان حضرات کی نظر میں اس کے کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے جن کی بنا پر ان حضرات نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔

لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے علم میں آئے تو بمصداق "فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" ان میں، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگرچہ وہ بعید ہو، ضعیف ہو، اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کف لسان فرمایا

ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک طرف منتقل

نہیں ہوتا مگر ان سے کم درجے کے دوسرے فرد کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں۔ حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی اجلہ تابعین میں سے ہیں۔ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص تلمیذ ہیں کوفہ تشریف لائے تو ان کے پاس طالبین کی بھیڑ جمع ہو گئی حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائی عہد تھا شہرت سنکر حضرت امام اعظم بھی حضرت قتادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے دریافت فرمایا کہ جس چیونٹی نے سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لشکر کو دیکھ کر یہ کہا تھا اے چیونٹیو! اپنی بلوں میں چلی جاؤ کہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تم کو کچل نہ ڈالے یہ چیونٹی نر تھی یا مادہ ؟ یہ سوال سن کر حضرت قتادہ کچھ دیر تک سوچتے رہے پھر فرمایا مجھے نہیں معلوم، آپ بتاؤ وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ ؟ حضرت امام اعظم نے فرمایا مادہ تھی۔ حضرت قتادہ نے پوچھا کیسے معلوم ہوا تو حضرت امام نے فرمایا اللہ عزوجل نے اس کے لئے مؤنث کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ ارشاد ہے "قَالَتْ نَمْلَةٌ"

قاضی ابن ابی لیلیٰ کوفے کے قاضی تھے اور بہت جاہ و جلال کے قاضی تھے جب سے قضاۃ اور ججوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک کے قاضیوں کے صف اول میں ان کا شمار ہوتا ہے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مجلس قضا سے اٹھ کر گھر جا رہے تھے راستے میں ایک عورت کا کسی سے جھگڑا ہو رہا تھا عورت نے اس شخص کو یا ابن الزانیین کہہ دیا یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت کو پکڑ کر مجلس قضا میں لے چلو، یہ بھی واپس آئے اور مسند قضا پر بیٹھے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے قذف کی دوہری سزا دی جائے یعنی ایک سو ساٹھ کوڑے مارے جائیں۔ جب امام اعظم کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ ابن ابی لیلیٰ نے اس میں چھ غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ مجلس قضا سے باہر آنے کے بعد دوبارہ فوراً واپس آکر فیصلے کیلئے بیٹھے

۲۔ مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا۔
۳۔ عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہیئے انہوں نے کھڑی کرا کے درے لگوائے۔
۴۔ ایک ہی حد لازم تھی انہوں نے دو جاری کی۔
۵۔ ایک ساتھ لگاتار دو حدیں لگوائیں حالانکہ اگر کسی پر دو حد لازم بھی ہو تو ایک حد کے بعد ملزم کو چھوڑ دینا چاہیئے جب اس کے زخم اچھے ہو جائیں تو دوسری حد لگانی چاہیئے۔
۶۔ جسے عورت نے ابن الزانیین کہا تھا اس نے مطالبہ نہیں کیا تھا تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا حق نہ تھا۔

غرض کہ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ کسی چیز کی طرف ایک بڑے کا ذہن نہیں گیا اور دوسرے کا چلا گیا اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی وغیرہ کا ذہن اس ضعیف اور بعید احتمال کی طرف نہیں گیا اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ذہن مبارک اس طرف منتقل ہوا۔ ان حضرات نے اسمٰعیل دہلوی کے کفریات کو کفری معنی میں متعین جانا اور اسے قطعی طور پر کافر کہا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیق میں وہ صریح متعین تھا اس لئے کف لسان فرمایا۔

دیکھئے مولانا عبد الحیٔ لکھنوی کو لے لیجئے ان کے جامع معقول و منقول ہونے میں کسی کو کلام نہیں مگر کتنے مسائل میں ان سے صریح غلطیاں ہوئیں ہیں مثلاً ان سے سوال ہوا کہ "ہدایت علی" نام رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ انہوں نے جواب کہ ایہام شرک کی وجہ سے یہ نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہدایت علی کے دو معنی ہیں ارادۃ الطریق اور ایصال الی المطلوب، اور "علی" اسمائے عز و جل سے بھی ہے اور مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اسم گرامی ہے۔ اب احتمالات چار ہوئے ہدایت سے مراد ارادۃ الطریق اور علی سے مراد باری عز اسمہٗ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب اور علی سے مراد باری عز اسمہٗ یہ تینوں احتمالات صحیح ہیں چوتھا احتمال یہ ہے کہ ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب

اور "علی" سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس صورت میں سائل نے اس کو اسمائے شرکیہ میں سے شمار کیا اور لکھا کہ جو نام اسمائے شرکیہ اور غیر شرکیہ میں دائر ہو اس سے احتراز واجب ہے۔

جناب مولانا عبد الحیٔ صاحب نے سائل کی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے حکم اس پر یہ لکھا کہ چونکہ لفظ ہدایت بھی مشترک ہے اور لفظ علی بھی مشترک ہے اس لئے ہدایت علی نام رکھنے میں امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے اور ایسے نام رکھنے سے احتراز لازم جس میں امر غیر مشروع کا ایہام ہو۔

(مجموعہ فتاوی عبد الحیٔ جلد دوم ص۴۴ ص۴۵)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ ہدایت علی نام رکھنا جائز ہے یا ناجائز ہے جواب تحریر فرمایا ہدایت کا جواز ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں۔ ۱۲

مولوی عبد الحیٔ صاحب لکھنوی کے اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اول کلام میں تو صرف خلاف اولیٰ ٹھہرایا تھا آخر کلام میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا حالانکہ یہ محض غلط ہے اس پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے انیس ایرادات فرمائے ہیں جو احکام شریعت میں مفصل مذکور ہیں۔ جن میں سے دو تحریر کر دیتا ہوں۔ مولانا نے محض اپنے اس زعم پر کہ اس میں معنی شرک کا احتمال ہے۔ ایسے ایہام شرک قرار دے کر ناجائز لکھ دیا، حالانکہ محض احتمال اور چیز ہے اور ایہام اور شیٔ۔ دیگر محض احتمال سوٴ سے کوئی کلمہ ناجائز نہیں ہوتا ہاں ایہام سوء ضرور عدم جواز کا باعث فرماتے ہیں۔

ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال ولو ضعیفاً و بعیداً ایہام و احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں تبادر درکار ہے۔ ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے۔ نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کے بھی نکل سکے

تلخیص میں ہے۔

الایہام ان یطلق لفظ لہ معنیان قریب وبعید ویراد بہ البعید	ایہام یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور بعید اور معنی بعید مراد لیا جائے۔

علامہ سید شریف قدس سرہٗ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں۔

الایہام ویقال لہ التخییل ایضًا ان یذکر لفظ لہ معنیان قریب وغریب فاذا سمعہ الانسان سبق الی فہمہ القریب ومراد المتکلم غریب	ایہام ہی کو تخییل بھی کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور غریب جب اسکو کوئی انسان سنے تو اس کا ذہن قریب کی طرف سبقت کرے اور متکلم کی مراد معنی غریب ہو۔

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع وطعن سے خالی رہے گا۔ نماز میں وتعالیٰ جدك تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں گے۔ "جد" کے دوسرے مشہور و معروف بلکہ مشہور تر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ عجب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا ـــــــ تو یہ بات وہی ہیکہ ایہام میں تبادر و سبقت و اقربیت درکار ہے۔ وہی ممنوع ہے نہ مجرد احتمال۔

دوسرا ایراد یہ فرمایا جو بہت دلچسپ ہے۔

سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبد اللہ میں شرک سے سوال کیا تھا حضرت مجیب نے اپنی نبالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا تاکہ اپنے نام نامی کو ایہام شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔ عبد الحئی میں دو جزء ہیں اور دونوں کے دو دو معنی ایک عبد مقابل الٰہ دوسرا مقابل آقا۔ قال تعالیٰ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ	اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا نکاح کرو۔

دیکھو حق سبحانہٗ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ یونہی ایک "حی" اسم الٰہی کہ حیات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ واجبہ سے مشعر اور دوسرا من و تو و زید و عمرو سب پر صادق جس سے آیت کریمہ "تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ" وغیرہا مظہر اب اگر عبد معنی اول اور حی معنی دوم لیجئے قطعاً شرک ہے۔

وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود عبد الحی ایہام شرک سے کیونکر محفوظ۔ اس سے بھی احتراز لازم تھا یعنہ یہی تقریر مولوی عبد الحیٔ صاحب کے نام میں بھی جاری ہوگی ملاحظہ ہو کہ یہ تشقیق و تدقیق کہاں تک پہنچی۔

اقول! عبد الحیٔ عبد الحلیم ہی کی تخصیص نہیں مسلمانوں کے اکثر نام اسی زد پر ہیں مثلاً عبد العلی۔ عبد الحلیم، عبد الرشید، عبد السمیع، عبد البصیر، عبد الحفیظ، عبد العزیز عبد الرحیم، عبد الکریم، عبد الرؤف وغیرہ یہ سب اسماء مولٰنا عبد الحیٔ صاحب کے اس فتوی کی رو سے موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ٹھہریں گے۔ مجھے بتانا یہی ہے کہ اس کی صدہا نظیریں موجود ہیں کہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک بات کی طرف نہیں گیا لیکن دوسرے علماء کا ذہن اس طرف گیا۔ اسی طرح اسمٰعیل دہلوی کے ان کلمات میں اس ضعیف اور بعید احتمال کی طرف اگر استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ذہن نہیں گیا اور انھوں نے اپنی دانست میں ان کلمات کو کفری معنی میں متعین جانا اور قائل کو قطعی یقینی کافر کہا مگر مجدد اعظم حضرت قدس سرہ کا ذہن مبارک کسی ضعیف بعید ایسے پہلو کی طرف منتقل ہوا جس کی بنا پر کف لسان فرمایا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ اگر کوئی یہ کہے کہ جیسے استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت کو اسمٰعیل دہلوی کی تکفیریت میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی جس کی بناء پر انھوں نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کی۔ ـــــ مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ان کلمات میں

تاویل نظر آگئی جس کی بنا پر انہوں نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں کف لسان کیا۔

اسی طرح اس کا امکان ہے کہ اساطین دیوبند کے کلمات کفریہ میں آئندہ کسی صاحب کو کوئی تاویل سمجھ میں آجائے جس کی بنا پر وہ کف لسان کرے اس پر دو گذارش ہے۔

اوّل:۔ محض اس احتمال پر کہ شاید آئندہ کسی صاحب کو ان میں کوئی تاویل سمجھ میں آجائے قائل کو کافر نہ کہنا کسی طرح جائز نہیں ورنہ وہی خرابی لازم آئے گی کہ پھر کسی کلمۂ کفر کے بکنے والے کو کافر کہنا درست نہ ہوگا۔ اب نہ قادیانیوں کو کافر کہنا درست ہوگا نہ چکڑالویوں کو اسلئے کہ سب کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ شاید آئندہ ان کے کفریات کی کوئی تاویل نکل آئے۔ بنا کار اس پر ہے کہ جس مفتی کے سامنے مسئلہ پیش ہے اسے از خود یا کسی کے بتانے سے اس کلمہ میں کوئی تاویل ملی یا نہیں اگر نہیں ملی تو اس پر فرض ہے کہ قائل کو کافر ہونے کا فتویٰ دے اس توہم پر کہ شاید آئندہ کوئی صاحب کوئی تاویل نکالدیں تکفیر سے کف لسان کرنا خدانا ترسوں کو کفریات بکنے پر جری کرنا ہے۔

دوم:۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ علمائے دیوبند کو یہ احتمال اس وقت مفید ہوتا اگر انہوں نے اپنی عبارتوں کی توجیہہ میں کچھ کہا نہ ہوتا۔ ان سب نے اپنی اپنی عبارتوں کی توجیہیں کی ہیں۔ جن میں سے کچھ ایسی ہیں جن کا ان عبارتوں سے کوئی لگاؤ نہیں اور خود ان کی تصریحات کی معارض ہیں یا پھر وہ توجیہات کفر ہی ہیں جس کی نظیر حفظ الایمان کی عبارت کی توجیہہ میں گذری۔

پہلی کی مثال تحذیرالناس کی عبارت میں یہ کہنا ہے کہ نانوتوی صاحب کی مراد یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی نہیں بلکہ آخری نبی اور خاتم بالذات دونوں کے ہیں۔

یہ توجیہہ خود تحذیرالناس ص۱۴ اور ص۲۷ کی عبارتیں رد کر رہی ہیں جن میں

صاف صاف لکھا ہوا ہے۔

بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ ص۱۴

بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد میں کسی نبی کا پیدا ہونا آخری نبی ہونے کے منافی ہے۔ اب اگر خاتم النبیین کا معنی نانوتوی صاحب کے نزدیک آخری نبی ہونا بھی ہوتا تو وہ کیسے لکھتے کہ پھر بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے اور اس سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

ص۱۴ اور ص۲۷ کی یہ دونوں عبارتیں کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء نہیں مانتے اور خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین تسلیم نہیں کرتے اسلئے مذکورہ بالا توجیہ خود نانوتوی صاحب کی تصریح سے باطل ہے۔

توضیح مزید جو کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو بعض کفر ہو اور بعض کفر نہ ہو ایسے کلام کا کہنے والا اس وقت کفر سے بچے گا جب کہ وہ بتائے کہ میری مراد وہ معنی ہے جو کفر نہیں اور اس معنی کا اس کلام میں احتمال بھی ہو یعنی اس کلام کا وہ معنی صحیح ہو اور اگر قائل نے اپنی مراد ایسے معنی کو بتایا جو خود کفر ہو یا اس معنی کی گنجائش اس کلام میں قطعاً نہ ہو تو قائل یقیناً حتماً کافر ہے کسی دوسرے کی تاویل صحیح اس کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔ درمختار وغیرہ میں ہے۔

اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذالک فمسلم والا لم ینفعہ حمل	جب مسئلے میں چند وجہیں ہوں تو مفتی پر واجب ہے کہ اس معنی پر حکم لگائے جو کفر نہیں۔ اب اگر قائل کی مراد وہی معنی ہے تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی کا اس معنی پر حمل کرنا قائل کو نفع

نہ دے گا۔

اس قسم کا واقعہ مجھ پر گذر چکا ہے ایک صاحب نے اپنی تقریر میں کہا قرآن مجید اللہ کی بنائی ہوئی کتاب ہے۔ اس پر ایک عالم نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے کہا قرآن اگر اللہ کی بنائی ہوئی کتاب نہیں تو کس کی بنائی ہوئی ہے؟ ان عالم نے فرمایا کسی کی بنائی ہوئی نہیں عقائد میں تصریح ہے۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق معاملہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوا حضرت مفتی اعظم ہند نے مقرر صاحب سے فرمایا کہ آپ کو توبہ کرنی چاہیئے۔ انہوں نے توبہ کر لیا۔

پھر سال دو سال کے بعد مقرر صاحب نے فرمایا کہ میری مراد کلام لفظی تھی۔ اس پر ایک مفتی صاحب نے مقرر صاحب سے کہا اگر واقعی آپ کی مراد یہ تھی تو جب حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو توبہ کرنے کا حکم دیا تھا اس وقت آپ بتاتے اس وقت آپ نے نہیں بتایا اور چپ چاپ توبہ کر لیا تو ثابت ہو گیا کہ آپ کی مراد یہ نہیں تھی بعد میں آپ نے سوچ کر نکالا ہے اس لئے یہ مفید نہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ اب جب کہ ان کفری عبارتوں کے قائلین نے ان عبارتوں کی جو توجیہات و تاویلات کیں وہ ان عبارتوں کے منافی و معارض ہیں۔ ان کا ان عبارتوں سے کوئی تعلق نہیں خود انہیں کتابوں کی دوسری عبارتیں اسے رد کر رہی ہیں لہذا وہ تاویلات کفری معنی میں متعین ہیں۔ تو اب جب کہ ان کو جہاں جانا تھا جا چکے اب کسی کا ان عبارتوں کی کوئی تاویل صحیح نکالنا ان کو مفید نہیں ہو سکتا۔ ان کو مفید اس وقت ہوتا جب یہ ثابت ہوتا کہ ان کی نیت یہ معنی صحیح تھی لیکن انہوں نے اپنی مراد یہ معنی نہیں بتایا بلکہ ان عبارتوں سے متعلق اُن ملی بے جوڑ باتیں لکھیں اور کہیں اسلئے وہ کفر سے نہیں بچ سکتے یہ اخیر کی گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ ان کفری عبارتوں کی کوئی صحیح تاویل کوئی صاحب نکال سکیں مگر ہمیں یقین ہے کہ قیامت تک کوئی صاحب ان عبارتوں کی کوئی ضعیف سی ضعیف بعید سے بعید ایسی تاویل نہیں نکال سکتے جو ان کو کفر سے بچا سکے۔
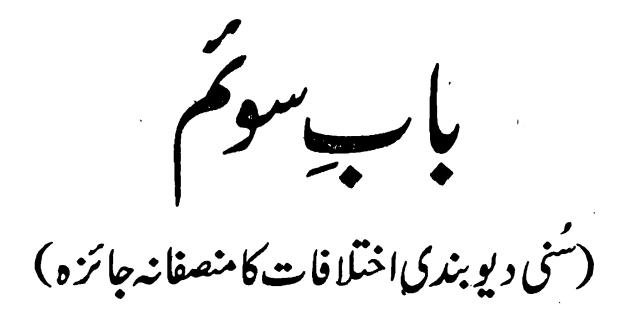
بابِ سوئم
(سُنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

عام طور سے لوگ یہی جانتے ہیں کہ "سنی دیوبندی" اختلاف چند امور کے جواز و عدم جواز تک محدود ہے ـــــ لیکن حقیقت حال کیا ہے، اس کا اعتراف خود دیوبندی جماعت کے نقیبوں کو بھی ہے۔ مولوی منظور سنبھلی کی کتاب فیصلہ کن مناظرہ کی ابتدا میں ہے:

شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ میلاد و قیام، عرس و قوالی، فاتحہ و تیجہ، دسواں و بیسواں، چالیسواں و برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت وغیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل "دیوبندی اور بریلوی اختلاف ہے"۔ مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ ص۵

پھر اصل اختلاف کیا ہے ـــــ یہ دونوں فریق کو تسلیم ہے کہ وہ تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، فتاوی رشیدیہ، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارات اور تکذیب باری کا فتوی ہے۔ ان میں چار اخیر کے سب سے اہم ہیں۔ ان پر علماء اہل سنت کے یہ اعتراضات ہیں کہ ان میں ضروریات دین کا انکار اور اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی صریح اور شدید توہین ہے۔ اپنے قائدین کی صفائی میں دیوبندی افراد نے حتی الوسع پوری کوشش کی، مگر وہ صفائی میں قطعاً ناکام رہے جس کی تفصیل وقعات السنان، ادخال السنان، الموت الاحمر، العصوب السنیہ، روداد مناظرہ اور "

روداد مناظرۂ بریلی میں دیکھی جاسکتی ہے ـــــ مگر اخیر دور میں مولوی سنبھلی صاحب نے اپنے متقدمین کی ساری تاویلات اور توجیہات کو سامنے رکھ کر ایک رسالہ "فیصلہ کن مناظرہ" لکھا ہے جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ یہ حسام الحرمین کا رد ہے۔ اگرچہ اس میں جو کچھ توجیہہ و تاویل ہے ان سب کے مکمل و مفصل جوابات مذکورہ بالا کتابوں میں موجود ہیں۔ انصاف و دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ اپنے متقدمین کی باتوں کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ علماء اہل سنت نے اس کے جو، جوابات دیئے تھے ان کے جواب الجواب دیتے۔ انھوں نے یہ خیال کرکے کہ سب کو اس کی کیا خبر۔ صرف اپنے متقدمین کی باتوں کو اپنے الفاظ میں اس طرح پیش کیا ہے گویا انھیں کی تحقیق انیق ہے۔

ادھر کچھ دنوں سے تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں سے پورے ملک میں پھر ایک طوفان برپا ہے۔ اگر کچھ سکون ہوتا ہے تو پھر تبلیغی جماعت اسے اٹھا دیتی ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے:

فاذا قيل انقضت تمادت يصبح الرجل مؤمنا ويمسى كافرا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۶۲ بحوالہ ابو داؤد)

کبھی کبھی بظاہر دب جائے گا کہ کہا جائیگا ختم ہوگیا پھر پہلے سے زیادہ بھڑک اٹھے گا صبح کو انسان مومن ہوگا اور شام کو کافر۔

اس لیے میں نے ضروری جانا کہ ان خطرناک کتابوں کے صحیح خدوخال نیک نیتی، انصاف، دیانت، متانت و سنجیدگی کے ساتھ عوام المسلمین کی خدمات عالیہ میں پیش کردیا جائے۔ اور سنبھلی صاحب اور ان کے دوسرے بزرگوں نے ان عبارات کی توجیہہ و تاویل میں جو کچھ کہا ہے اور حسام الحرمین پر جو کیچڑ اچھالی ہے، اس کی قلعی بھی کھول دی جائے۔

اپنی کتاب کے مقدمہ میں سنبھلی صاحب نے جو تعلیاں، بالاخوانیاں کی ہیں، مثلاً گھیر گھیر کے مناظرے اور مناظروں میں اپنی فتح وغیرہ کی ڈینگیں ماری ہیں، میں نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ ان کا یہ رسالہ ان کی زندگی بھر کی کد وکاوش کا کا ثمرہ ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے اکابر کی صفائی میں زندگی کے کسی لمحے میں

اس سے زائد کچھ نہ کہہ سکے ہوں گے۔ مجھے حق الیقین ہے کہ ان کی پوری زندگی کی تحقیق انیق پھر ہماری ان گزارشات کو جو اس رسالے میں درج ہیں جو بھی خدا ترس انصاف پسند پڑھے گا وہ خود فیصلہ کرے گا کہ سنبھلی صاحب کی ان تعلیوں اور بلاخوانیوں کی حقیقت کیا ہے۔ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔

محمد شریف الحق امجدی
خادم الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یوپی)
شب جمعہ ۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ
۱۱ نومبر ۱۹۸۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۝
وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝

اکابر دیوبند کی خدمات

پہلا کارنامہ

سنہ ۱۲۴۰ھ میں جب کہ مسلمانوں کا ہزار سالہ جاہ و جلال چراغِ سحری بن چکا تھا۔ جب کہ انگریز اپنی طاقت اور اپنی عیاری سے راس کماری سے لے کر دلّی تک کا خود مختار مالک بن چکا تھا۔ شاہ جہاں اور اورنگ زیب کا وارث انگریزوں کا وظیفہ خوار بن چکا تھا۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ دین و ملت بچانے کے لیے نہیں تو عزت و آبرو کی زندگی گزارنے کے لیے ہندوستان کے مسلمان متفق و متحد ہو کر اپنی بچی کھچی توانائیوں کو اکٹھا کر کے انگریز عفریت سے نجات حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرتے۔ مگر اس کے برعکس دیوبندی جماعت کے امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے آباء و اجداد کے اثر و رسوخ سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی نیت سے "تقویۃ الایمان" لکھی۔ ارواحِ ثلاثہ میں خود ان کا بیان مرقوم ہے

"میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے سورش ضرور ہو گی۔ گو اس سے سورش ہو گی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ ص ۸۱

اس کتاب میں اور اپنی دوسری کتابوں میں انھوں نے انبیاءِ کرام، اولیاءِ عظام

کی توہین کی۔ سارے جہان کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہا وہ بھی معمولی نہیں بلکہ ابو جہل کے برابر۔ اس کے مندرجات کی اجمالی فہرست ملاحظہ کریں۔

- ایک حدیث کا ترجمہ یہ کیا۔ پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ (ہوا) بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جاویں گے اور وہی لوگ رہ جائیں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں ——— اس کے بعد اپنی طرف سے لکھا:
  سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا ——— یعنی بھیج چکا اللہ ایسی باؤ جس سے وہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان تھا مر گئے۔ اور اب کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔
- خدائے تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے (رسالہ یکروزی ص۱۴۵)
- اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے (ماخوذ از تقویۃ الایمان ص۲۶)
- ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۹)
- اپنی اولاد کا نام عبد النبی، عبد الرسول، علی بخش، نبی بخش، پیر بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین رکھنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۵)
- سب انبیاء اور اولیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۲۷)
- رسول اللہ کو (غیب کی) کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص۴۷)
- رسولِ خدا کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص۵۷)
- رسولِ خدا مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ (ماخوذ از تقویۃ الایمان ص۹۷)
- جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۵۲)
- رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے

سے بدرجہا بدتر ہے۔ (صراطِ مستقیم)

- اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ (تقویۃ الایمان ص۲۳)
- اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے (تقویۃ الایمان ص۱۹)
- اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایمان ص۵۸)

ان عبارتوں سے مولوی اسمٰعیل صاحب کی توقع سو فیصدی پوری ہوئی۔
تقویۃ الایمان کے شائع ہوتے ہی دہلی میں آگ لگ گئی۔ اس وقت کے تمام اکابر حتیٰ کہ مولوی اسمٰعیل صاحب کے ابناءِ عم مولانا محمد موسیٰ اور مولانا مخصوص اللہ صاحبان نے بھی اس کا شدید رد کیا۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب نے "سوال و جواب اور حجۃ العمل فی ابطال الحیل" اور مولانا مخصوص اللہ صاحب نے "معید الایمان" رد تقویۃ الایمان لکھا۔ استاذ الحکما والمتکلمین علامہ فضلِ حق خیرآبادی نے "تحقیق الفتوٰی فی ابطال الطغوٰی" اور امتناع نظیر لکھا۔ اس وقت کے سارے علماءِ دہلی نے بالاتفاق مولوی اسمٰعیل صاحب کی تکفیر کی۔ تحقیق الفتوٰی میں مسند الوقت علامہ فضلِ حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

"اس (اسمٰعیل دہلوی) کا کلام بلاشبہ بارگاہِ الٰہی کے مقربین کے سردار، انبیاء، ملائکہ، اصفیا، مشائخ اور اولیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے۔
اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے ص۲۴۔"
اس فتوٰی کی تصدیق دہلی کے صفِ اوّل کے سترہ علمائے کرام نے کی۔ جن میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کے دونوں صاحبزادے حضرت مولانا مخصوص اللہ صاحب اور حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب اور خاص بات یہ ہے کہ حضرت مفتی

صدر الدین صاحب اور حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی صاحب کی بھی تصدیقات ہیں۔ ان میں حضرت مفتی صدر الدین صاحب گنگوہی اور نانوتوی دونوں صاحبان کے اور حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی گنگوہی صاحب کے استاذ ہیں۔ اور حضرت مولانا مخصوص اللہ صاحب ان دونوں کے استاذ الاساتذہ ہیں۔ نانوتوی اور گنگوہی صاحبان نے حدیث شاہ عبد الغنی سے پڑھی ہے اور حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ شاہ عبد الغنی کے استاذ ہیں۔

ان حضرات اکابر نے اسمٰعیل دہلوی صاحب کا صرف تحریری ہی رد نہیں فرمایا بلکہ انھیں گھیر گھیر کر پکڑ پکڑ کر مناظرے کیے۔ جس کے نتیجے میں جامع مسجد دہلی میں مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے دست راست مولوی عبد الحی کو سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کے نتیجے میں دہلی میں اس وقت ان کی یہ تحریک بالکلیہ ختم ہو گئی۔ اس میں ناکام ہونے کے بعد رسوائی کا داغ مٹانے کے لیے مولوی اسمٰعیل صاحب مع حواریین حج کے لیے چلے گئے۔

دوسرا کارنامہ انگریز اگرچہ ہندوستان میں اپنے قدم مضبوطی سے جما چکا تھا۔ اور اکثر حصہ پر قابض تھا۔ دلی کو اپنے حصار میں لے کر بے بس کر چکا تھا۔ مگر پنجاب اور سرحد ابھی اس کی دسترس سے باہر تھے۔ پنجاب میں سکھوں کی ایک مستحکم حکومت تھی۔ اور سرحد کے افغان اپنی فطری شجاعت اور جنگ جوئی کی بدولت آزاد تھے۔ انھیں زیر کرنے کے لیے انگریزوں نے مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد رائے بریلوی کی خدمات حاصل کیں[۱]۔ جب یہ لوگ حج سے واپس ہوئے تو اب تقویۃ الایمان کی دعوت کے بجائے سکھوں کے خلاف جہاد کی تحریک چلائی۔ انگریز نے اس تحریک کی کھلی چھٹی دے دی۔ وقتاً فوقتاً امداد بھی کی۔

دنیا آج بھی حیرت میں ہے کہ ایک نئی قائم شدہ حکومت میں وہ طبقہ جس سے تخت

---

[۱] تذکرۃ الرشید اول ص ۳۲،۳۱۔ [۲] ایضاً ص ۲۹ [۳] تفصیل کے لیے تواریخ و تحریک بالاکوٹ کا مطالعہ کریں۔

تاج چھینا گیا، کھلے بند جہاد کی تحریک چلا رہا ہے اور حکومت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے بلکہ اس تحریک کی حامی ہے۔ پیسے، فوج اور اسلحے جمع ہو رہے ہیں اور اسے کوئی باک نہیں۔ اگر انگریزوں کی ملی بھگت نہیں تھی تو پھر کیا بات تھی کہ کھلے بند مولوی اسمٰعیل صاحب نے بھرے مجمع میں کہا ۔۔۔ کہ انگریزوں سے لڑنا جائز نہیں بلکہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ کرے تو انگریزوں کی حمایت میں اس سے لڑنا فرض ہے۔

سکھوں کے خلاف جہاد کرنے والے حامیانِ دین کا لشکر تیار ہوا۔ اور سرحد روانہ ہوا۔ راستے میں انگریز افسران نے دعوتیں کیں۔ مگر دنیا حیرت میں پڑ گئی کہ ان مجاہدین نے سرحد جا کر سب سے پہلا جہاد ۔۔۔ یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا[1] خدا کی مرضی کہ پیر و مرید دونوں مسلمان افغانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔

تیسرا کارنامہ انگریزوں نے صرف اسی پر قناعت نہیں کی کہ ملک مسلمانوں کے قبضے سے لے لیا۔ بلکہ یورپ سے پادریوں کو بلا کر ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کی بھی بھرپور جد و جہد کی۔ اور اس کے لیے طرح طرح کے دباؤ ڈالنے اور ظلم کرنے لگے۔ انگریزوں کے ان مظالم سے تنگ آ کر آخر کار انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے آزاد ہونے کے لیے رمضان ۱۲۷۲ھ / مئی ۱۸۵۷ء کو میرٹھ چھاؤنی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جگہ جگہ انگریزوں کے خلاف جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت دیوبندی مذہب کے بانیان نانوتوی صاحب اور گنگوہی صاحب نے انگریزوں کی حمایت میں ان آزادی کے طلب گاروں سے باقاعدہ جنگ کی۔ گنگوہی صاحب کے تذکرہ نگار عاشق الٰہی صاحب میرٹھی تذکرۃ الرشید میں لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما

---

[1] تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۷۰۔ ارواح ثلاثہ

دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پیر جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لیے تیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لیے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید ہوئے[1]

اس عبارت میں "اپنی سرکار" سے انگریز اور باغیوں سے مجاہدین آزادی ہی مراد ہیں: اس پر انھیں تذکرہ نگار کے اسی کتاب میں اسی سلسلے میں لکھے ہوئے یہ کلمات دلیل ہیں۔ لکھتے ہیں

حضرت امام ربانی (گنگوہی) پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا۔ تباہ ہونے والی رعایا کی نحوست تقدیر نے جو کچھ بھی سمجھا اس کا انھوں نے نتیجہ دیکھا جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انھوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا۔ اور اپنی رحمدل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔ فوجیں باغی ہوئیں۔ حاکم نافرمان بنیں۔ قتل و قتال کا بند بازار کھولا اور جوانمردی کے غرہ میں اپنے پیروں پر کلہاڑیاں ماریں[2] ــــــــ رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی شروع کی[3]۔ آپ حضرات (نانوتوی گنگوہی صاحبان مع متعلقین) اپنی مہربان سرکار کے دلی خیرخواہ تھے۔ اور تا زیست خیرخواہ ہی ثابت رہے[4] ــــــــ میں (گنگوہی) جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں۔ تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے۔ اسے اختیار ہے جو چاہے کرے[5]

---

[1] تذکرۃ الرشید اول صـ۷۴۔ [2] ایضاً صـ۷۶۔ [3] ایضاً صـ۷۹۔ [4] ایضاً صـ۷۹ [5] ایضاً صـ۸۰

ان انگریزوں کے وفاداروں، رضاکاروں اور ان جیسے دوسرے دسیسہ کاروں کی بدولت انگریز نے آزادی کے طلب گاروں کو کچل کر رکھ دیا۔ پھر جرم ضعیفی کی سزا میں ہزاروں بے گناہوں کو مرگ مفاجات سے ہمکنار ہونا پڑا۔ جلاوطن ہونا پڑا۔ اپنے گھربار جائداد املاک سے ہاتھ دھونا پڑا جس کے نتیجے میں پورے ملک میں سناٹا چھا گیا۔ مگر انگریز جیسی چالاک قوم اس عارضی سناٹے پر مطمئن کیسے رہ سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ جو قوم ہزار سال ہندوستان پر حکومت کر چکی ہے وہ جب بھی موقع پائے گی تو اپنی میراث کی واپسی کے لیے سربکف میدان میں آسکتی ہے تو اس نے مسلمانوں کو لڑا لڑا کر اپنے ہی میں الجھے رہنے اور آپس میں ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہونے کے لیے اپنے ترکش کا آخری تیر نکالا۔ لڑاؤ اور حکومت کرو کے فارمولے پر عمل کرنے کے لیے اپنے ان وفاداروں کی خدمات حاصل کیں جنھوں نے ۱۸۵۷ء کے برے وقت میں اپنے بھائیوں سے لڑ کر انگریزی سامراج کی بنیادوں میں اپنا پسینہ ہی نہیں خون بھی دیا تھا۔

مدرسہ دیوبند

۱۵ محرم ۱۲۸۲ھ م ۱۴ اپریل ۱۸۶۶ء کو مولوی فضل الرحمن، مولوی ذوالفقار علی اور حاجی عابد حسین نے دیوبند کی چھتہ مسجد میں مدرسہ عربی کی بنیاد ڈالی۔ ان میں پہلے صاحب مولوی شبیر احمد اور مفتی عزیز الرحمن مفتی دیوبند کے اور دوسرے صاحب مولوی محمود الحسن صدر مدرس مدرسہ دیوبند کے والد تھے۔ یہ دونوں بزرگ انگریزوں کے عربک کالج دہلی کے تعلیم یافتہ ہیں۔ فراغت کے بعد انگریزوں کے ملازم رہے۔ اس وقت پنشن پا رہے تھے[1] حاجی عابد حسین تعویذ گنڈہ جھاڑ پھونک کرتے تھے جس کی وجہ سے قصبہ اور ملحقات میں ان کا اچھا خاصا اثر تھا۔ حقیقت میں مدرسہ دیوبند کے لیے سونے کا انڈا دینے والی مرغی یہی تھے۔

اس مدرسہ کے پہلے شیخ الحدیث مولوی محمد یعقوب نانوتوی ہیں جو دہلی عربک کالج کے مشہور مدرس مولوی مملوک العلی کے صاحبزادے اور شاگرد بھی ہیں۔ مدرسہ دیوبند سے پہلے گورنمنٹ برطانیہ کے ملازم ڈپٹی انسپکٹر تھے ڈیڑھ سو روپئے ماہانہ تنخواہ پاتے

---

[1] سوانح قاسمی دوم ص ۲۳۵

تھے۔ مگر یہ نوکری چھوڑ کر پچیس روپے پر مدرسہ دیوبند میں آگئے۔ یہ بزرگ تھانوی صاحب کے بھی استاذ ہیں۔[۱]

اس وقت نانوتوی صاحب میرٹھ کے مطبع مجتبائی میں تصحیح کے لیے نوکر تھے۔ ان کو تدریس کے لیے دیوبند بلایا بھی گیا تو انکار کر دیا[۲] مگر پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد ڈرامائی انداز میں دیوبند پہنچ گئے اور اس مدرسہ پر بالکلیہ قبضہ کر لیا۔ اور اب حال یہ ہے کہ اصل بانیوں کو کوئی نہیں جانتا۔ نانوتوی صاحب کے نیازمندوں کے دروغ مسلسل نے پوری دنیا کو یقین دلا دیا ہے کہ مدرسہ دیوبند کے بانی نانوتوی صاحب ہی ہیں[۳]۔ پہلے انکار پھر یک بیک دیوبند جانے میں کیا راز سربستہ تھا اسے کون جانے اتنی بات ظاہر ہے کہ عقائد، افکار، نظریات پھیلانے کے لیے بے تنخواہ پروپیگنڈسٹ مدارس دینیہ میں بڑی آسانی کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ دوسرے بغیر محنت کے اچھی طرح جیب گرم کرنے کی کنجی بھی ہے۔ اس کے چھ مہینے کے بعد اسی سال رجب میں سہارنپور میں ایک اور مدرسہ کی ابتدا ہوئی جس کا نام مظاہر العلوم رکھا گیا ــــــ علم دین کی نشر و اشاعت اور تعلیم و تعلم کے لیے مدرسہ قائم کرنا بہت اہم دینی خدمت ہے اس سے کسے انکار مگر دنیا حیرت زدہ رہ گئی جب مدرسہ کے قیام کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد انگریز بہادر نے مدرسہ سے اپنی خوشنودی اور رضامندی کا سرٹیفکٹ عطا فرما دیا۔[۴]

جب یہ مدرسہ جم گیا اور اس کی بدولت نانوتوی صاحب کی کچھ قدر و منزلت بڑھ گئی اور ان کی ہر بات کو حق ثابت کرنے والوں کی ایک فوج بھی تیار ہو گئی تو نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس

---

[۱] انوار الباری اول ۲۱۰۹ ۔ [۲] تذکرۃ العابدین ص۱۸ ۔ [۳] دیوبندیوں نے اس غلط بات کو اتنا مشہور کر دیا ہے کہ نانوتوی صاحب مدرسہ دیوبند کے بانی ہیں کہ اگر اب اس کے خلاف کچھ کہا جائے تو لوگ اسے جھوٹ سمجھیں گے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ مدرسہ دیوبند کے بانی نانوتوی صاحب نہیں بلکہ مولوی فضل الرحمٰن وغیرہ ہیں۔ [۴] یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار اور ہمدرد یار سرکار ہے۔ روزنامہ نئی دنیا دہلی کا عظیم مدنی نمبر رپورٹ جان پامر کلارک ص ۴۳

لکھی جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخرالانبیاء ہونے کا انکار کیا تفصیل کے لیے اسی رسالے کے صفحہ تا صفحہ ۸۰ کا مطالعہ کریں۔

تحذیرالناس کے خلاف سورش

تحذیرالناس جہاں بھی پہنچی وہاں کے علماء نے اس سے بیزاری ظاہر کی اس کا زبانی بھی اور تحریری بھی رد کیا۔ تحذیرالناس سے پوری امت بیزار رہی۔ اس کو تھانوی صاحب نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیرالناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی کے" (الافاضات الیومیہ جلد چہارم صفحہ ۵۸۰ ملفوظ ۹۲۷)

نانوتوی صاحب ایک بار ریاست رام پور تشریف لے گئے۔ اس کا قصہ ارواح ثلاثہ میں یوں لکھا ہے:

اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا۔ اس لیے کہ خفیہ پہنچیں۔ جب رامپور پہنچے تو حضرت نے اپنا نام خورشید حسن (تاریخی نام[۱]) بتایا اور لکھا دیا۔ اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے۔ اس میں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا ــــــ کہ تحذیرالناس کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر تک ہو رہی تھی۔ حضرت کی غرض اس اخفاء سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہنچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں۔ صفحہ ۲۶۱

تھانوی صاحب ایک تجربہ کار گرم و سرد چشیدہ بزرگ تھے۔ انھوں نے تحذیرالناس کے خلاف پورے ملک میں جو سورش تھی، اسے بہت ہلکے الفاظ میں یوں بیان کیا ــــــ

---

[۱] نانوتوی صاحب کی پیدائش ۱۲۴۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور خورشید حسن کے اعداد ۱۲۳۸ھ ہیں۔ پھر یہ تاریخی نام کیسے ہوا۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

پورے ملک میں کسی نے موافقت نہیں کی ـــ مگر رواجِ ثلاثہ کے سیدھے سادے داعی پیر نے پوری بات کہہ دی ـــ کہ ایک شور برپا تھا ـــ مولانا کی تکفیر تک ہو رہی تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ اسے اہلِ بدعات کی طرف منسوب کیا۔ مگر تھانوی صاحب نے پورے ملک سے تعبیر کیا۔ اب اس کی دو ہی توجیہہ ہو سکتی ہے یا تو یہ کہیے کہ پورا ملک اہلِ بدعات تھا یا یہ کہیے کہ تحذیر الناس کے کفری مضمون کے خلاف کچھ کہنا ہی دیوبندی مذہب میں بدعت ہے۔

رہ گئی مولانا عبدالحی کی موافقت تو پتہ نہیں کون مولانا عبدالحی ہیں اور کس کتاب میں کیا موافقت کی ہے۔

براہین قاطعہ تحذیر الناس پر مسلمانوں میں جو بے چینی تھی وہ ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ ۱۳۰۳ھ میں گنگوہی صاحب نے براہین قاطعہ لکھ کر اپنے مرید انبیٹھی صاحب کے نام سے چھپوائی۔ جس میں ان سارے معمولات کو جو اس وقت پوری دنیا کے مسلمانوں میں رائج تھے۔ شرک، بدعت، حرام، گناہ کہا بلکہ یہاں تک جرأت کا مظاہرہ کیا کہ میلاد مبارک کو "کنہیا" کے جنم کے سانگ سے تشبیہ دی[1]۔ اور فاتحہ کے وقت کھانے پر قرآن مجید کی آیات اور سورتیں پڑھ کر فاتحہ دینے کو ویدٹرنتھ[2] کہہ دیا۔ اس سبوح وقدوس عزوجل کے لیے امکانِ کذب کا قول[3] کیا حتیٰ کہ شیطان لعین کے علمِ ناپاک کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ وسیع[4] مانا تفصیل کے لیے اس کتاب کے ص۵ تا ص۲۳ کا مطالعہ کریں۔

براہین قاطعہ کے خلاف سورش اس کتاب کے چھپتے ہی ایک عام بے چینی اور سورش پیدا ہو گئی۔ یہ کتاب چوں کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے چھپی تھی وہ اس وقت پنجاب ریاست بھاولپور میں ملازم تھے اور تقیہ کیے ہوئے سُنّی بنے تھے[5] اور اسی وجہ سے بھاولپور ریاست کے مدرسے

---

[1] براہین قاطعہ ص۱۴۸ [2] ایضاً ص۹۰ [3] ایضاً ص۲ [4] ایضاً ص۵۱ [5] مقدمہ تقدیس الوکیل ص

میں مدرس بھی بنائے گئے تھے اور اسی وجہ سے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں میں بھی تھے۔ جب براہین قاطعہ کی اطلاع مولانا غلام دستگیر صاحب کو ہوئی تو انھوں نے بھاولپور جا کر انبیٹھی صاحب کو سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔ جس کے نتیجے میں اسی براہین قاطعہ کے گمراہ کن مضامین پر ہی بھاولپور ہی میں نواب بھاولپور محمد صادق عباسی کی نگرانی میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب اور انبیٹھی صاحب کے درمیان شوال ۱۳۰۶ھ میں تحریری مناظرہ ہوا جو تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل میں چھپ چکا ہے۔

اس مناظرے میں انبیٹھی صاحب کو شکست فاش ہوئی۔ مناظرے کے حکم شیخ المشائخ مولانا شاہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ دیا:

"یعنی خلیل احمد انبیٹھی وغیرہ وہابی ہیں اور اہل سنت سے خارج ہیں"[1]

جس کے نتیجے میں انبیٹھی صاحب کو ریاست سے نکال دیا گیا۔

اس تاریخی مناظرے میں دیوبندی ہار گئے۔ حکم نے ان کے خلاف فیصلہ دیا، ریاست سے نکال دیئے گئے مگر دیوبند اور سہارنپور کے مدارس سے جو رنگروٹ تیار ہوتے رہے وہ بہرحال دیوبندی اعتقادیات اور نظریات کی اشاعت کرتے رہے جس کے نتیجے میں ملک کی فضا معتدل ہونے کے بجائے اور مسموم ہوتی گئی۔

وقوع کذب کا فتویٰ

ابھی تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کے ذریعہ لگائی ہوئی آگ بھڑک ہی رہی تھی کہ دیوبندی مذہب کے قطب الارشاد مولوی رشید احمد گنگوہی نے یہ فتویٰ دے دیا کہ اللہ کے لیے "وقوع کذب" کے معنی درست ہو گئے اس کے قائل کو تضلیل و تفسیق سے مامون رکھنا چاہیے۔ وہ اہل سنت سے خارج نہیں۔ اسے کوئی سخت کلمہ بھی نہیں کہنا چاہیے۔

اس فتویٰ پر پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔ میرٹھ، بمبئی، پٹنہ، احمد آباد، گجرات

---

[1] تقدیس الوکیل ص۱۷۱

سے اس کا رد چھپا مگر ان پتھر کے دلوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ لڑانے بھڑانے کی مہم میں کوئی کمی نہیں آئی۔

حفظ الایمان ان بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کوئی کمی نہ ہو پائی تھی کہ اس مذہب کے حکیم الامت دیوبند کے مدرسہ کے فارغ التحصیل مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان لکھ کر مسلمانوں کے ماحول کو آتش فشاں بنا دیا اور اب شرق و غرب میں آگ پھیل گئی۔ پورا ملک اس کی لپیٹ میں آگیا۔ ہر طبقے کے علماء نے اس کا رد لکھا[1] مگر دیوبندی مدارس کے فارغین نے اپنے اساتذہ کے وقار کو بچانے کے لیے وہ سب کیا جس کی مشاقی دیوبندی مدارس میں ان کو کرائی گئی تھی۔

ان تفصیلات سے ظاہر ہوگیا کہ وہابی دیوبندی مذہب کی بنیاد مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے سنہ ۱۲۴۰ھ میں رکھی اور اسی وقت سے جہاں جہاں یہ فتنہ پہنچا وہاں کے علماء نے اس کا بھرپور رد کیا۔ علماء دہلی، بدایوں، رامپور، بمبئی، پٹنہ، کلکتہ، احمد آباد، سلہٹ وغیرہ کے رد وہابیہ کے رسائل آج بھی ملتے ہیں حتیٰ کہ دیوبندی مذہب کے بانیوں کے پیر بھائی اور پڑوسیوں نے بھی ان کا رد کیا۔ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل رامپوری، حضرت مولانا احمد حسن کانپوری بھی جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرید ہیں۔ بلکہ علماء پنجاب و پشاور نے بھی پوری قوت سے اس کا مقابلہ کیا۔ جس کے ثبوت میں تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل موجود ہے

پانچواں کارنامہ پورے ملک کے علمائے اہل سنت کی کوششوں سے دیوبندیت دم توڑنے لگی تھی کہ دفعۃً مدرسہ دیوبند کے صدر مدرس مولوی محمود الحسن صاحب نے کانگریس میں شریک ہو کر اپنے آپ کو شیخ الہند بنا کر پیش کیا۔ کانگریسیوں کو اپنی طاقت بڑھانے کے لیے ضرورت تھی کہ کچھ مقدس صورتیں بھی ہماری گود میں آجائیں۔ انھوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور شیخ الہند بنا کر پورے ملک کا دورہ کرایا۔

---

[1] اسی کتاب کا ص۱۱۱ تا ص۱۲۲

اس سے دیوبندی جماعت کو یہ فائدہ ہوا کہ پورے ملک میں مدرسہ دیوبند کا تعارف ہوگیا اور عوام کی بہت بڑی بھیڑ یہ سمجھنے لگی کہ یہ مدرسہ واقعی ایک دینی ادارہ ہے۔ اور اس طرح مدرسہ دیوبند میں طلبہ کی بھیڑ دن بدن بڑھتی گئی اور دیوبندیت پھیلانے کے لیے زیادہ سے زیادہ رنگروٹ خود بخود پیدا ہوتے گئے۔

مجددِ اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ

پورے ملک کا یہ ماحول تھا۔ اس ماحول میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے ہوش سنبھالا اور مسندِ ارشاد و ہدایت پر متمکن ہوئے اور اپنی فراست و بصیرت سے دیکھ لیا کہ اسلام کی بنیادی قدروں میں تحریف کرنے والوں میں سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک دیوبندی ہیں۔ شیعہ سنی الگ تھے؛ وہابیت کی دوسری شاخ غیر مقلدیت اپنی ایجاد کردہ نئی نماز کے طریقوں سے پہچانی جاتی تھی مگر دیوبندی اپنے کو حنفی نہ صرف حنفی بلکہ چشتی قادری نقشبندی سہروردی ظاہر کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ میلاد، قیام، فاتحہ وغیرہ سبھی اہلِ سنت کے مراسم بھی ادا کر لیتے۔ انبیٹھی صاحب کا بھاولپور میں اور تھانوی صاحب کا کانپور میں[1] ابتدائی دور اسی طرح گزرا[2] ــــــــ اس لیے ان کا پہچاننا بہت مشکل ہے اور حال یہ ہے کہ انبیاءِ کرام اولیاءِ عظام کی شانِ اقدس میں جتنی صریح اور کھلم کھلا توہین انھوں نے کی ہے کسی نے بھی نہیں کی۔

اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یوں تو ہر باطل فرقے کا رد فرمایا مگر سب سے زیادہ توجہ دیوبندی فرقے کی طرف مبذول فرمائی۔ خداداد علمی تبحر اور ذہانت و فطانت

---

[1] تقدیس الوکیل ص۹۔ [2] تذکرۃ الرشید جلد اول ص۱۱۰،۱۱۱

سے ان کے باطل نظریات کے خلاف عمر بھر نبرد آزما رہے۔ اصولی، فروعی تمام مختلف فیہ مسائل پر ایسی فیصلہ کن ابحاث تحریر فرمائیں کہ نہ تو موافق کے لیے زیادتی کی گنجائش باقی رہی اور نہ مخالف کے لیے کسی حیلہ و بہانہ کی جگہ ——— قرآن مجید کی آیات، احادیث، اقوالِ سلف وخلف سے اپنے عقائد و اعمال کو ایسا مبرہن اور دیوبندی عقائد و اعمال کو باطل ثابت فرمادیا کہ ان کی تردید سے پوری برادری آج تک عاجز ہے اور قیامت تک عاجز رہے گی۔

حسام الحرمین

مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے سنہ ۱۳۲۰ھ م سنہ ۱۹۰۲ء میں المعتمد المستند تصنیف فرمائی۔ جسے حضرت مولانا قاضی عبدالوحید صاحب رئیس پٹنہ نے اسکی متن المعتقد المنتقد کے ساتھ سنہ ۱۳۲۱ھ م سنہ ۱۹۰۳ء میں چھپوایا

المعتمد المستند میں گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی صاحبان کی تحذیر الناس تکذیب باری عز اسمہٗ کے فتوای اور براہینِ قاطعہ، حفظ الایمان کی کفری عبارتوں کی بناء پر قطعی تکفیر مذکور ہے۔

اس کی اطلاع ان میں جو لوگ زندہ تھے انھیں ہوئی بھی مگر ان لوگوں نے اپنی صفائی نہیں دی۔ نہ اس کی کوئی تاویل کی نہ توجیہ کی جس کا اعتراف ان لوگوں کے ترجمانِ اعظم سنبھلی صاحب کو بھی ہے[1]

ان کتابوں کی یہ عبارتیں کفری معنی میں ایسی واضح اور غیر مبہم ہیں کہ اس کا انکار کرنا آفتاب کے وجود سے انکار کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ سال تک نہ ان میں سے کسی کو کچھ بولنے کی گنجائش ملی نہ ان کے تلامذہ کو نہ خلفاء کو۔

---

[1] فیصلہ کن مناظرہ ص۱۹

۱۳۲۳ھ میں بلا کسی سابقہ ارادے اور قصد کے یک بیک باطنی کشش کی بنا پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ حج و زیارت کے لیے گئے۔

تو اسی فتوی کی تائید و تقویت کے لیے المعتمد المستند کا وہ حصہ جس میں ان لوگوں کی نام بنام تکفیر تھی، علماء حرمین طیبین کی خدمات عالیہ میں پیش فرمایا۔ اور دونوں حرم کے اجلہ علماء کرام مفتیان عظام خطباء ذوی الاکرام مدرسین ذوی الفخام نے اس کی دھوم دھامی تصدیقیں فرمائیں۔ اور سب نے نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھی، تھانوی صاحبان کے بارے میں یہ فتوی دیا کہ یہ لوگ ضروریات دین کے انکار اور شان الوہیت و رسالت میں صریح گستاخی کرنے کی وجہ سے دین سے خارج کافر مرتد ہیں

حج و زیارت سے واپسی کے بعد ان تمام تصدیقات کو "حسام الحرمین" کے نام سے چھپوا دیا۔ دیوبندی پہلے ہی کہیں منھ دکھانے کے لائق نہیں تھے اب جبکہ اللہ کے گھر اور اس کے حبیب کے در سے بھی ان کے بارے میں وہی حکم آ گیا جو ۱۳۲۰ھ سے ہندوستان کے ہر طبقے کے علماء دیتے آئے تھے، تو انھیں کہیں پناہ نظر نہ آئی۔ اس لیے انھوں نے یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا کہ علماء حرمین طیبین چونکہ اردو نہیں جانتے تھے اور اعلیٰ حضرت نے حد درجہ ان کی خوشامد اور چاپلوسی کی اس لئے وہ دھوکے میں آ گئے اور فتوی تکفیر کی تصدیق کر دی۔

اس کا جواب

اولاً ان علماء میں شیخ الدلائل استاذ العلماء مولانا عبد الحق مہاجر مکی تفسیر اکلیل کے مصنف بھی ہیں۔ یہ ضلع الہ آباد قصبہ نارہ کے باشندے تھے۔ یہ تو اردو جانتے تھے۔ گنگوہی صاحب کے سوانح نگار عاشق الٰہی میرٹھی کے بقول گنگوہی صاحب کو بھی جانتے تھے[1] انھوں نے کیسے تصدیق کر دی؟ حسام الحرمین میں ان کی تصدیق پانچویں ہے۔ ثانیاً۔ اس سال مکہ معظمہ میں انبیٹھی صاحب اور کچھ ریاست کے وزراء بھی موجود تھے۔ اس کی انھیں اطلاع بھی ملی اور

---

[1] تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۹۲

اپنی صفائی کی کوشش بھی کی۔ مگر علماءِ مکہ نے قبول نہیں فرمایا۔

جب رئیس العلماء مولانا صالح کمال، علی پاشا (شریف مکہ) کے دربار میں دولت مکیہ سنانے تشریف لے گئے تو اسی اثناء میں آپ نے شریف علی پاشا سے خلیل احمد انبیٹھی کے عقائد باطلہ اور ان کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا خلیل احمد انبیٹھی کو خبر ہوئی تو آپ کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی کہ حضرت ! آپ مجھ پر کیوں ناراض ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کیا تم خلیل احمد ہو؟ بولے جی ہاں میرا نام خلیل احمد ہے۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس تو نے براہین قاطعہ میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھیں۔ میں تو تجھے (تقدیس الوکیل میں) زندیق لکھ چکا ہوں۔ اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری لاہوری کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل لکھ کر علماء مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے۔ اس کتاب پر مولانا صالح کمال کی بھی تقریظ ہے۔ اس میں آپ نے خلیل احمد انبیٹھی اور رشید احمد گنگوہی کو زندیق لکھا ہے۔

مولوی انبیٹھی صاحب نے مولانا صالح کمال سے کہا کہ حضرت جو باتیں میری طرف منسوب کی گئی ہیں وہ میری کتاب میں نہیں ہیں، لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہاری کتاب چھپ کر شائع ہو چکی ہے، وہ میرے پاس بھی موجود ہے۔ جب خلیل احمد نے دیکھا اب بھانڈا پھوٹنے والا ہے تو بول پڑے کہ کیا حضرت کفر سے توبہ نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا نے جواب دیا ہوتی ہے۔ پھر آپ نے چاہا کہ کسی مترجم کو بلائیں اور انبیٹھی صاحب کو براہین قاطعہ دکھا کر ان کلمات باطلہ کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر انبیٹھی صاحب رات ہی میں جدہ بھاگ گئے۔[1]

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) علماءِ مکہ معظمہ انبیٹھی اور گنگوہی صاحبان کی براہین قاطعہ سے بہت پہلے سے واقف تھے۔ نیز اس سے بھی واقف تھے کہ اس کتاب میں ان لوگوں نے

---

[1] الملفوظ حصہ دوم ص۱۴۰

کفریات وضلالات لکھے ہیں۔ اس کا ذریعہ امام المناظرین مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ہے جو بھاولپور کے تحریری مناظرہ کی روداد ہے۔ ۱۳۰۶ھ میں جب مولانا موصوف حج وزیارت کے لیے گئے تو اس کا عربی میں ترجمہ کرکے علماء حرمین کی خدمات عالیہ میں پیش کیا۔ اس وقت سے علماء حرمین طیبین ان لوگوں اور ان کے عقائد باطلہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی اس حاضری سے سترہ سال پہلے سے واقف تھے۔

(۲) علماء حرمین طیبین براہین قاطعہ کی کفری وگمراہ کن عبارتوں کی بناء پر سترہ سال پہلے ہی اس کے مؤلف اور مصدق کو زندیق لکھ چکے تھے۔

(۳) براہین قاطعہ ان حضرات کے پاس موجود تھی۔

(۴) ان حضرات نے چاہا کہ انبیٹھی صاحب کے رُو در رُو ان کے کفریات وضلالات کو پیش کرکے انھیں قائل کرکے توبہ کرائی جائے

(۵) اس وقت تک انبیٹھی صاحب کے پاس براہین قاطعہ کی کفری عبارتوں کی کوئی ایسی تاویل وتوجیہ ذہن میں نہ تھی جسے پیش کرکے وہ اپنی صفائی دے سکتے تھے۔

(۶) مکہ معظمہ میں ان حضرات کے علم میں ایسے مترجم تھے کہ اُردو کا عربی میں ترجمہ کرسکتے تھے اگر انھیں حسام الحرمین کے مضامین کے بارے میں کوئی شبہہ ہوتا تو ان مترجمین سے ترجمہ کراکے تحقیق کرسکتے تھے۔ مگر چونکہ تحقیق کے تمام مراحل سترہ سال پہلے طے ہو چکے تھے اس لیے اس کی ضرورت ہی نہ تھی۔

ثالثاً۔ کسی کے کافر ہونے کا فتویٰ ایسا ہلکا نہیں کہ یہ اجلہ علماء کرام بلا تحقیق صرف کسی کی خوشامد، چاپلوسی سے متاثر ہوکر کسی کے کافر ہونے کا فتویٰ دے دیں گے۔ کسی کی نام بنام تکفیر تو بہت اہم مسئلہ ہے۔ بلکہ باب اقتدار کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ ان حضرات کا حال تو یہ معلوم ہے کہ کسی ظنی فرعی مسئلہ میں اگر انھیں اتفاق نہ ہوتا تو تصدیق نہ فرماتے بلکہ برملا انکار فرما دیتے جس کی نظیر الدولۃ المکیہ کی تصدیق ہے۔

مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ علامہ احمد برزنجی نے صرف اس وجہ سے اس کی تصدیق نہیں کی کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام قیامت کا علم ثابت کیا گیا تھا۔ اور علامہ برزنجی اس سے متفق نہ تھے۔ حالانکہ یہ مسئلہ ظنی ہے۔ اثبات یا نفی کسی صورت میں تفسیق بھی نہیں۔ مگر حسام الحرمین کی تصدیق انھوں نے بھی فرمائی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان علماء دیوبند کی تکفیر سے ان کو بالکلیہ اتفاق تھا۔

دیوبندی مذہب کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب نے ان کی تصدیق کو بے اثر کرنے کے لیے لکھا ہے:

> چنانچہ مفتی صاحب دام ظلہ نے حسام الحرمین پر جو تقریظ لکھی تھی اس پر سے اپنا نام مٹا دیا۔ اور بہت سخت وسست ان کو کہا۔ مگر دوسرے دن مجدد صاحب نے اپنے صاحبزادے کو مفتی صاحب کے مکان پر بھیجا اور بہت کچھ عاجزی وغیرہ کرنے کے بعد مفتی صاحب نے پھر اپنی تقریظ پر اپنی مہر کر دی اور فرمایا کہ چونکہ میں نے اپنی تقریظ میں شرط لگا دی ہے اس لیے تم کو میری تحریر ہرگز نفع نہ دیوے گی۔ الشہاب ص ۳۲

صاحب شہاب ثاقب کے اس بیان میں کتنی صداقت ہے اسے معلوم کرنے کے لیے "ردِ شہاب ثاقب" کا مطالعہ کیجیے۔ مجھے صرف اتنی گزارش کرنی ہے کہ جو بزرگ اتنا محتاط ہو کہ ایک ظنی فرعی مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے الدولۃ المکیہ کی تصدیق نہ کرے اس کے بارے میں یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ جب اسے یقین ہو گیا تھا کہ چاروں اس الزام سے بری ہیں جو حسام الحرمین میں ان پر لگائے گئے ہیں ان کی تکفیر پر کیسے دستخط اور مہر کر دے گا اگرچہ مشروط ہی طریقے سے۔ بلکہ اگر ذرا بھی شبہہ ہوتا تو کبھی بھی تصدیق نہ فرماتے۔

حقیقت یہ ہے کہ صاحب شہاب ثاقب نے حسام الحرمین پر تقریظ کے جرم میں حضرت مفتی شافعیہ سے انتقام لیا ہے کہ ان کا حال یہ تھا کہ عاجزی اور خوشامد سے جو چاہو ان سے لکھوا لو۔ حالانکہ ان کے کردار کی مضبوطی الدولۃ المکیہ پر تقریظ نہ لکھنے

سے ظاہر ہے کہ جو شخص اتنا بلند ہو کر ایک ظنی فرعی مسئلہ میں خوشامد جری چاپلوسی سے متاثر نہ ہوا وہ تکفیر کے مسئلہ میں کیسے راضی ہو جائے گا۔
رہ گئی شرط تو قبلہ ذرا سوچ سمجھ کر بات کیجیے وہ ہمیں کیسے مفر جبکہ آپ کے بزرگوں کی کتابوں میں وہ عبارتیں موجود ہیں جن پر تکفیر ہے۔ چلیے یہاں تو شرط کی آڑ لے لی مگر ان ہی مفتی شافعیہ نے اسی اپنی تقریظ میں اعلیٰ حضرت کو جو یہ لکھا اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔ لکھتے ہیں:

انی قد وقفت ایھا العلامۃ النحریر۔ والعلم الشھیر ذو التحقیق والتحریر۔ والتدقیق والتحبیر عالم اھل السنۃ والجماعۃ۔ جناب الشیخ احمد رضا خان البریلوی۔ ادام اللہ توفیقہ وارتفاعہ علی خلاصۃ من کتابك المسمی بالمعتمد المستند فوجدتھا علی اکمل الدرجات من حیث الاتقان والمنتقد۔ وقد ازالت بھا الاذی عن طریق المسلمین ونصحت فیھا اللہ ورسولہ ولائمۃ الدین۔ واثبتت فیھا براھین الحق الصحیحۃ وامتثلت فیھا قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ: فھی وان کان غنیۃ عن الاطراء والتبجیل والثناء الجمیل لکنی احببت ان اجاریھا فی سرھا تھا واجلوا عن بعض الوجوہ

اے علامہ کامل ماہر مشہور و معروف صاحب تحقیق تنقیح و تدقیق و تزئین عالم اہل سنت و جماعت جناب شیخ احمد رضا خاں بریلوی اللہ ان کی توفیق اور بلندی ہمیشہ قائم رکھے میں آپ کی کتاب المعتمد المستند کے خلاصہ پر واقف ہوا۔ میں نے اسے اتقان و انتقاد کے اعلیٰ درجہ پر پایا۔ اس کے ذریعہ آپ نے مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز دور کی اور اس میں آپ نے اللہ اور اس کے رسول اور ائمہ دین کی خیر خواہی کی۔ اور اس میں آپ نے براہین حقہ صحیحہ سے مدعیٰ کو ثابت کیا ہے۔ اور اس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل کی ہے کہ دین خیر خواہی ہے۔ آپ کی تحریر اگرچہ مدح، تعظیم، ثنائے جمیل سے بے نیاز ہے مگر مجھے پسند آیا کہ اس کی جولان گاہ میں اس کا ساتھ دوں اور اس کے روشن بیان کے میدان میں بعض

فی مضمار تبیانہا۔ لکی اشارک صاحبہا فیما استوجب من الحظ الجمیل والاجر الجزیل عند اللہ و الثواب الجزیل۔

اور وجوہ ظاہر کروں تاکہ مصنف نے اس باب میں جو حصے اس نے اپنے لیے واجب کر لیا اور اس اجر اور عمدہ ثواب میں جو اللہ عزوجل کے حضور ذخیرہ ہے شریک ہو جاؤں۔

(حسام الحرمین مترجم ص ۱۶۷،۳)

اس عبارت سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے:

(۱) علامہ سید احمد برزنجی کے نزدیک مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ علامہ نحریر یعنی حاذق ماہر صاحب عقل سمجھ دار ہیں۔ صاحب تحقیق تنقیح و تدقیق اور لائق تعظیم اہل سنت و جماعت کے عالم شیخ ہیں۔

(۲) المعتمد المستند مسلمانوں کے راستے سے موذی کو ہٹانے والی ہے۔ اس میں اللہ اور رسول اور ائمہ دین کی خیر خواہی ہے اور اس کے دلائل حق اور صحیح ہیں۔ یہ کتاب حسد، عناد، بغض و عداوت، حب جاہ و ریاست کے لیے نہیں لکھی گئی ہے بلکہ خیر خواہی کی نیت سے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ایسی کامل، اکمل، عمدہ ہے کہ تعریف و توصیف سے بے نیاز ہے۔

(۳) اس کتاب کے مصنف اس کتاب کے لکھنے کی وجہ سے اجر جمیل اور ثواب عظیم کے حقدار ہیں۔

(۴) اس کتاب کی تائید کرنے والا بھی اجر جمیل اور ثواب عظیم کا مستحق ہے۔

(۵) اس کتاب کی تصنیف پر مصنف کو یہ دعا دی۔ اللہ عزوجل ہمیشہ ان کو توفیق خیر دیتا رہے اور ان کے درجوں کو بلند کرتا رہے۔

کیا کسی سے ناراض ہونے والا، کسی کو سخت و سست کہنے والا اس قسم کے مدحیہ اور دعائیہ کلمات لکھتا ہے۔ کیا یہ تحریر چاپلوسی، عاجزی، منت و سماجت کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔ ان علامہ برزنجی صاحب کا حال تو یہ ہے کہ انھوں نے بہت مبسوط مفصل، مدلل تقریظ لکھی اور فرمایا اسے مستقل رسالہ کر کے[1] چھاپیے گا۔ چنانچہ ان کی خواہش کی تکمیل

---

[1] الملفوظ دوم ص ۳

کی گئی۔ ان کی تقریظ کا نام تاریخی الکلم العلیہ لمفتی الشافعیہ رکھا گیا۔

رابعًا۔ اب آئیے مدینہ طیبہ یہاں صاحب الشہاب الثاقب دیوبندیوں کے شیخ الاسلام پہلے ہی سے اپنی نجی مصلحتوں کے حصول کے لیے موجود تھے اور جیسا کہ ان کا دعوای ہے کہ میں نے مناظرہ کے لیے چیلنج بھی دیا۔ لکھتے ہیں:

اگر حقیقۃً اعلان حق مقصود تھا تو ہم نے جب مجدد صاحب سے ان امور اربعہ میں گفتگو طلب کی تھی تو کیوں فرار کیا تھا اور کیوں کہا تھا کہ اپنے استادوں کو بلاؤ۔ تم ہمارے قرین نہیں ہو۔ الشہاب الثاقب ص ۹۶۔ بالفاظہ گرص ۳۲۔

صاحب شہاب ثاقب کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ انھیں اس کا علم ہو چکا تھا کہ ہمارے اکابر کی تکفیر کے فتویٰ پر علماء مدینہ طیبہ تصدیقیں فرما رہے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ تکفیر کے وجوہ چار ہیں، جبھی تو آپ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے گفتگو کرنی چاہی اور وہ بھی ان امور اربعہ میں۔

اب گزارش ہے کہ آپ بہت پہلے سے مدینہ طیبہ میں مخصوص ڈیوٹی پر متعین تھے اور بقول خود مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے تو لازم کہ آپ کے تعلقات علماء مدینہ طیبہ سے یقینًا تھے اور پھر آپ نے اپنے اکابر کی صفائی میں جی جان سے کوشش کی ہو گی، مگر آپ کامیاب نہ ہو سکے اور ایک پردیسی جو چند روز کے لیے حاضر ہوا تھا وہ غالب آیا۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ علماء مدینہ طیبہ نے طرفین کے بیانات سن کر الزام اور صفائی پر مطلع ہو کر پوری تحقیق کے بعد آپ کے اکابر کی تکفیر کا فتویٰ دیا ہے۔

صاحب شہاب ثاقب نے تو اپنی جماعت میں اپنی بڑائی جتانے کے لیے یہ تعلی کی تھی مگر یہی خود ان کی باتوں کو رد کر گئی کہ پہلے لکھا ہے کہ انتہائی عاجزی اور تعظیم و تکریم سے متاثر ہو کر علماء حرمین طیبین نے ان کی حمایت کر دی۔ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ حاصل کلام یہ کہ علماء حرمین طیبین نے ان اساطین دیوبندیت کی تکفیر انجانے اور نادانی میں نہیں کی ہے بلکہ پوری تحقیق اور اطمینان کے بعد کی ہے۔ بلکہ ان میں سے بہت سے حضرات ان دیوبندی بزرگوں کے کفری اقوال پر بہت پہلے سے مطلع تھے

اور انھوں نے جو بھی فتویٰ دیا ہے کما حقہٗ تحقیق کے بعد دیا ہے۔

المھند

نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھی اور تھانوی صاحبان کی وہ عبارتیں جو اس رسالہ کا موضوع ہیں ایسی صریح اور واضح کفر ہیں جو مسلمان بھی انھیں عصبیت بے جا اور حمیتِ جاہلیہ کے جذبے سے خالی ہو کر دیکھے گا، پکار اٹھے گا کہ یہ ضرور بضرور کفر ہیں۔ مگر جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان عبارتوں پر فتویٰ کفر دیا تو مسلمانوں کا اذعان اطمینان کی منزل تک پہنچ گیا۔ اور جب علماء حرمین طیبین نے اس کی تصدیق فرما دی تو واضح ہو گیا کہ ان اکابر دیوبند کا کفر اجماعی ہے۔ اسی وجہ سے جب حسام الحرمین شائع ہوئی تو دیوبندی علماء کہیں منھ دکھانے کے لائق نہ رہے۔ اس کا اعتراف دبے دبے الفاظ میں خود دیوبندی مبلغین کو بھی ہے سنبھلی صاحب رقم طراز ہیں:

> اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ مولوی احمد رضا خاں کی اس چال نے ہندستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ کھڑا کر دیا۔ اور شاید ہزاروں یا لاکھوں سادہ دل بندے جو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے بازی سے بالکل متاثر نہ تھے، علماء حرمین کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ فیصلہ کن ص ۱۹

اللہ عزوجل اور اس کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور توہین پر پردہ ڈالنے کے لیے انبیٹھی صاحب نے یہ چال چلی کہ خود ہی ۲۶ سوالات بنائے اور خود ہی ان کے جوابات لکھے اور پھر خود اپنے علماء سے تصدیقیں کرائیں اور حرمین طیبین میں ادھر ادھر سے آ کر رہنے والے کچھ آفاقیوں سے تصدیقات کرائیں اور اسے المہند کے نام سے چھاپ کر یہ ظاہر کر دیا کہ علماء حرمین ہمارے ساتھ ہیں۔ اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے ظاہر یہ کیا کہ یہ چھبیس ۲۶ سوالات مدینہ طیبہ کے علماء کی طرف سے تحقیق حال کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ المہند کی تمہید میں ہے:

خاں صاحب کی اس مجرمانہ کارروائی کی خبر بعض علماء مدینہ کو ہوئی، تب ان حضرات نے چھبیس سوالات حضرات علماءِ دیوبند کی خدمت مبارک میں بھیجے کہ آپ کا ان میں کیا خیال ہے۔ اس کو صاف صاف لکھیئے تاکہ حق و باطل واضح ہوجائے۔ چنانچہ فخر العلماء والمتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے ان کے جوابات لکھ کر الخ ص ۴، ۵

المہند کی پوری حقیقت واقعیہ معلوم کرنے کے لئے صدر الافاضل سند الاماثل حضرت علامہ شاہ نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرادآبادی کے رسالہ مبارکہ "التحقیقات لدفع التلبیسات" کا اور امام المناظرین عمدۃ المتکلمین شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ شاہ ابوالفتح حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کے رسالہ مقدسہ رد المہند کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوجائے گا۔ المہند حقیقت میں دیوبندی مذہب کی جڑوں کو کھوکھلی کر گئی ہے۔ اور یہ غیر شعوری طور پر حسام الحرمین کی تصدیق ہے۔ ہم صرف چند باتیں عرض کیے دیتے ہیں۔

(۱) اگر واقعی یہ چھبیس سوالات علماءِ مدینہ میں سے کسی عالم نے کیے تھے تو ان کا نام ظاہر کرنے میں کیا چیز مانع تھی جب کہ حالات کا تقاضا یہ تھا کہ ان کا نام ضرور ظاہر کیا جاتا تو ان لوگوں کے حق میں حد درجہ مفید ہوتا۔ سائل کا نام ظاہر نہ کرنا کسی رازِ درونِ خانہ کی غمازی کر رہا ہے۔

(۲) جن چند علماءِ حرمین کی تصدیقات چھاپی ہیں تو پوری بعینہٖ نہیں چھاپی ہیں بلکہ ان کا خلاصہ چھاپا ہے اور اکثر تو نام ہی پر اکتفا کیا گیا ہے چنانچہ المہند کے ص۵ پر ہے:

ھذہ خلاصۃ التصدیقات لسادۃ العلماء بمکۃ المکرمۃ	یہ مکہ مکرمہ زادہ اللہ شرفا و تعظیما کے علماء کی تصدیقات کا خلاصہ ہے
اور ص۱۳ پر ہے	خلاصۂ تصادیق علماء مدینہ زادہا اللہ شرفا و تعظیما

آخر پوری تصدیقات یا تصادیق لفظ بہ لفظ شائع نہ کرنا اور خلاصہ پر اقتصار کرنا کسی اہم بنیادی مقصد ہی کے لیے ہے۔ یہ بہت ہی غور طلب اور دور رس نتائج کا حامل ہے۔

(۴) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اور علماء اہل سنت نے کفر کا فتویٰ تحذیر الناس اور براہین قاطعہ اور حفظ الایمان اور گنگوہی صاحب کے دستخطی مہری فتویٰ پر دیا ہے۔ ان سوالوں کے جواب میں ان کتابوں کی عبارتیں کیوں نہیں لکھی گئیں۔ المعتمد المستند اور حسام الحرمین کی تصنیف بلکہ اشاعت اول کے وقت تک المہند کا وجود ہی نہ تھا۔ المہند میں جو عبارتیں درج ہیں ان پر کس نے کفر کا فتویٰ دیا تھا کہ اسے لکھ کر مکہ معظمہ مدینہ طیبہ میں بسنے والے چند آفاقیوں سے تصدیق کرائی بلکہ علماء حرمین طیبین ہی سے کرالی تو اس سے کیسے ثابت ہو گیا کہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان اور گنگوہی صاحب کا تکذیب باری والا فتویٰ کفر نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انبیٹھی صاحب اور اس وقت کے سارے دیوبندی پیشواؤں کو اس کا یقین تھا کہ تحذیر الناس وغیرہ کی یہ عبارتیں ضرور بالضرور کفر ہیں۔ اگر بعینہ وہی عبارتیں لکھی جائیں گی تو وہی فتویٰ آئے گا جو حسام الحرمین میں آچکا ہے۔ یہی یقین و اذعان اس کا باعث ہوا کہ ان کتابوں کی اصل عبارت کا ترجمہ نہیں لکھا۔ یہ ہے نظارہ ارشاد ربانی کا کہ فرمایا:

وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (نمل) ظلم اور تعلی کی وجہ سے وہ نہ مانتے (منکر اڑے رہے) حالانکہ ان کے دل مان چکے تھے۔

المہند بھی چھپی ہوئی ہے اور حسام الحرمین بھی جس کا دل چاہے حسام الحرمین میں ان کتابوں کی عبارتوں کا جو ترجمہ ہے اسے ان کتابوں سے ملالے۔ پھر المہند دیکھے آپ کو اس میں وہ عبارتیں کہیں نہیں ملیں گی۔ ع

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

ابھی تک اکابر دیوبند کی ان عبارتوں پر کلام تھا جن پر اکابر علماءِ حرمین پھر ہند و پاک کے ۲۶۸ علماء نے کفر کا فتویٰ دیا مگر علماءِ دیوبند اسے تسلیم نہیں کرتے۔ اب آئیے ہم آپ کو دیوبندی مذہب کے بانیوں کی ایسی عبارتیں دکھائیں جن کا کفر ہونا خود علماءِ دیوبند کو تسلیم ہو چکا ہے۔

۱۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب کا کفر

تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی نے اپنی مشہور کتاب ایضاح الحق میں لکھا ہے:

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلاجہت و محاذات از قبیل بدعاتِ حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد۔

اللہ عزوجل کا زمان و مکان اور جہت سے منزہ ماننا اور اس کی رویت بلا جہت محاذات کے ثابت کرنا بدعاتِ حقیقیہ سے ہے اگر ایسے عقیدہ والا اس کو عقائد دینیہ سے شمار کرے۔

اس پر ایک استفتاء مرتب کر کے دہلوی صاحب کے نیازمندوں کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہ سوال و جواب درج ذیل ہیں:

سوال[۱]: کیا ارشاد ہے علماءِ دین کا اس شخص کے بارے میں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان سے پاک اور اس کا دیدار بے جہت حق جاننا بدعت ہے۔

جواب: —— یہ شخص عقائدِ اہلِ سنت سے جاہل اور بے بہرہ اور وہ مقولہ کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد (گنگوہی) الجواب صحیح۔ اشرف علی (تھانوی)

---

[۱] رسالہ "دیوبندی مولویوں کا ایمان"

عفی عنہ۔
حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے منزہ ماننا عقیدۂ اہلِ ایمان ہے۔ اس کا انکار الحاد و زندقہ ہے۔ اور دیدارِ حق تعالیٰ آخرت میں بے کیف و بے جہت ہوگا مخالف اس عقیدہ کا بددین و ملحد ہے۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند۔ الجواب صحیح۔ بندہ محمود حسن عفی عنہ مدرس اول دیوبند۔
وہ ہرگز اہلِ سنت سے نہیں۔ حررہ المسکین عبد الحق۔ الجواب صحیح۔ محمد حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی مراد آباد

۲۔ نانوتوی صاحب کا کفر

قصائد قاسمی ص۱۰ پر ایک شعر ہے ؎

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

اس شعر کے بارے میں متعدد دیوبندی اکابر سے استفتاء کیا گیا تو ان کے مندرجہ ذیل جوابات موصول ہوئے۔ مع سوال و جواب ملاحظہ کریں:

سوال[1]: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک میلاد خواں نے محفلِ مولود میں مندرجہ ذیل شعر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں پڑھا ؎

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ ترا اس کی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

الجواب: ـــــ یہ شعر پڑھنا حرام و کفر ہے۔ اگر یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا اور اگر یہ علم نہ ہو کہ اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے تو یہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے۔ اس کو تا مقدور اس حرکت سے روکنا شرعاً لازم ہے۔

(احمد حسن ۱۵ شوال ۱۳۶۹ھ سنبھلی)

---

[1] لطائف دیوبند

۲ـ اس شعر کا مفہوم کفر ہے، لکھنے والا اور عقیدہ سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے۔ ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ (ظہور الدین سنبھلی)

۳ـ کسی بیہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔ بیوقوف اور بیہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے۔ دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط کرنا چاہیے۔ (سعید احمد سنبھلی)

۴ـ اس شعر کا نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر ہے۔ (وارث علی عفی عنہ سنبھلی)

۵ـ تینوں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں۔
(محمد ابراہیم عفی عنہ مدرسۃ الشرع سنبھلی)

۶ـ شعر مذکور اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے۔ شعر میں حد درجہ کا غلو ہے جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ شاعر کا فر اس درجہ سے نہیں ہو سکتا کہ اس شعر کا پہلا مصرع شرط ہے جو معنی میں اگر کے ہے اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے۔ شرط کا وجود محال ہے اس لیے دوسرا مصرع جو بطور جزا کے ہے اس کا مرتب ہونا بھی محال ہے مگر شعر نعت رسول میں بہت گرا ہوا رکیک ہے۔ ایسے غلو سے شاعر کو بچنا فرض اور ضروری ہے۔ ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔ ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہیے۔ واللہ اعلم۔ کتبہ سید مہدی حسن صدر مفتی دار العلوم دیوبند ۱۲ ربیع جمعہ

۳۔ نانوتوی صاحب کا کفر

(۲) نانوتوی صاحب کے کتابچہ تصفیۃ العقائد صـ۲۵ پر ہے بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شانِ نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔

اس پر دار العلوم دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ کریں۔

فتویٰ ۲۷ الجواب۔ انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں ان کو مرتکب معاصی

سمجھنا (العیاذ باللہ) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ سید احمد علی سعید۔ نائب مفتی دار العلوم دیوبند۔ جواب صحیح ہے۔ ایسے عقیدہ والا کافر ہے جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرلے اس سے قطع تعلق کریں مسعود احمد عفی اللہ عنہ۔ مہر دار الافتاء دیوبند۔ الہند۔ تجلی دیوبند صنا ماہ اپریل ۱۹۵۶ء بسہ روزہ دعوت دہلی ۱۷/ جنوری ۱۹۵۶ء

۴۔ قاری طیب کا کفر

قاری طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے ایک کتاب لکھی تھی اسلام اور مغرب کی تہذیب۔ اس کتاب کے بعض اقتباسات لکھ کر کسی نے دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی مہدی حسن صاحب کے پاس استفتاء کیا تھا۔ یہ استفتاء اور اس کا جواب ہدیۂ ناظرین ہے۔

سوال ——— کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرعِ متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالمِ دین فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا کی تشریح میں اور اس سے درجِ ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے:

اقتباس ۱؎ یہ دعویٰ تخیل یا وجدانِ محض کی حد سے گزر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم عذراء کے سامنے جس شبیہِ مبارک اور بشر سوی نے نمایاں ہوکر پھونک ماری وہ شبیہِ محمدی تھی اس ثابت شدہ دعویٰ سے بیّن طور پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہِ مبارک کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔

اقتباس ۲؎ پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعویدار ایک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہو۔

اقتباس ۳؎ حضور تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہوکر کل انبیاء کے خاتم قرار پائے عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہوکر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کیے گئے جس میں ختمِ نبوت کے منصب میں ایک گونہ مشابہت پیدا ہوگئی۔ الولد سر لابیہ۔

اقتباس ۲۰:۔ بہر حال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مشابہت دی گئی تھی تو اطلاق خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت اور مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسوی کو بارگاہِ محمدی سے خلقاً و خُلقاً و رتباً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی چاہیے۔ براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت و عدم صحت ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا شرعی دعوٰی کرنے والا اہل سنت والجماعت کے نزدیک کیسا ہے۔

الجواب

جو اقتباسات سوال میں نقل کیے ہیں اس کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں تحریف کر رہا ہے بلکہ در پردہ آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرین نے تفاسیر میں تشریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے تھے۔ وہ شبیہ محمدی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ کلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ۔ فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا (الی قولہ تعالٰی) فقال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما ذکیا۔ قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ آیۃ للناس (الی آخر الآیہ) ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ کے قائل تھے اور اس پر اجماع امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوش خبری سنانے آیا تھا۔ شخص مذکور ملحد و بے دین ہے۔ عیسائیت و قادیانیت کی روح اس کے جسم میں سرایت کیے ہوئے ہے اور اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدہ عیسٰی ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے جس کی تردید علی رؤس الاشہاد قرآن عزیز نے کی ہے نیز لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی ابن مریم (الحدیث) بہ بانگ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔ الحاصل یہ اقتباسات قرآن و حدیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت کے خلاف ہیں مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہیے بلکہ ایسے عقیدہ

والے کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ جب تک توبہ نہ کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند۔ سہ روزہ دعوت دہلی۔ بابت ۲۲ر دسمبر ۱۹۶۲ء۔

ناظرین! اگر دنیا سے انصاف اٹھ نہیں گیا ہے تو انصاف ہی کا واسطہ دے کر علماء دیوبند کے معتقدین کو دعوت فکر دے رہا ہوں کہ آخر یہ سب کیا ہے۔ وہ ان فتاویٰ کو بغور پڑھیں۔ اس میں خود جماعت دیوبند کے ذمہ دار مفتیوں نے مولوی اسماعیل دہلوی کو اور نانوتوی صاحب کو کافر، فاسق، خارج از ایمان، بیہودہ، جاہل آدمی لکھا اور قاری طیب صاحب کو قرآن کا محرّف، آیات کا مکذب منکر کہا بلکہ ملحد، بے دین اور ایسا شخص بتایا جس کے جسم میں عیسائیت اور قادیانیت کی روح سرایت کیے ہوئے ہے۔ نانوتوی صاحب اور قاری طیب صاحب کے بارے میں تو یہ بھی لکھا کہ ان سے قطع تعلق اور بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

علمائے اہل سنت پر تو آپ کا یہ الزام ہے کہ حسد اور نام آوری کے لیے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ہے مگر اپنے مولویوں کے بارے میں سوچو کہ آخر انھوں نے ایسا فتویٰ کیوں دیا اور اگر ان فتاویٰ پر پوری تنقید سننا چاہتے ہو تو ماہنامہ تجلی بابت ماہ اپریل ۱۹۵۶ء اور ماہنامہ تجلی دیوبند خاص نمبر مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء کا مطالعہ کرو۔ خاص بات یہ ہے کہ یہ فتاویٰ اسی وقت تک کے لیے تھے جب تک قائلین کے نام نہیں معلوم تھے اور نام معلوم ہونے کے بعد سارے فتاویٰ بدل گئے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مفتیانِ دیوبند کے اعتقاد کا مدار قرآن و حدیث نہیں بلکہ ان کے اکابر ہیں۔

اس ماحول میں ہمیں یقین کامل ہے کہ اگر ابتداءً تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی وہ عبارتیں جو ہمارے اس رسالے کا موضوع ہیں، خود دیوبندی مفتیوں کے یہاں بھیجی گئی ہوتیں اور نام ظاہر نہ کیا گیا ہوتا تو وہی فتویٰ آتا جو حسام الحرمین میں مذکور ہے۔

ان واقعات سے تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ دیوبندی جماعت کے اکابر جانے یا انجانے طور پر ایسی باتیں لکھ گئے ہیں جو خود انھیں کے ذمہ دار افراد کے نزدیک کفر ہے یا پھر یوں کہیے کہ علماء دیوبند کفر اور ایمان میں تمیز نہیں رکھتے۔

رازِ درونِ خانہ

یہاں تک پہنچنے کے بعد ایک بہت اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا؟

جو لوگ اسلام کی تاریخ سے واقف ہیں انھیں اس کا جواب دینا کچھ مشکل نہیں۔ اسلام کی روزافزوں ترقی کو دیکھ کر اسے تباہ و برباد کرنے والوں کا ایک مسلسل طبقہ عہدِ صحابہ ہی سے چلا آرہا ہے بلکہ عہدِ رسالت ہی سے۔ جو اپنے کو سچا پکا مخلص اللہ والا مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں میں گھل مل کر طرح طرح کی دسیسہ کاری ریشہ دوانی کر کے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔

عبداللہ بن سبا کا حال کون نہیں جانتا کہ یہودی ہوتے ہوئے مسلمان بن کر وہ کیسے کیسے ہنگامے برپا کرتا رہا۔ خوارج نے عمر بھر اسداللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چین نہیں لینے دیا۔ روافض کی قرناً بعد قرنٍ نسلاً بعد نسلٍ ریشہ دوانیوں نے کتنی بار مسلمانوں کو موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا کر دیا ہے۔ تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی بربادی اور نادر شاہ درانی کے ہاتھوں دہلی کا قتلِ عام کون نہیں جانتا۔ میر جعفر، میر صادق کی غداری کے قصے سبھی کو معلوم ہیں۔ انگریز ہندوستانی حکمرانوں کی باہمی چپقلش اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان کا مالک ضرور بن بیٹھا، مگر یہ چالاک جانتا تھا کہ ہندوستانیوں میں اگر کبھی غلامی کی ذلت کا احساس پیدا ہوا تو ہمارا ہندوستان میں ٹکنا محال ہو جائے گا۔ اس لیے اسے ضرورت تھی کہ ہندوستانی خصوصاً مسلمان چین سے بیٹھنے نہ پائیں۔ کہ انھیں غلامی کی ذلت کا احساس ہو اس کے لیے انگریز نے دو طرفہ کوشش کی۔ ایک یہ کہ ہندو مسلمان آپس میں لڑیں۔ دوسرے یہ کہ مسلمان بھی متحد رہ نہ پائیں۔ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ اس کے لیے بہت ذہین ہوشیار آدمیوں کی ضرورت تھی۔ ہندوؤں کو مسلمانوں سے کیسے اور کس کے ذریعہ لڑایا۔ اس وقت اس سے بحث نہیں مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی مہم کی مختصر داستان یہ ہے۔ پہلے

گزر چکا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے مسلمانوں کو لڑانے کی نیت سے تقویۃ الایمان لکھی ان کو خود اعتراف ہے۔

گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔[1]

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی یہ توقع پوری ہوئی۔ اس سے مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا، قتال خونریزی ہوئی اور اب تک ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ گھر گھر اختلاف پیدا ہوا۔ بھائی بھائی کا دشمن ہو گیا اور ہو رہا ہے۔ رہ گئی یہ توقع کہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ ایں خیال ست و محال ست و جنوں۔ آئیے اسی جماعت کے ایک محقق کی رائے سنیے۔ مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی لکھتے ہیں:

افسوس ہے کہ اس کتاب تقویۃ الایمان جس کی وجہ سے مسلمانان ہند و پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فی صد حنفی المسلک ہیں دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔[2]

انگریزوں نے تقویۃ الایمان مفت تقسیم کی۔

اب مسلمان اپنے سینے پر پتھر کی سِل رکھ کر سنیں۔ تقویۃ الایمان کو انگریزوں نے مفت تقسیم کیا۔ ڈاکٹر قمر النساء ایم۔ اے نے عربی میں ایک بہت ہی تحقیقی کتاب "العلامہ فضل حق الخیر آبادی" لکھی ہے جس پر عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن نے انھیں ڈاکٹریٹ کا ڈپلوما دیا ہے۔ اس کتاب کو مکتبہ قادریہ لاہور نے بہت اہتمام اور آب و تاب سے چھاپا ہے۔ اس کے ص ۸۰، ۸۱ پر ہے:

شاع کتاب تقویۃ الایمان اولا من رائل ایسیاٹک سوسائٹی (ROYAL ASIATIC SOCIETY) وقد اعترف

تقویۃ الایمان پہلی بار (کلکتہ) رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے چھاپی اور پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبۂ تاریخ، دیال سنگھ کالج لاہور نے

---

[1] ارواح ثلثہ ص ۷۱۔ [2] انوار الباری ص ۱۰۷، جلد ۱۱

البروفیسر محمد شجاع الدینؒ (المتوفی ۱۹۶۵ء) رئیس قسم التاریخ بکلیۃ دیال سنگھ بلاھور فی مکتوبہ الی البروفیسر خالد البزمی بلاھور ان الانجلیزیین قد وزعوا کتاب تقویۃ الایمان بغیر ثمن. (سیف الجبار ص ۱۸، ۱۹ بحوالہ الجریدۃ تبصرۃ لاھور یولیو ۱۹۶۵ ص ۶)

اپنے ایک خط میں جو انھوں نے لاہور پروفیسر خالد بزمی کو لکھا تھا یہ اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے تقویۃ الایمان مفت تقسیم کی۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی انگریزوں کا خاص ادارہ ہے۔ اب ہر دیندار خدا ترس کو سوچنا یہ ہے کہ جو کتاب دیوبندی مذہب کے قطب الارشاد گنگوہی صاحب کے فتوی کے مطابق عین اسلام ہے۔ اسے پہلی بار چھاپنے کی سعادت بھی انگریزوں کے حصے میں آئی اور اسے بلا قیمت مفت تقسیم کرنے کی بھی۔ آخر تقویۃ الایمان اور انگریز میں کیا رشتہ تھا۔ وہ انگریز جو اس وقت جب کہ وہ پورے ہندوستانیوں کو تثلیث پرست بنانے کے لیے پوری قوت صرف کیے تھا "توحید خالص سے بھرپور" کتاب چھاپ کر مفت تقسیم کر رہا ہے، پھر ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں، کتاب لکھی گئی دہلی میں اور چھپ رہی ہے کلکتہ میں اور چھاپ رہا ہے انگریزوں کا ادارہ۔

تقویۃ الایمان لندن میں چھپی

دیوبندیوں کا عین اسلام اور توحید خالص تقویۃ الایمان انگریزوں کو اتنی بھائی کہ اس کا انگریزی ترجمہ لندن میں شائع کیا۔ سرسید احمد خاں لکھتے ہیں:

جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ (ج ۱۳ ۱۸۵۲ء)

میں چھپا۔ [1]

قدردانی کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ تثلیث کے داعی، رد شرک کی سب سے اعلیٰ کتاب کا انگریزی ترجمہ حکومتی سطح پر چھاپ رہے ہیں۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اور آگے بڑھیے۔ اسی تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کلکتہ کے ایک مجمع عام میں علانیہ یہ فتویٰ دیا:

"ایسی بے رو، ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد درست نہیں" (سوانح احمدی ص ۵۷) بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔

(حیات طیبہ ص ۲۹۱)

اب ہر شخص کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ تقویۃ الایمان کی اتنی پذیرائی انگریزوں نے کیوں کی۔ یہ ان کے انتہائی مخلص جاں نثار کی تصنیف ہے، جو انگریزوں کی حکومت کو بے رو ریا غیر متعصب سرکار علی رؤس الاشہاد کہہ رہا ہے۔ اور صاف صاف فتویٰ دے دیا —— کہ انگریزوں سے "جہاد" درست نہیں۔ بلکہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ انگریزوں کی حفاظت کریں ان پر سے دفاع کریں —— اس فتویٰ میں کوئی کا لفظ خاص توجہ کا مستحق ہے۔ یہ لفظ بتا رہا ہے کہ انگریزوں پر کوئی مسلمان بھی حملہ آور ہو تو اس سے بھی ہندوستان کے مسلمان کو لڑنا فرض ہے۔ اسی فرض کی ادائیگی تھی کہ گنگوہی اور نانوتوی صاحبان ۱۸۵۷ء کے مجاہدین آزادی سے لڑے جیسا کہ گزر چکا۔

انگریزوں کا پلان

مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے اپنی کتاب مولانا محمد اسماعیل اور تقویۃ الایمان

---

[1] مقالات سرسید (مجلس ترقی ادب لاہور جلد ۹ ص ۱۰۸)

میں لکھا ہے:

۱۸۷۰ء، وائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن مذکور کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشن کے پادری بھی دعوتِ خاص پر شریک ہوئے تھے جس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی۔ جو کہ دی اریول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا، کے نام سے شائع کیا گئی جس کے دو اہم اقتباس پیش کیے جاتے ہیں۔

رپورٹ سربراہ کمیشن سر ولیم ہنٹر مسلمانوں کا مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی کے زیرِ سایہ نہیں رہ سکتے۔ اور ان کے لیے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں جوش اور ولولہ ہے۔ اور جہاد کے لیے ہر لمحہ تیار ہیں۔ ان کی یہ کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔

رپورٹ پادری صاحبان یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری، مریدی کے رجحانات کی حامل ہے۔ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق درجوق شامل ہو جائیں گے لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعوی کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ کام ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیرِ سایہ پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمتِ عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطۂ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی لیکن اب جبکہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمراں ہو چکے ہیں۔ اور ہر طرف امن و امان

بھی بحال ہوگیا ہے تو ان حالات میں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔

دونوں رپورٹوں کو پڑھیے۔ رپورٹ تو ۱۸۰۱ء میں دی گئی ہے۔ مگر یہی رپورٹ انگریزوں کے اس فارمولا کا آئینہ ہے جس پر عمل کر کے وہ برصغیر کی تمام مسلمان حکومتوں کو تباہ و برباد کر کے سب کا مالک بن بیٹھا تھا۔ اسی فارمولا کے مطابق مسلمانوں کے عزم جہاد کا رُخ اپنے سے پھیر کر سکھوں کی طرف کرنے کے لیے اسمٰعیل دہلوی کو سکھوں کے خلاف جہاد کا وعظ کہنے پر آمادہ کیا تھا۔ اسی فارمولا کے مطابق اکابر دیوبند نے اپنے نبی بننے کی تمہید شروع کر دی تھی۔ اور امت کی نبض ٹٹولنے لگے تھے۔ نانوتوی صاحب کا خاتم النبیین کے نئے معنی کی ایجاد اور تھانوی صاحب کے مرید باصفا کا ان کا کلمہ پڑھنا؛ اسی کے پیش خیمہ تھے۔ مگر یہ لوگ نبض ہی ٹٹولتے رہ گئے، قادیانی دجال سبقت کر گیا۔

ایک جاسوس کی ڈائری

اٹھارھویں صدی عیسوی میں برطانیہ نے ایک بہت ہی چالاک ذہین جاسوس بلاد اسلامیہ میں بھیجا جس کا نام — ہمفرے — تھا۔ اس نے اسلامی ممالک میں گھوم کر مسلمانوں کے ہر طبقے میں، علماء و مشائخ کی خانقاہوں اور مدارس میں رہ کر ایک خفیہ یادداشت مرتب کی۔ اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی ترکیبیں بھی لکھیں۔ اس اہم ڈائری کا ترجمہ پاکستان میں چھپ چکا ہے۔ اس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

پہلے اس نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ مسلمانوں میں یہ دیوانگی آئی کہاں سے ہے کہ مسکرا مسکرا کر جان دیتے ہیں مگر پیٹھ نہیں دکھاتے۔ ان کی قوت کے خزانوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

(۱) پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اہل بیت اور علماء اور صلحاء کی زیارت گاہوں کی تعظیم اور ان مقامات اور اجتماع کو مرکز قرار دینا۔ [1]

---

[1] ہمفرے کے اعترافات مطبوعہ لاہور ص ۹۸

(۲) سادات کا احترام اور رسول اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا اس طرح تذکرہ کرنا گویا وہ ابھی زندہ ہیں اور درود و سلام کے مستحق ہیں۔[1]

ہمفرے نے مسلمانوں کی ناقابل تسخیر قوت کے ان دو سرچشموں کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کی قوت کو ختم کرنے اور انھیں تباہ و برباد کرنے کے بہت سے راستے بتائے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) ضروری ہے کہ دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اور ان کی آرائشات پر توجہ دینا بدعت اور خلاف شرع ہے۔ آہستہ آہستہ ان قبروں کو مسمار کر کے لوگوں کو ان کی زیارت سے روکا جائے۔

(۲) دوسرا کام ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ ہم حقیقی سادات اور علماء دین کے سروں سے ان کے عمامے اتروائیں تاکہ پیغمبر خدا سے وابستگی کا سلسلہ ختم ہو اور علماء کا احترام چھوڑ دیں۔[2]

(۳) پیغمبر اسلام (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان کے جانشینوں اور کلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرک و بدعت پرستی کے آداب و رسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ و مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور مقبروں کی تاراجی۔[3]

مسلمان ان یادداشتوں کو بغور پڑھیں اور پھر دیوبندی اکابر، ابن عبدالوہاب نجدی، اسمٰعیل دہلوی وغیرہ کے کارنامے، عقائد و افکار جو کتاب التوحید، تقویۃ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، براہین وغیرہ میں درج ہیں پڑھیں تو اس جماعت کے صحیح خد و خال سامنے آجائیں گے اور معلوم ہو جائے گا کہ دیوبند کا خفیہ مرکز کہاں ہے۔

٭ ٭ ٭

---

[1] ہمفرے کے اعترافات مطبوعہ لاہور ص ۹۸

[2] 〃 〃 〃 〃 ص

[3] 〃 〃 〃 〃 ص

دہلی عربک کالج

اسی فارمولے پر عمل کرنے کے لئے پہلے انگریزوں نے دہلی میں عربک کالج قائم کیا جس نے ایک دو نہیں متعدد اعلیٰ درجے کے بڑے نامی گرامی وفادار انگریزوں کو دیئے جنھوں نے اپنی مایہ ناز خدمات کی بدولت بڑے بڑے خطابات اور عہدے حاصل کئے۔ اسی عربک کالج کے متعلم اور تربیت یافتہ نانوتوی صاحب بھی ہیں۔ اور اسی شہرۂ آفاق کالج کے پڑھے ہوئے دیوبند مدرسہ کے بانی مولوی فضل الرحمٰن اور مولوی ذوالفقار بھی ہیں جو گورنمنٹ کے مدت العمر ملازم اور پنشن خوار رہے۔

اتنی بات ذہن میں رکھنے کے بعد آگے بڑھئے۔

۱۸۶۷ء میں دیوبند کا مدرسہ قائم ہوا۔ اس کو ابھی پورے نو سال بھی نہ ہوئے تھے کہ ۱۸۷۵ء میں انگریزی حکومت اس مدرسہ کو سند دیتی ہے۔

"یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار اور ہمدردیان سرکار ہے۔"[1]

ناظرین ملاحظہ کریں۔ انگریزوں کے حاکم اعلیٰ لفٹیننٹ گورنر بہادر کا نمائندہ مدرسہ دیوبند کے بارے میں یہ رپورٹ دیتا ہے۔ (۱) یہ سرکار کے خلاف نہیں (۲) اسی پر بس نہیں۔ کہتا ہے۔ بلکہ سرکار کے موافق ہے (۳) اتنا ہی نہیں بلکہ سرکار کا ممد و معاون، مددگار، ہمدرد ہے۔ کیا وفاداری اور سعادتمندی کی اس سے بھی بڑی اور کوئی سند ہو سکتی ہے۔ اللہ اللہ دین کی ترویج و اشاعت کے لئے جو کارخانہ قائم ہے وہ اسلام کے دشمنوں کا ممد و معاون، ہمدرد ہے۔ کیا امریکہ کا مشہور زمانہ محکمہ سی آئی اے بھی اس ترقی کے دور میں اس کا ہمدوش ہو سکا ہے۔؟

---

[1] روزنامہ نئی دنیا اعظیم مدنی نمبر ص ۴۳ کالم دو۔ رپورٹ جان پامر کلارک فرستادہ لفٹیننٹ ممالک مغربی و شمالی۔

انگریزوں کے وظائف

شاید یہ راز ہمیشہ راز ہی رہ جاتا۔ مگر اللہ عزوجل کو منظور تھا کہ یہ فاش ہو جائے اس لئے اس کے اسباب پیدا فرما دیئے۔

مولوی شبیر احمد اور مولوی حسین احمد میں دیرینہ عداوت تھی جس کے نتیجہ میں شبیر احمد صاحب کو دیوبند چھوڑ کر ڈابھیل میں ٹھکانا بنانا پڑا۔ مولوی حسین احمد سو فیصدی کانگریسی جمیعۃ العلماء کے مالک تھے۔ شبیر احمد صاحب نے اس کے بالمقابل جمیعت علماء اسلام بنائی۔ اول الذکر کانگریس کی آلۂ کار تھی اور ثانی الذکر مسلم لیگ کی۔ جمیعۃ العلماء ہند کے اس وقت کے ناظم مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی کوشش سے شبیر احمد صاحب کے مکان پر کانگریسی جمیعۃ العلماء کے ممتاز افراد حتیٰ کہ اس کے صدر حسین احمد صاحب بھی گئے اور اس وقت کے حالات پر باہمی گفتگو ہوئی۔ جو مکالمۃ الصدرین کے نام سے چھپ گئی ہے۔ اس میں حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے انکشاف فرمایا:

کلکتہ میں جمیعت علماء اسلام حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایماء سے قائم ہوئی ہے۔ صٹ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کرا سکتے ہیں۔

سیوہاروی صاحب نے مزید کہا

کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت برطانیہ کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا۔ پھر بند ہو گیا۔ صث

اس کے جواب میں شبیر احمد صاحب نے اس سنسنی خیز راز سے پردہ ہٹایا جس نے علماء دیوبند کے باطنی کیریکٹر کو دنیا میں بے نقاب کر دیا۔ کہتے ہیں:

دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اور آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ۔ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ۔ مگر مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا علم نہیں تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہہ بھی نہ گزرتا تھا۔ اب اسی طرح اگر حکومت مجھے یا کسی شخص کو استعمال کرے مگر اس کو یہ علم نہ ہو کہ اسے استعمال کیا جا رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ شرعاً اس میں ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ ص ۹، ۱۰

یہاں قابل غور دو باتیں ہیں۔ حفظ الرحمٰن صاحب نے شبیر احمد صاحب کی جمعیت علماء اسلام کے بارے میں کہا۔ کہ یہ حکومت یعنی انگریزوں کے ایماء اور اس کی امداد سے قائم ہوئی ہے، نیز تبلیغی جماعت کے بانی کے بارے میں بتایا کہ انھیں بھی انگریزوں سے ابتداء میں کچھ روپیے ملتے تھے۔ اور گنگوہی صاحب کے ہم نام ایک حاجی صاحب کے مقدس ہاتھوں سے۔ اس کی شبیر احمد صاحب نے کوئی تردید نہیں کی بلکہ صفائی میں یہ کہا کہ یہ کوئی نئی، اور قابل اعتراض بات نہیں، ہمارے بزرگوں کی سنت ہے۔ دیکھئے ہمارے اور آپ کے مشترک بزرگ تھانوی صاحب کو بھی انگریز روپئے دیتے تھے۔ اس کی حفظ الرحمٰن صاحب کوئی تردید نہیں کر سکے۔ تو ثابت کہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ تبلیغی جماعت اور تھانوی صاحب کو انگریز بہادر کس خوشی اور کس صلے میں روپئے دیتے تھے۔ اس موقع پر ناظرین یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ تھانوی صاحب کے بھائی "اکبر علی" صاحب گورنمنٹ برطانیہ کے سی، آئی، ڈی محکمے کے اعلیٰ افسر تھے۔

نانوتوی اور گنگوہی کے زمانۂ طالب علمی کا پلان

دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی جیسے معتبر راوی قصص الاکابر میں لکھتے ہیں:

یہ (نانوتوی اور گنگوہی) حضرات جب دلی میں پڑھتے تھے تو آپس میں ایک دوسرے سے (مزاحًا) کہتے۔ کہ میاں کیا بات ہے؟ کہ ہم ان بڈھوں (استادوں) سے کسی بات میں کم نہیں۔ بلکہ ہمارا علم تازہ ہے اور ان بڈھوں کا علم پرانا ہوگیا۔ پھر ہم ذہین بھی ان سے زیادہ ہیں مگر پھر بھی ان کی قدر ہے۔ ہماری نہیں۔ ان کے سامنے ہم کو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ دوسرے صاحب کہتے۔ کہ میاں ذرا ان بڈھوں کو کھسکنے (مرنے) دو۔ بس پھر تو ہم ہوں گے اور تم ہوگے۔

(الہادی جمادی الثانی ۵۱ھ ۔ از سوانح قاسمی جلد اول ص ۲۲۴)

یہ بات یاد رکھئے کہ سوانح قاسمی جناب قاری طیب صاحب کی تصحیح و تصویب کے بعد انھیں کے اہتمام سے چھپی ہے۔ اس روایت سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) نانوتوی اور گنگوہی صاحبان میں حسد کا مادہ وافر مقدار میں تھا۔ کہ اپنے اساتذہ سے بھی حسد رکھتے تھے۔

(۲) مزاج میں حد درجہ تعلی تھی اور خودستائی بھی۔ کہ اپنے آپ کو طالب علمی کے زمانے میں اپنے اساتذہ سے بڑا عالم اور ذہین جانتے تھے۔

(۳) بزرگوں، اساتذہ کی شان میں بے ادب و گستاخ تھے۔ کہ انھیں بڈھوں سے تعبیر کیا۔

(۴) اپنے اساتذہ کی موت کا انتظار کر رہے تھے۔

(۵) طالب علمی ہی کے زمانے میں ایسے پلان بنالیا تھا۔ کہ اپنے زمانے میں بس ہم اور تم ہوں گے۔

(۶) جب یہ بڈھے کھسک گئے تو اپنے اس پلان پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ اسکی داستان

ان کے سوانح نگاروں کی زبانی سُنئے۔ مناظر احسن گیلانی نے لکھا۔

(۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ نظریہ عدم تعقید کے امام الائمہ اس وقت جوان تھے۔ جبکہ دیوبندی تحریک کے بانی (نانوتوی صاحب) ابھی بارہ ساڑھے بارہ برس کی عمر سے متجاوز نہ ہوئے تھے۔ (سوانح قاسمی اول ص ۲۱۹)

قاری طیب صاحب نے لکھا:۔

حقیقی سوانح عمری یہ ہے کہ انھوں (نانوتوی صاحب) نے اپنے علم لدنی اور وہبی علوم سے جس حکمت کی بنیاد ڈالی وہ کیا ہے کن اصولوں پر مبنی ہے۔ دارالعلوم کی اس معنوی اور علمی تاسیس میں جو کام ہوا وہ یقیناً بلا شرکت غیرے تھا۔ جس کا نام دیوبندیت ہے۔

(خاتمہ سوانح قاسمی چوتھی جلد کی تمہید۔ ص ۱۷۶، ۱۷۷)

ان دونوں عبارتوں کا صریح مطلب یہ ہوا کہ نانوتوی صاحب ایک نئی تحریک کے بانی ہیں اور انھوں نے ایک نئی حکمت کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ تحریک دیوبندی تحریک ہے اور یہ حکمت دیوبندیت ہے۔ بانی ہونا بنیاد ڈالنا اسی وقت صحیح ہوگا جبکہ وہ پہلے سے نہ ہو۔

(۲) اسی وجہ سے دیوبندیت کے ان بانیوں کے بہت بڑے نقیب مولوی زکریا نے ہدایت کی ہے۔ ہمارے اکابر حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی نے۔ جو دین قائم کیا تھا۔ اس کو مضبوطی سے تھام لو۔ اب قاسم ورشید پیدا ہونے سے رہے۔ بس ان کی اتباع میں لگ جاؤ۔

(صحبتے با اولیاء ص ۱۲۶)

دین قائم کرنے کا جملہ بتا رہا ہے۔ کہ جو دین ان لوگوں نے قائم کیا وہ پہلے سے قائم نہ تھا جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ نانوتوی اور گنگوہی صاحبان نے ایک نیا دین قائم کیا اسی لئے گنگوہی صاحب نے فرمایا:

(۳) سُن لو! حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ اور بقسم

کہتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں۔ مگر اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے
میرے اتباع پر۔ (تذکرۃ الرشید دوم ص ۱۷)

خیر میں ہم تمام مسلمانوں کے سامنے مذکورہ بالا حوالجات کی روشنی میں یہ چند سوالات کرکے اپنے اصل مقصد کو پیش کرتے ہیں۔

(۱) آخر اسمٰعیل دہلوی صاحب انگریزوں پر کیوں اتنے زیادہ مہربان تھے۔ کہ یہ فتویٰ دیا کہ اگر کوئی انگریزوں سے لڑے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے لڑیں۔

(۲) تثلیث پھیلانے کے لئے پورا زور صرف کرنے والے انگریزوں کو تقویۃ الایمان میں کیا بات اپنے مطلب کی ملی کہ انھوں نے سب سے پہلے اسے چھپوایا۔ اور اسکا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا؟

(۳) اگر مدرسہ دیوبند انگریزوں کی اعانت اور ایماء سے نہیں قائم ہوا تو لفٹیننٹ بہادر کے نمائندے نے کیوں اسے یہ سراپا افتخار سند دی کہ یہ مدرسہ موافق سرکار بلکہ ممد و معاون سرکار و ہمدردیان سرکار ہے۔

(۴) اگر دیوبندی اکابر انگریزوں کے آلۂ کار نہیں تھے تو ان کو گرانقدر وظائف کیوں دیئے جاتے تھے۔ اگر تبلیغی جماعت انگریزوں کا کچھ کام نہیں کرتی تھی تو اسے انگریزوں نے کیوں روپے دیئے۔

(۵) اگر دیوبندیت (دیوبندی مناسب) اسلام سے ہٹ کر کوئی اور مذہب نہیں تو اس کی بنیاد ڈالنے والے اس کے بانی اس کے قائم کرنے والے نانوتوی اور گنگوہی صاحبان کیسے ہوئے۔ اور پھر حق گنگوہی صاحب کی زبان میں اور ہدایت و نجات ان کی اتباع میں کیوں منحصر ہے؟

ان سوالوں کے جواب صرف یہ ہیں ـــ پادریوں کی رپورٹ کے مطابق انگریزوں کو وہ افراد مل گئے جو مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی خدمت بحسن و خوبی انجام دینے لگے اور اسی مقصد کے لئے دارالعلوم دیوبند قائم ہوا۔ اور وہاں سے مسلمانوں کو لڑانے والے سورما پورے ملک میں پھیلتے گئے۔ اور اسی مقصد کے لئے خصوصیت سے تمغہ ... س

براہین قاطعہ اور حفظ الایمان لکھی گئیں۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی شاید ہی کوئی ایسی خوش قسمت بستی ہو جہاں اختلاف و نفاق اور جھگڑا لڑائی نہ ہو۔ دیوبند آپس میں لڑنے والوں کا وہ اڈہ ہے کہ جہاں انھیں مقابلے پر اہلسنت نہیں ملتے تو اپنے ہی میں خونخوار درندوں کی طرح لڑتے ہیں جس کی نظیر دارالعلوم کے جشن صد سالہ کے بعد کے لرزہ بر اندام کرنے والے معرکے مسلمانان ہند کے یادداشت میں محفوظ ہیں۔

اب آیئے نانوتوی اور گنگوہی صاحبان نے۔ اپنے طالب علمی کے زمانے میں اپنے طے کردہ منصوبہ پر۔ کہ ان بڈھوں کو ذرا کھسکنے تو دو پھر ہمیں اور تم ہوں گے۔ عمل کرنے کے لئے جو نیا دین بنام دیوبندیت قائم کیا۔ اس کے دستور اساسی تحذیرالناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کا منصفانہ جائزہ لیں۔

تحذیرالناس میں نانوتوی صاحب نے۔ خاتم النبیین کے متواتر قطعی یقینی اجماعی معنی یعنی آخرالانبیاء ہونے کا انکار کرکے صاف صاف لکھدیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد میں اور کوئی نبی پیدا ہو تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

گنگوہی صاحب نے براہین قاطعہ میں لکھا۔ شیطان کے علم کی وسعت (زیادتی) نص و قرآن و حدیث سے ثابت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعت (زیادتی) علم کی کونسی نص قطعی نہیں۔ حضور کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے۔ گنگوہی صاحب نے اپنے ایک فتویٰ میں لکھدیا۔ وقوع کذب کے معنی درست ہوگئے۔ یعنی خدا جھوٹ بول چکا۔ جس کا ایسا عقیدہ ہو وہ کافر فاسق تو دور ہے اہل سنت و جماعت سے خارج بھی نہیں بلکہ اسے کوئی سخت کلمہ بھی نہیں کہنا چاہیئے۔ تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں لکھا۔ کہ حضور ایسا علم تو ہر زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ تکاد السموٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑیں زمین پھٹ پڑے، پہاڑ ڈھہ جائیں۔ اس اجمال کے بعد تفصیل کا مطالعہ کریں۔

نانوتوی صاحب کی کفری عبارت

مولوی قاسم نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں:

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم[1] کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اسمیں ایک تو خدا کی جانب زیادہ گوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جنکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر

[1] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے ساتھ۔ صلعم۔ ص۔ ع وغیرہ مہمل الفاظ لکھنا منع ہیں ہمیں یہ حکم ہے کہ اس موقع پر درود شریف لکھیں نہ کہ مہمل الفاظ جنکے کوئی معنی نہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ صحابۂ کرام کے ناموں کے اوپر رض یا ع وغیرہ لکھتے ہیں یہ بھی ممنوع ہے۔ علامہ سید احمد طحطاوی[1] حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں یکرہ الرمز بالصلوٰۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب کلہ بکمالہ درود اور ترضی لکھنے میں رمز مکروہ ہے بلکہ یہ پورا کا پورا لکھا جائیگا۔ امام نووی[2] نے شرح مسلم میں فرمایا ومن اغفل ھذا حرم خیرا عظیما و فوت فضلا جسیما جو اس سے غافل ہوا اجر عظیم سے محروم رہا اور بڑے فضل سے۔ [1] از فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۸۱ [2] از فتاوی افریقہ ص ۲۶

کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا۔ اس لئے سدِّ باب اتباعِ مدعیان نبوت کیا ہے۔ جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابلِ لحاظ ہے۔

پر جملہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سدباب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں موقعے تھے۔ بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدِّ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے ص ۳ و ۴

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار

ہم نے تحذیر الناس کی اس موقعے کی عبارت پوری بتمامہ لفظ بلفظ نقل کر دی ہے۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں۔ چونکہ عبارت بہت گنجلک اور پیچیدہ ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے سمجھ میں نہ آئے تو بار بار پڑھیں اور عربی الفاظ کے ترجمے کسی لغت کی کتاب میں دیکھ لیں۔ ہم نے کوئی تشریح اس لئے نہیں کی کہ ہو سکتا ہے نانوتوی صاحب کے کسی نیاز مند کو یہ کہنے کی گنجائش مل جائے چونکہ تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب غلط بتایا ہے اس لئے اس کے معنی کفری ہو گئے ہیں۔

نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں بڑے شد و مد، زور و شور سے یہ ثابت کیا ہے

کہ۔ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں۔ اور نہ یہ معنی کسی طرح بن سکتے ہیں۔
خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہونے کو انھوں نے سترہ طریقوں سے باطل کیا ہے۔
اول۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا، ناسمجھ عوام کا خیال ہے۔ واضح ہو کہ یہاں
اس عبارت میں۔ عوام۔ کے مقابلے میں اہل فہم بولے ہیں۔ جس سے متعین ہے
کہ عوام سے مراد ناسمجھ لوگ ہیں۔
دوم۔ اسے خیال بتایا۔ عقیدہ نہیں۔ خیال کے معنی وہم، گمان، رائے کے ہیں۔ اب اسکا
مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عقیدہ نہیں جو قطعی، یقینی، غیر متزلزل ہوتا
ہے۔ بلکہ عوام کالانعام کی رائے ہے۔ جو انھوں نے از خود قائم کر لی ہے۔ قرآن و احادیث و
اقوال سلف سے ثابت نہیں۔
سوم :۔ آخری نبی ہونے کو مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقعے پر ذکر کرنا صحیح نہیں۔ اور
یہ آیت کریمہ مقام مدح میں ہے۔ اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں
نہیں۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ آخر الانبیا ہونے میں کوئی مدح نہیں، کچھ
فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔
چہارم :۔ اس آیت کو مقام مدح نہ مانیں۔ اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح میں یہ
نہ مانیں۔ تو خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ یہ آیت مقام
مدح ہے اور خاتم النبیین وصف مدح ہے۔ اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخر
نبی ہونا درست نہیں۔
پنجم :۔ اگر خاتم النبیین کے معنی آخری نبی مراد لیں گے تو خدا کے بیہودہ گو، لغو گو ہونے کا وہم
ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا بیہودہ، لغو وصف ہے جسمیں کچھ بھی فضیلت نہیں
نہ بالذات نہ بالعرض۔
ششم :۔ آخری نبی ہونا۔ قد و قامت وغیرہ ایسے اوصاف میں ہے جنھیں فضائل میں کچھ
دخل نہیں۔ اس کا صاف صاف بالکل واضح غیر مبہم یہ معنی ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں
کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہفتم :۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا ناقص وصف ہے جسمیں کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہشتم :۔ آخری نبی ہونا ایسے ویسے یعنی معمولی درجے کے لوگوں کے اوصاف کی طرح ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔

نہم :۔ اگر خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین لیں گے۔ تو اس آیت کے پہلے والے جملے اور اس میں تناسب نہ رہیگا۔

دہم :۔ ایک کا دوسرے پر عطف درست نہ ہوگا۔

یازدہم :۔ ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو مستدرک بنانا صحیح نہ ہوگا۔

دوازدہم :۔ اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ربطی بے ارتباطی لازم آئے گی۔

سیزدہم :۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے اتباع کو روکنے کے لئے۔ اس آیت میں خاتم النبیین نہیں فرمایا گیا، اگر یہ روکنا مقصود ہوتا تو ضرور خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہوتے مگر یہ روکنا اس سے مقصود نہیں۔ اس لئے اس آیت میں خاتم النبیین کے آخر النبیین معنی نہیں۔

چہاردہم :۔ اس کا یہ موقع نہیں اس کے بیسیوں اور موقعے تھے۔

پانزدہم :۔ آخری نبی ہونے پر بنار خاتمیت نہیں۔ کسی اور بات پر ہے۔

خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں اس پر نانوتوی صاحب نے ابتداء ہی میں اکٹھے مسلسل پندرہ دلائل قائم کر دئے ہیں مگر ان جیسے نکتہ رس، دقیقہ آفریں، محقق، مدقق کا شہب قلم اسی پر قناعت نہیں کرتا بلکہ بڑھ کر اور جولانی دکھاتا ہے صفحہ پر ہے:

"سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپکا فیض ہے پر

آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔"

اب بات بالکل صاف ہوگئی، اور اس کا بھی فیصلہ ہوگیا کہ جب خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں، تو آخر اس کے کیا معنی ہیں۔ اور جب یہ بناء خاتمیت نہیں تو اور کیا ہے۔ نانوتوی صاحب نے اپنی اعلیٰ فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے وہ بھی بتادیا۔ کہ خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات کے ہیں اور بنار خاتمیت بالذات نبی ہونے پر ہے۔

ثانشر وہم:۔ مگر اس وقت نانوتوی صاحب کا بحر فیض پوری طغیانی پر ہے۔ تحقیقات و تدقیقات کے موتی پر موتی لٹاتے ہوئے ص۱۴ پر رقمطراز ہیں:

غرض اختتام اگر باین معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیار گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

ہفدہم:۔ اور جب دریائے سخاوت کی موجیں اور تند و تیز ہوئیں تو ص۲۵ پر یہ درنایاب عطا فرمایا:

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔"

یہ کل سترہ وجوہ ہوئے جن سے نانوتوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں بلکہ نبی بالذات کے ہیں نیز یہ بھی واضح کردیا کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم بھی نہیں۔ اولاً نانوتوی صاحب جیسا بیدار مغز، ماہر مناظر اگر نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم مانتا تو ص۱۴ پر یہ نہیں لکھتا

بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

ثانیاً۔ نیز ص۲۵ پر یہ نہ لکھتا،

• بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو، پھر بھی خاتمیت محمدی
میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے
اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے؟

ظاہر ہے کہ ۔ اگر واقعی خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم ہوتی تو حضور کے زمانے میں کسی
نبی کے ہونے سے آپ کا خاتم ہونا ختم ہو جاتا ۔ اور آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت
محمدی رخصت ہو جاتی

اس لئے کہ ہر ادنیٰ سی عقل رکھنے والے پر یہ بات واضح ہے ۔ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس بات کے منافی ہے کہ حضور کے عہد مبارک یا بعد میں کوئی
نیا نبی کہیں بھی پیدا ہو ۔ اور نانوتوی صاحب جب یہ تصریح کر رہے ہیں کہ آپکے زمانے
میں یا آپ کے بعد کسی جدید نبی ہونے کے باوجود آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا ۔
آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا، تو ثابت کہ وہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی
ہونا لازم نہیں مانتے ۔ اس لئے کہ جو چیز لازم کے منافی ہے وہ ملزوم کے بھی ضرور منافی
ہے ۔ تو جو خاتمیت زمانی کے منافی وہ خاتمیت ذاتی کے بھی ضرور منافی ہے ۔ اور ظاہر
ہے کہ حضور اقدس کے زمانے میں یا بعد میں کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی ضرور
ختم ہو جائے گی ۔ اور جب یہ ختم تو اس کا ملزوم خاتمیت ذاتی بھی ختم ۔ تو جب صورت
مذکورہ میں خاتمیت ذاتی اور زمانی دونوں ختم تو یہ کہنا باطل ہو جاتا ہے کہ ۔ آپ کا
خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا ۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا ۔

ثالثاً ۔ نانوتوی صاحب ابتداہی میں چودہ وجوہ سے یہ ثابت کر آئے کہ خاتم النبیین
کے معنیٰ آخر الانبیاء ہونا باطل ہے اور بطلان لازم بطلان ملزوم کو مستلزم ہے ۔ تو اگر
ان کے عقیدے کے خلاف کوئی صاحب خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم مانیں تو لازم آئیگا
کہ خاتمیت ذاتی بھی باطل ۔ اب نہ ذاتی رہی نہ زمانی ۔

رابعاً ۔ نانوتوی صاحب کے نیاز مندان پر ناحق کی تہمت رکھتے ہیں، اس کا ہمارے
پاس علاج خود نانوتوی صاحب ہوتے ۔ تو کیا علاج ۔ نانوتوی صاحب نے خود لکھا ۔

"ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور رتبی سے عام لیجئے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی خاتمیت رتبی ہے نہ زمانی۔" تحذیر الناس ص۹

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی یعنی آخر الانبیاء ہونا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں۔ اور جب آخر الانبیاء ہونا شایان شان نہیں تو اسے لازم ماننے سے کیا فائدہ۔ بلکہ الٹے لازم آئیگا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان جو وصف نہیں اسے حضور کے لئے ثابت مانا۔ کیا اسمیں خود بقول نانوتوی صاحب نقصان قدر کا احتمال اور اللہ عزوجل کی طرف بیہودہ بکواس کا توہم نہیں۔ نیز اخیر کے اس جملے نے خاتمیت زمانی کا بالکل صفایا کر دیا۔ کہ جب یہ شایان شان نہیں تو خاتمیت کو مطلق مانیں، خواہ اس میں عموم مجاز کا قول کریں۔ یہ جب شایان شان نہیں۔ تو کسی طور سے مانیں۔ لغو اور بے فائدہ ہوگا۔ نیز اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ص۳ پر بالذات کی قید صرف داشتہ بکار آید کے طور پر ہے ورنہ یہ قید لغو ہے "شایان شان محمدی نہیں" کا مطلب یہی ہے کہ اس میں کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔

ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ جو تحذیر الناس کی ان عبارات سے ظاہر ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں۔ صرف نبی بالذات کے ہیں جسے آخر الانبیاء ہونا لازم بھی نہیں۔ اسی وجہ سے انھوں نے ص۱۴، ص۲۸ پر صاف صاف بلا کسی ابہام کے لکھدیا کہ۔

"اگر حضور کے زمانے میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ بلکہ اگر بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔"

خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے

اب جبکہ آپ نانوتوی صاحب کا عقیدہ معلوم کر چکے تو آیئے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور پوری امت کا قطعی، یقینی، اجماعی عقیدہ ملاحظہ فرمایئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تمام صحابۂ کرام نے بلکہ پوری امت سے "خاتم النبیین" کا معنی صرف آخر الانبیاء بتایا۔ وہ بھی اس قید کیسا تھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی۔ اگر کوئی کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرے تو کافر ہے۔ جس پر احادیث کریمہ اور ارشادات سلف وخلف نص جلی ہیں جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ "جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ" کا مطالعہ کرے جس میں ۱۲۱ احادیث اور ۳۰ ارشادات علماء سے یہ ثابت فرمایا ہے۔

کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ایسا قطعی، یقینی معلوم و مشہور ہے کہ علماء تو علماء عوام بھی یہی جانتے ہیں۔ عوام سے بھی پوچھو کہ خاتم النبیین کے معنی کیا ہیں تو وہ بھی بلا توقف بتادیں گے کہ "آخری نبی" اسی وجہ سے یہ ضروریات دین سے ہے۔

(۱) امام قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں:

لانہ اخبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ و اخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس۔ اجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں، اور یہ خبر دی کہ اللہ عزوجل نے انھیں خاتم النبیین بنایا اور پوری مخلوق کا رسول بنایا۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام (خاتم النبیین) اپنے ظاہر معنی پر محمول ہے اور اس کا جو مفہوم ہے یعنی آخری نبی ہونا۔ یہی مراد ہے جس میں نہ کوئی تاویل ہے

ذمہ ہؤلاء الطوائف کلہا قطعا

تخصیص ہے۔ تو مذکورہ بالا لوگوں کے کافر ہونے میں ہرگز ہرگز کوئی شک نہیں

شفا کی اس عبارت کو محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند نے بھی اپنی کتاب ختم النبوۃ فی الآثار میں قادیانیوں کے خلاف بطور سند ذکر کیا ہے۔

(۲) حجۃ الاسلام امام غزالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

ان الامۃ فہمت من ہذا اللفظ انہ افہم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الہذیان لا یمنع بتکفیرہ لانہ مکذب بہذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولا مخصوص۔

اس میں شک نہیں کہ امت نے خاتم النبیین سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول نیز یہ کہ اس میں نہ تو کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص اگر کوئی اس میں تاویل و تخصیص کرے تو وہ ہذیان کی قسم سے ہے اور اسے کافر کہنے سے کوئی مانع نہیں کیونکہ وہ قرآن کی اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے بارے میں امت نے اجماع کیا ہے کہ نہ اس میں تاویل ہے نہ تخصیص۔

(۳) علامہ عبد الغنی نابلسی شرح الفوائد میں لکھتے ہیں:

فساد مذہبہم غنی عن البیان بمشاہدۃ العیان کیف وہو یؤدی الی تجویز نبی مع نبینا صلی اللہ علیہ وسلم او بعدہ وذالک یستلزم تکذیب القرآن اذ قد نص علی انہ خاتم النبیین وآخر المرسلین وفی السنۃ انا العاقب لا نبی بعدی واجمعت الامۃ علی ابقاء ہذا الکلام علی

یعنی فلاسفہ کا یہ قول کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے ایسا کھلا ہوا فاسد ہے جو محتاج بیان نہیں کیسے فاسد نہیں ہوگا جبکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا حضور کے بعد کسی نبی کا ہونا جائز ہے۔ اور اسے قرآن کی تکذیب لازم ہے اس لئے کہ قرآن نے اس پر تصریح فرمادی ہے کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے کہ میں سب میں پچھلا نبی

ظاہرہ وھذہ احدی المسائل المشہورۃ کفرنا بھا الفلاسفۃ لعنہم اللہ تعالیٰ

ہوں. میرے بعد کوئی نبی نہیں اور امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر معنیٰ پر باقی ہے اور یہ ان مسائل میں سے ایک ہے جس کی بنا پر ہم نے فلاسفہ کو کافر کہا ہے۔ اللہ ان پر لعنت فرمائے۔

(۱) ناظرین! غور کریں۔ ان تینوں عبارتوں سے ظاہر ہو گیا کہ پوری امت کا اس پر قطعی یقینی اجماع ہے کہ۔ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنی صرف یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی، آخری رسول ہیں۔ حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی نبی ہونے کو جائز جاننے والا کافر ہے۔ خواہ وہ نبی بالعرض مانے یا ظلی بروزی بہر حال کافر ہے۔

(۲) حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کوئی نبی جائز ماننا خاتمیت محمدی کے منافی ہے۔ اس کے معارض ہے۔ قرآن کی تکذیب ہے۔

(۳) لہذا یہ کہنا کہ اگر حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو تو آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا قرآن کی تکذیب ہونے کی وجہ سے کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر۔

(۴) ان عبارتوں نے بتایا کہ امت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اسمیں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی بلکہ کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرنے والا کافر ہے۔ اسلئے یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنیٰ۔ نبی بالذات کے ہیں ضرور کفر اور ایسا کہنے والا ضرور کافر۔

اس عبارت پر شرعی مواخذے

نانوتوی صاحب نے دیدہ و دانستہ بالقصد والارادہ تحذیر الناس کی ان عبارتوں میں مندرجہ ذیل قطعی یقینی ایسے کفریات کا ارتکاب کیا جسمیں کسی قسم کے شک کی ذرہ

برابر گنجائش نہیں۔ نہ تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ تاویل بعید کی

(۱) قرآن مجید کے ارشاد "خاتم النبیین" کے معنی سب میں پچھلا نبی، آخری نبی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے، صحابۂ کرام نے بتائے، پوری امت نے بتائے اور اس پر پوری امت نے قطعی، یقینی اجماع کر لیا کہ۔ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں وہ بھی اس تشریح کے ساتھ کہ اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی ذرہ برابر گنجائش نہیں۔ اس کو نانوتوی صاحب نے۔ عوام بمعنی ناسمجھ کا خیال بتایا۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نافہم عوام میں داخل کیا۔ نیز صحابۂ کرام اور پوری امت کو بھی۔

(۳) اس اعلیٰ درجے کے وصف مدح کو مقام مدح میں ذکر کے قابل ہونے سے انکار کیا اور اسے وصفِ مدح ماننے سے بھی انکار کیا۔

(۴) اسے زیادہ گو نہ ہی بیہودہ گوئی، لغو گوئی کہا۔

(۵) اسے فضیلت سے بالکلیہ خالی کہا۔

(۶) اسے ایسے ویسے گئے گزرے لوگوں کے احوال میں داخل کیا۔

(۷) اسے اللہ عزوجل کے کلام معجز نظام کے منافی کہا۔

(۸) اسے قرآن کے تناسب وارتباط میں مخل مان کر کہا۔ اس سے قرآن میں بے ربطی، بے ارتباطی لازم آئے گی۔ نہ عطف درست ہوگا نہ استدراک۔

(۹) اسے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے دعوئ نبوت کے سدباب کیلئے نہیں مانا۔ اس آیت مبارکہ کو اس کا موقع نہیں مانا۔

(۱۰) اسے بنا ر خاتمیت ماننے سے انکار کیا۔ بنا و خاتمیت دوسری بات کو رکھا۔

(۱۱) خاتم النبیین کے معنی اپنے جی سے یہ گڑھا کہ۔ آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف بوصف نبوت بالعرض

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جدید نبی پیدا ہونے کو خاتمیت

محمدی کے منافی نہ جانا۔

(۱۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے معارض نہیں مانا۔

ناظرین سے سوال ہے۔ کیا اتنے کفریات کے ارتکاب کے باوجود بھی تحذیر الناس کے مصنف نانوتوی صاحب مسلمان ہی رہے۔ اس کا فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑتا ہوں۔

شبہات اور انکے جوابات

نانوتوی صاحب کے نیازمندوں نے تحذیر الناس کی ان عبارات کی توجیہہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے وقتاً وقتاً کے بعد شستا شستا کر، دم بدم کر ان کے کفر کو اٹھانے کی کوشش کی ہے مگر قریب قریب ایک صدی کی انتھک کوششوں کے باوجود کوئی صاحب ابھی تک کوئی ایسی توجیہہ نہ کر سکے جو ان عبارتوں کے کفریات کو اٹھا سکے۔ توجیہہ کے نام سے جو کچھ کہا گیا وہ ان عبارتوں کی توجیہہ نہیں۔ تحویل و تبدیل ہے تحریف ہے۔ اب ہم ان توجیہات کو پیش کر کے فیصلہ خود ناظرین کے حوالے کرتے ہیں۔

اول ص۳،۴ پر نانوتوی صاحب نے جو کچھ لکھا وہ اس بنیاد پر ہے۔ کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیاء لئے جائیں اور اگر آخر الانبیاء کے ساتھ ساتھ نبی بالذات بھی لئے جائیں تو وہ ایرادات نہیں۔ نانوتوی صاحب کے ارادت مندوں سے کچھ کہنا بیکار ہے وہ تو سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے ان کے کلام کو تبدیل کر رہے ہیں البتہ ناظرین توجہ کے ساتھ سنیں۔

اولاً قابل غور یہ بات ہے کہ نانوتوی صاحب نے ص۴ پر آخری نبی ہونے کو اوصاف مدح سے نہیں جانا، صاف صاف لکھا

"ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔"

نانوتوی صاحب کی اس تحقیق کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی اور نہ

مدح میں سے قطعًا نہیں۔ آگے اور واضح کر دیا ہے۔

"خاتمیت زمانی اور قدو قامت، شکل و رنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں جنھیں فضائل میں کچھ دخل نہیں، کوئی فرق نہیں"۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی میں کوئی فضیلت نہیں۔

اب مذکورہ بالا توجیہہ کے مطابق جب خاتم النبیین سے نبی بالذات ہونا مراد ہو اور آخر الانبیاء ہونا اسے لازم مان لیں تو آخر الانبیاء ہونا فضل وکمال اور اوصاف مدح میں سے کس طرح ہو جائیگا۔ یہ وہ لاینحل گتھی ہے جسے آجتک کوئی صاحب حل نہیں کر سکے اور نہ قیامت تک حل کر پائیں گے۔ اسی پر بس نہیں۔ اس کو بھی کوئی صاحب واضح کر دیں کہ خاتمیت زمانی کو خاتمیت ذاتی کے لئے لازم مان لینے سے وہ سولہ ایرادات کیسے اُٹھ جائیں گے۔

ثانیًا۔ نانوتوی صاحب تو صاف صاف کہیں کہ یہ اس کا موقع نہیں۔ اسکے بیسیوں اور موقعے ہیں۔

ثالثًا۔ وہ انتہائی وضاحت سے لکھیں "بلکہ بنار خاتمیت اور بات پر ہے۔" اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی پر نہیں۔

رابعًا۔ اس بنا کو وہ نہایت صفائی سے بیان کریں۔

" سو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے کہ آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض"

اب یہ نانوتوی صاحب پر سراسر بہتان اور افترا نہیں تو اور کیا ہے کہ وہ خاتم النبیین سے ختم زمانی اور ذاتی دونوں مراد لیتے ہیں۔ کسی مصنف کے سر بہتان باندھنا اس کے قول کی تاویل یا توجیہہ ہے یا تحریف وتبدیل۔

خامسًا۔ اگر نانوتوی صاحب کے نیازمند یہ کہیں کہ ہماری توجیہہ کا مطلب یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات کے ہیں اور آخر الانبیاء اسے لازم ہے، تو عرض ہے

گزر چکا۔ پھر ص۲۸ کی اس عبارت کی چول کسی طرح نہیں بیٹھتی۔ کہ لکھا

" بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے "

اور اسی طرح ص۲۵ کی اس عبارت کی بھی۔ کہ لکھا

" اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا "

کیا یہ اجلیٰ بدیہیات سے نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد میں کسی نبی کا ہونا آخر الانبیاء ہونے کو باطل کر دیگا۔

سادسًا۔ اس لزوم کے بطلان کو ابتداء میں ص۲۶۵ پر چار طریقے سے باطل کیا جا چکا ہے اس میں ایک یہ بھی ہے کہ۔ پھر خاتمیت ذاتی بھی رخصت ہو جائے گی۔ مزید ایک اور وجہ بھی سنئے۔ نانوتوی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ نبوت کی طرح ایمان سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متصف بالذات ہیں۔ تحذیر الناس ص۱۳۔ اب اگر یہ صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ اتصاف ذاتی کے لئے تاخر زمانی لازم ہے تو لازم آئے گا کہ جسطرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اسی طرح حضور کے بعد یا حضور کے زمانے میں کوئی مومن ہی نہ ہو حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی مومن تھے اور بعد میں بھی ہوئے، اور اب بھی ہیں تو ثابت کہ اتصاف ذاتی کے لئے تاخر زمانی کے لزوم کا قول سراسر باطل۔

سابعًا۔ شفا شریف، الاقتصاد، اور شرح الفوائد کی عبارتیں گزریں جنمیں تصریح ہے کہ۔ پوری اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبیین۔ کے معنی صرف آخر الانبیاء ہیں اور یہی مُراد ہے۔ جو اس میں تاویل کرے یا تخصیص کرے یا دوسرا معنی بتائے وہ کافر ہے۔ جب آپ لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنیٰ نبی بالذات ہے تو بتائیے کہ ان ارشادات کی روشنی میں نانوتوی صاحب کیا ہوئے؟

نانوتوی صاحب کے کچھ نیازمندوں نے کہا کہ

"حضرت مولانا نانوتوی مرحوم اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے الخ"
اور ایک بہت بڑے کفش بردار نے لکھا
"عام مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ مراد خاتمیت سے فقط خاتمیت زمانی ہے۔"
(الشہاب الثاقب ص [illegible])

[illegible] یہ سوال پچیس برس سے ہے کہ وہ محققین اور خواص مفسرین کون ہیں جنھوں نے [illegible] سمجھے کہ خاتمیت سے زمانی اور ذاتی یا رتبی سب مراد ہیں۔ مگر آجتک کوئی نہ بتا سکا۔ [illegible] یہ مدت تک بتا سکا ہے اور نہ بتائیگا کیسے۔ خود نانوتوی صاحب اسی تحذیر الناس [illegible] کے صفحہ ۲ پر اقرار کر چکے۔

"اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا [illegible] آگیا اور کسی نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہدی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا"

گاہ باشد کہ کودک ناداں — کبھی ہوتا ہے ناسمجھ بچہ
بغلط بر ہدف زند تیرے — غلطی سے نشانے پر تیر مار دیتا ہے

[illegible] نانوتوی صاحب پر کتنا بڑا ظلم ہے کہ وہ تو اسے اپنی ایجاد بتائیں اور آپ انکے نیازمند [illegible] ہوتے ہوئے کہیں۔ نہیں یہ پہلے کے بھی محققین کی تحقیق ہے۔

حسام الحرمین

حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی اس طول طویل عبارت کے اختصار کا عربی ترجمہ

[illegible]
[illegible] صلی اللہ تعالیٰ
[illegible] بل لو حدث بعدہ
[illegible] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی
جدید لم یخل ذالک بخاتمیتہ
وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ

اگر بالفرض آپکے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ عوام کے خیال

صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی اخر النبیین مع انه لا افضل فیه اصلا عند اهل الفهم۔

میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

اس پر نانوتوی صاحب کے ایک کفش بردار بہت غضبناک ہوئے اور انتہائی غصے میں باپ داداکی موروثی شرافت کا کل خزانہ خالی کرکے اسے دجل فریب اور اسکے جملہ مرادفات سے تعبیر کیا ہے۔ اس غیظ وغضب کی وجہ تین باتیں لکھی ہیں:

اول ص۱۴ اور ص۲۸ کی عبارت پہلے لکھیں اور ص۳ کی بعد میں۔

دوم ص۱۴ اور ص۲۸ کی عبارتوں کو آپس میں اس طرح خلط کر دیا ہے کہ ایک معلوم ہو رہی ہیں۔ بیچ میں ڈیش تک نہیں لگایا۔

سوم۔ تحذیر الناس میں تھا۔ بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ بالذات حذف کرکے یہ کردیا۔ کچھ فضیلت نہیں۔

اوّل کا جواب بندہ نواز غصہ تھوکئے۔ حقائق کا سامنا کیجئے۔ یہ تینوں عبارتیں تین مستقل کفر ہیں۔ ان کو علیحدہ علیحدہ لکھو تو کفر۔ کتاب کی ترتیب سے لکھو تو کفر اور ترتیب بدل کر لکھو تو کفر۔ یہ کہنا۔ کہ

"اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے"

مستقل کفر ہے کیونکہ یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کا انکار ہے اور یہ کہنا کہ۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا"

مستقل کفر کیونکہ یہ بھی آخر الانبیاء ہونے کا انکار ہے

اور یہ کہنا کہ

"عوام کے خیال میں آپ کا خاتم النبیین ہونا بمعنی آخر النبیین ہے۔ حالانکہ اہل فہم کے نزدیک اس میں کچھ فضیلت نہیں"

یہ بھی مستقل کفر کیونکہ خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجے کے ان فضائل میں سے ہے۔ جن میں اور کوئی حضور کا شریک نہیں اور اللہ عزوجل نے اسے مقام مدح میں ذکر فرمایا۔ اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے کمالات میں بیان فرمایا۔ پوری امت عہد صحابہ سے لے کر آج تک اسے اعلیٰ درجے کی فضیلت جانتی اور مانتی ہے اور مدح کے طور پر ذکر کرتی ہے۔

چند مستقل چیزوں کی ترتیب کے بدلنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً نانوتوی صاحب کے نیاز مند ولید نے کہا

"عوام کا خیال ہے کہ اللہ عزوجل کے واحد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ اس میں کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت یہ ہے کہ وہ معبود بالذات ہو"

اس معنی کے لحاظ سے اگر اللہ کے علاوہ چند اور معبود مان لئے جائیں تو اللہ کی وحدانیت میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ اس پر ایک مسلمان نے کہا۔ اے ولید تو کافر مرتد ہوگیا۔ توبہ کر کلمہ پڑھ کر پھر سے مسلمان ہو۔ ولید نہیں مانا۔ تو اس مسلمان نے استفتاء مرتب کیا۔ ولید نے یہ کہا ہے اگر اللہ کے علاوہ چند اور معبود مان لئے جائیں تو اللہ کی وحدانیت میں کچھ فرق نہ آئیگا وہ معبود بالذات ہے۔ یہ عوام کا خیال ہے کہ اللہ کے واحد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ اس میں کوئی فضیلت نہیں۔

ہر انصاف پسند بتائے، کیا یہ دجل ہے؟ فریب ہے؟ اس کو دجل و فریب وہی کہے گا جو خود دجال فریب کار ہوگا۔

نزاع ختم کرنے کے لئے کوئی صاحب ہمارے اس سوال کا جواب دیدیں۔

(۱) حسام الحرمین میں جو ترتیب مذکور ہے۔ اس میں اور تحذیر الناس میں جو ترتیب ہے اس سے معنی میں، مفہوم میں کیا فرق پڑا؟

(۲) حسام الحرمین میں تحذیر الناس کا جو ترجمہ درج ہے وہ کفر ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر شکایت کا کیا حاصل کہ ترتیب بدل دی۔ اور اگر کفر ہے تو اقرار کریجئے۔ پھر قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھئے۔

دوم کا جواب اس میں کوئی شک نہیں کہ دو مختلف جگہ کی ایسی عبارتوں کو جن کے معنی مختلف ہوں اس طرح ایک کرنا کہ معنی بدل جائیں ضرور دجل ہے فریب ہے۔ مثلاً دو آیتیں ہیں

ان الابرار لفی نعیم ۵ وان الفجار لفی جحیم ۵ ان میں لفی نعیم حذف کرکے پڑھا جائے تو صریح کفر ہے۔ کیونکہ پہلے معنی یہ تھے۔ بیشک نیک لوگ نعمت میں ہیں اور بیشک بدکار جہنم میں ہیں۔ اور اب معنی یہ ہوئے۔ بیشک نیک اور بد جہنم میں ہیں۔ لیکن اگر دو مختلف جگہ کی عبارتوں کو اس طرح کچھ حذف کرکے ملا دیا جائے کہ معنیٰ میں کچھ تفاوت نہ ہو تو نہ دجل ہے نہ فریب۔ بلکہ لمبی عبارت کے مختصر کرنے کا یہی طریقہ ہے مثلاً سورہ حج میں فرمایا۔ فالذین آمنوا وعملوا الصلحت فی جنّٰت النعیم (۵۰) توجو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ نعمت والے باغوں میں رہیں گے۔

اور سورہ ملک میں ہے۔

ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر (۱۲) اور جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں انکے لئے مغفرت اور بھاری اجر ہے۔

اب کوئی یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے جو لوگ مومن اور صالح ہیں اور جو لوگ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہتے ہیں ان سب کیلئے بخشش اور بھاری اجر ہے۔ تو کیا یہ کلمۂ کفر ہے، ہرگز نہیں۔ کون دیندار اسے کلمۂ کفر کہہ سکتا ہے۔ حالانکہ یہاں بھی بقول آپ کے پہلے کا مسند الیہ حذف کرکے صرف دوسری آیت کا مسند الیہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ قرآن مجید میں بالقصد اس قسم کی تبدیل، تحریف لفظی ہے جو کفر ہے۔ مگر تحریف لفظی ہونا اور قرآن مجید میں اس کے بالقصد ارتکاب کا کفر ہونا اور بات ہے۔ اور مضمون کا کفر ہونا اور بات ہے۔ کیا تحذیر الناس بھی قرآن کی طرح منزل من اللہ ہے؟ کہ اسمیں بھی معنی باقی

رکھتے ہوئے لفظ کو بدلنا کفر ہے۔ چلئے اپنی بول چال کی مثال لے لیجئے:۔

ولید نے کہا اگر اللہ عزوجل کے علاوہ ہزاروں معبود ہوں تو بھی اللہ کا وحدہٗ لا شریک رہنا باقی رہتا ہے۔ اور اگر لات وہبل، رام وکرشن خدا ہوں تو بھی وحدانیت الٰہیہ میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ ولید کے ان دونوں شرکیہ اقوال کی حکایت عمرو نے یوں کی۔ ولید کہتا ہے۔ اگر اللہ کے علاوہ ہزاروں معبود ہوں۔ لات وہبل، رام وکرشن خدا ہوں تو بھی وحدانیت الٰہیہ میں کوئی فرق نہیں آئیگا، تو کون ایمان دار خدا ترس ہے جو اسے خیانت، فریب اور دجل کہیگا۔

سیدھی بات ہے کہ جب دونوں جملوں میں بقول آپ کے مسند الیہ[1] معنیً متحد ہیں صرف الفاظ بدلے ہوئے ہیں تو صرف ایک مسند الیہ کو ذکر کرنا نہ خیانت ہے نہ فریب ہے۔ اس فرق کو آپ بھی بخوبی جانتے ہیں مگر تحذیر الناس کے کفری مضمون سے عوام کا ذہن ہٹانے کے لئے بالقصد آپ نے یہ سب لکھا ہے۔

حسام الحرمین میں پہلی صورت نہیں دوسری ہے۔ اس لئے اسے دجل فریب کہنا خود دجل فریب ہے۔ ناظرین ص۱۴ اور ص۲۴ کی عبارتوں کو بار بار پڑھ چکے ہیں پھر ایک نظر ڈالیں ص۱۴ کی عبارت یہ ہے

"بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

اور ص۲۴ کی عبارت یہ ہے

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

حسام الحرمین میں دونوں صفحات کی ابتدائی عبارت کا خلاصہ بعینہٖ ہے۔ اور نہ اس پر

---

[1] تحذیر الناس ص۱۴ اور ص۲۴ دونوں کی عبارتیں جملہ شرطیہ ہیں۔ ص۱۴ پر۔ جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ اور ص۲۴ پر۔ پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ جزا ہے مگر سنبھلی صاحب نے اسے مسند الیہ بتایا ہے مگر اسکی اس گرامی قدر شخصیت سے کیا شکایت جو بریلی کے مناظرے میں تعلیق بالمحال کو۔ تالیق بالمحال لکھ چکا ہو۔

نانوتوی صاحب کے کسی نیاز مند کو اعتراض ہے البتہ تحذیر الناس کے بعد کے حصے کے الفاظ بدلے ہوئے ہیں مگر معنیٰ دونوں کے ایک ہیں

صـ۱۴ پر ہے :۔ "آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

اور صـ۲۸ پر ہے ۔ "خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا"۔ یہ دونوں ہم معنی ہیں۔ اب خواہ یہ کہو کہ ۔ آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے ۔ خواہ یہ کہو ۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ مفہوم اور مطلب میں کوئی فرق نہیں۔ پھر اختصار کے لئے دو ہم معنی عبارتوں میں سے ایک کو ذکر کر دیا تو اس میں کیا نقص ہے ۔

اس کو یوں ذہن نشین کیجئے۔ کسی مجلس میں زید اور عمرو اخیر تک شریک رہے ۔ بکر نے اس کو یوں بیان کیا ۔ اس مجلس میں زید موجود رہا ۔ اور عمرو بھی شریک رہا ۔ بکر سے سنکر خالد نے کہیں یوں کہا ۔ اس مجلس میں زید اور عمرو دونوں شریک رہے ۔ بولئے کیا فرق پڑا کیا تحریف ہوئی ۔ کیا تبدیلی ہوئی ۔ کہ دجل و فریب ہو گیا ۔

اس کو علمی رنگ میں یوں سمجھئے ۔ دو مختلف شرطوں کی جزا اگر متضاد ہوں جب تو ضروری ہے کہ ہر شرط کیساتھ اس کی جزا کو ذکر کیا جائے ۔ ایک شرط کو حذف کر کے دوسری اس کی متضاد شرط کو دونوں کی جزا قرار دینا ضرور تحریف ہے ۔ لیکن اگر دو مختلف شرطوں کی جزا ہم معنی ہوں تو اختصار کے موقعہ پر ان دونوں جزا میں سے صرف ایک کو ذکر کرنا نہ دجل ہے نہ فریب ہے ، بلکہ اختصار کا یہی طریقہ ہے ۔ یہی حسام الحرمین میں ہوا ہے ۔ یہاں دونوں جزا ۔ "آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے" اور خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا" ، ہم معنی ہیں ۔ اگر اختصار کے لئے صرف دوسری ذکر کی اور پہلی چھوڑ دی تو نہ معنی میں تبدیلی ہوئی اور نہ کوئی دجل ہوا نہ فریب ۔

اگر اب بھی نانوتوی صاحب کے نیاز مندوں کو اطمینان نہ ہو تو نوٹ کریں ۔ تحذیر الناس صـ۲۸ پر حاشیے پر ہے

"یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانے میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئیگا"

وہی بزرگ[۱] جو "حسام الحرمین" کے اختصار کو دیدہ دلیری، جعلسازی کہہ رہے ہیں۔ خود اسی دیدہ دلیری اور جعلسازی کا ارتکاب اسی رسالے میں کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو

"کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ (فیصلہ کن مناظرہ صـ۴۹)

ناظرین انصاف کریں۔ تحذیر الناس کے حاشئے اور آنجناب کی عبارتیں۔ حسام الحرمین میں نقل کردہ عبارت کی کاپی ٹو کاپی ہے۔ ان دونوں عبارتوں میں بھی صـ۱۴ اور صـ۲ کے پہلے فقروں کو توڑ پھوڑ کر ایک ہی فقرہ بنا ڈالا گیا ہے۔ اس طرح کہ پہلے فقرے کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے ہی کے مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا۔ جس کے بعد کسی کو وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ مختلف جگہ کی عبارتیں ہیں۔

اگر بقول آپ کے حسام الحرمین میں دیدہ دلیری، جعلسازی کی انتہا ہے۔ تو پھر تحذیر الناس کے حاشئے میں اور خود آپ نے بھی دیدہ دلیری اور جعلسازی کی انتہا کر دی ہے۔

رہ گیا — آپ کا شروع میں — یہ ایسی خاتمیت ہے — کا — اور بیچ میں — اس — کا اضافہ تو اس سے کیا فائدہ۔ جب آپ کے خیال میں صـ۱۴ اور صـ۲ کی عبارتوں کے مسند کو اکٹھا کر کے صرف صـ۲ کے مسند الیہ کو دونوں کا مسند الیہ قرار دینا توڑ پھوڑ ہے تو وہ اب بھی موجود ہے۔ اس اضافے سے توڑ پھوڑ ختم ہوئی یا اور بڑھ گئی۔

تیسری وجہ تیسرا یہ اعتراض ہے کہ تحذیر الناس صـ۳ کی عبارت اس طرح تھی۔

"مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

مگر حسام الحرمین میں اس کا عربی ترجمہ یوں کیا گیا ہے "لافضل فیہ اصلا" اسمیں کچھ فضیلت نہیں،، ظاہر ہے کہ بالذات فضیلت کی نفی سے بالکلیہ فضیلت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ بالعرض فضیلت کا اثبات ہوتا ہے۔ اس پر یہ صاحب بہت خفا ہیں۔ اسے نہایت

---

[۱] یہ سارے کلمات طیبات جناب منظور سنبھلی صاحب کے ہیں جو انھوں نے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کیلئے استعمال کئے ہیں۔

افسوسناک خیانت قرار دیا ہے۔

جواب اس پر گذارش ہے کہ یہ آپ کی غایت درجہ کی مہربانی ہے کہ آپ نے حسام الحرمین کی اس عبارت کو تحذیر الناس کی مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ قرار دیا ہے، حالانکہ واقعہ یہ نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی طویل طویل عبارت کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ لفظی ترجمہ نہیں ہے۔ ہم نے ابتداء میں تحذیر الناس کی پوری عبارت نقل کر دی ہے۔ ناظرین اسے دوبارہ پڑھ لیں۔ تحذیر الناس میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد ہے۔

" پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے صہ ۳ "

اگر واقعی نانوتوی صاحب کے عقیدے کے مطابق آخری نبی ہونے میں کچھ بھی فضیلت ہوتی۔ بالذات نہ سہی بالعرض تو ان کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوتا۔ کہ پھر مقام مدح میں خاتم النبیین کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مقام مدح میں جیسے وہ اوصاف ذکر کئے جاتے ہیں جو بالذات فضیلت ہیں۔ اسی طرح وہ اوصاف بھی مذکور ہوتے ہیں جو بالعرض فضیلت ہیں۔ جیسے نانوتوی صاحب کے نزدیک دیگر انبیاء کرام موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں۔ اور ان کی نبوت کو قرآن واحادیث میں مقام مدح میں ذکر فرمایا گیا۔ اسلئے ماننا پڑیگا کہ نانوتوی صاحب نے " بالذات " کی قید اسی دن کے لئے ذکر کی تھی۔ ورنہ وہ یہی بتانا چاہتے ہیں کہ آخری نبی ہونے میں قطعاً کوئی فضیلت نہیں نہ بالذات اور نہ بالعرض۔ انھوں نے خود بعد میں بالکل واضح کر دیا ہے

" ہاں اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔"

دیکھئے! کیا صریح دوٹوک صاف صاف فیصلہ ہے " کہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی " یعنی

خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ اس وصف یعنی آخری نبی ہونے کو اوصاف مدح میں سے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے دوسرے الفاظ میں اس کی یہ تعبیر ہوگی کہ آخری نبی، وصف مدح نہیں۔ جس کا حاصل یہی ہوا کہ اس میں کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔ اگر اب بھی کچھ تردد ہے تو آگے بڑھئے۔ اس کے ایک سطر بعد ہے۔

"آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب سکونت وغیرہ! وصاف میں جنکو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟"

پہلی عبارت میں کچھ اینچ پینچ تھا تو اس عبارت نے اسے بھی ختم کر کے صاف صاف غیر مبہم الفاظ میں بتا دیا کہ آخری نبی ہونا ان اوصاف کی طرح ہے جنکو فضائل میں کچھ دخل نہیں۔

کوئی بھی دیانت دار مجھے بتائے کہ۔ فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ کا ترجمہ یا خلاصہ۔ لافضل فیہ اصلاً کے سوا اور کیا ہوگا۔ نانوتوی صاحب اپنے نیازمندوں کی طرح نہیں تھے کہ اپنے دل کی بات چھپائے رکھتے۔ اور آگے بڑھئے لکھتے ہیں۔

"دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نقصان قدر کا احتمال۔ کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں۔"

اس عبارت نے نہایت جرأت و صفائی کے ساتھ بتا دیا کہ آخری نبی ہونا کمال نہیں بلکہ یہ ایسے ویسے گئے گزرے لوگوں کے اس قسم کے احوال میں سے ہے جو کمال نہیں۔ اس عبارت کا بھی ماحصل یہی ہوا کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں۔ کمال نہ ہونا، فضیلت نہ ہونا ایک ہی بات ہے۔

یہ بزرگ تو یہ سب لکھنے کے بعد حج کر کے اللہ والے ہو چکے ہیں۔ مگر نانوتوی صاحب کے ہر نیازمند سے میرا سوال ہے کہ کیا ان تینوں عبارتوں کے ہوتے ہوئے یہ کہنا واقع ہے

بین مطابق نہیں ہے کہ نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس ص۳ پر یہ کہا ہے کہ "آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں" اور ابتدائً بالذات کی قید صرف ایک ٹٹی ہے جو صرف اس لئے کھڑی کی گئی ہے کہ وقت پر اس کی آڑ لیجائے۔

نیز یہ کہ ان تینوں عبارتوں کے ہوتے ہوئے۔ حسام الحرمین کی عبارت کو نہایت افسوسناک خیانت کہنا تحذیر الناس کے مفہوم کی تبدیل، تغیر اور تحویل نہیں تو اور کیا ہے؟

درون خانہ اعتراف

ہر شخص جانتا ہے کہ مصنف اپنی مراد کما حقہ، سمجھتا ہے۔ نانوتوی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے ایک معتمد خصوصی کو لکھا ہے۔ "معنیٰ خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستان ہمیں باشد کہ زمانہ نبوی آخر است از زمانہ گذشتہ۔ باز نبی دیگر نخواہد آید۔ مگر می دانی کہ ایں سخنے است کہ مدحی است ودراں نہ ذمے۔ (قاسم العلوم ص۵۵ مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل"۔

ترجمہ:۔ خاتم النبیین کا معنیٰ سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہے کہ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئیگا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایسی بات ہے کہ اسمیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی۔

(انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم ص۵۵)

ناظرین انصاف کریں۔ یہاں بات گھر کے اندر ہو رہی ہے تو اپنے معتمد کے یہاں صاف صاف لکھدیا کہ مدحے است ودراں نہ ذمے۔ کہ اس میں نہ کوئی مدح ہے نہ کوئی ذم۔ یہاں بالذات کی قید اڑا دی۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ تحذیر الناس میں بالذات کی قید صرف دھوکے کی ٹٹی ہے۔ ان کا اصل عقیدہ یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کوئی مدح کوئی فضیلت نہیں۔ اب بھی اگر نانوتوی صاحب کے نیازمند اس پر مصر ہیں کہ "حسام الحرمین" میں بالذات کی قید نہ ذکر کرنا خیانت ہے تو انہیں کہنا پڑے گا کہ نانوتوی صاحب خود

اس خیانت کے مرتکب ہیں۔

تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب نے خاتم النبین کا معنیٰ آخری نبی بتانے والوں کو عوام، نادان، بے فہم کہا۔ مکتوب میں ظاہر پرست، سطحی نظر رکھنے والے جبکہ خاتم النبین کا صحیح معنی خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا صحابہ نے بتایا، تابعین نے بتایا، حتیٰ کہ پوری امت نے بتایا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ، کل تابعین اور پوری امت، عوام کم فہم، نادان، ظاہر پرست سطحی نظر رکھنے والی ہے۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عوام، کم فہم، ظاہر پرست کہنے کے باوجود نانوتوی صاحب کا ایمان سلامت رہا؟

نانوتوی صاحب کے تمام نیازمند شروع سے کہتے آرہے ہیں کہ نانوتوی صاحب تو اسی تحذیر الناس میں اور اپنے دوسرے کتابچوں میں یہ لکھ چکے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کا جو انکار کرے وہ کافر ہے پھر خود کیسے اس کا انکار کر سکتے ہیں۔

یہ کوئی لاینحل بات نہیں ہے۔ اس کی نظیر مرزا غلام احمد قادیانی ہے جس نے نانوتوی صاحب کی اس نکتہ سنجی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مگر وہ بھی یہی کہتا ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء نہ مانے وہ کافر ہے کیا قادیانیوں کی اس تضاد بیانی سے مان لیا جائے کہ واقعی وہ ختم نبوت کے منکر نہیں۔

قادیانی دیوبندی اتحاد

قادیانی دجال نے اپنے کتابچے "بحث خاتم النبین" ص۹ پر لکھا۔

"اگر یہی معنیٰ جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ نہیں ہیں۔ اور خاتم النبین کا معنیٰ نبیوں کا ختم کرنے والا ہے تو یہ نہ کوئی فضیلت کی بات ہے اور نہ کوئی کسی قسم کی خصوصیت، حضرت سرور کائنات کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ آخری نبی ہونا کوئی خوبی کی بات نہیں۔ برخلاف اس کے جو معنیٰ ہم نے پیش کئے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام

نبیوں پر ثابت ہے۔
اب ناظرین تحذیر الناس کی صـ۳ والی عبارت سے "قادیانی دجال" کی اس عبارت کا موازنہ کریں۔ سوائے لب ولہجہ کی پیچیدگی اور الفاظ کے اختلاف کے دونوں کے معنیٰ ایک ہیں۔ اب فیصلہ آپ حضرات کو کرنا ہے کہ مذکورہ بالا عبارت لکھنے کیوجہ سے قادیانی دجال کیوں کافر ہے اور اسی کے ہم معنیٰ عبارت لکھنے کے باوجود نانوتوی صاحب کیسے حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات کے منصب رفیع پر فائز رہے۔
قادیانی دجال کی مزید ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتا ہے۔

"آٹھویں شہادت اس زمانے کے مولانا مولوی محمد قاسم نانوتوی محدث اعلیٰ دیوبند ضلع سہارنپور اپنی کتاب تحذیر الناس کے متعدد مقامات پر مثلاً صـ۲۸ پر فرماتے ہیں ــــ بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔" (خاتم النبیین صـ۱۶)

ایک اور اس دجال کے امتی کی سنئے۔ لکھتا ہے

مولوی قاسم صاحب نانوتوی تحذیر الناس صـ۲۸ پر فرماتے ہیں۔ بلکہ بالفرض بعد زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ پس آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا اور آپ کی شریعت کا کامل ہونا کسی طرح سے بھی ظلی نبوت کے دروازوں کو بند نہیں کرتا بلکہ اس کے برعکس پورے طور سے کھول دیتا ہے۔
(تبلیغی ٹریکٹ ختم نبوت مطبوعہ قادیان صـ۱۵)

دیکھئے یہ سب کس خوشی سے تحذیر الناس کی عبارت اپنی تائید میں پیش کر رہے ہیں۔ کیا نانوتوی صاحب کے کسی کفش بردار کے پاس اس کا کوئی جواب ہے۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدت للکافرین۔ ان کفریات کے باوجود نانوتوی صاحب کی طرح وہ بھی لکھتا ہے

"میں ان تمام امور کا قائل ہو جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ

سنت جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔
(مرزا غلام احمد کا اشتہار، مورخہ ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲)

بقدر نصاب شہادت ایک اور اقرار سماعت فرمایئے:

ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار کرتا ہوں۔ اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں ـــ کہ میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں۔ اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" مرزا غلام احمد قادیانی کا تحریری بیان جو بتاریخ ۲۳ر اکتوبر جامع مسجد دہلی کے جلسۂ عام میں دیا گیا ہے۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص ۴۴

اب نانوتوی صاحب کے نیازمند بولیں۔ کیا ان بیانوں سے قادیانی مسلمان ہو گیا۔ ختم نبوت کا کفر اٹھ گیا۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نانوتوی صاحب کا کفر کیسے اٹھا۔ وجہ فرق بتائیں۔

تحذیر الناس کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔ اسمیں ص ۳ ص ۴ پر صاف صاف ہے: تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ یہ اوصاف مدح سے نہیں۔ اسے فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ یہ ایسے ویسے لوگوں کے گئے گذرے احوال کی طرح ہے۔ ص ۹ پر ہے۔
کہ بناء خاتمیت اس پر ہے۔ کہ آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں۔ ص ۱۴ پر ہے کہ اگر بالفرض آپکے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے
ص ۲۵ پر ہے اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

ان صریح غیر مبہم عبارتوں کے ہوتے ہوئے بھی کسی شبہے کی گنجائش ہے کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کے منکر نہیں۔ رہ گیا دوسرے مواقع پر اقرار یہ اس کفر کو اٹھا نہیں سکتا جبتک کہ اس کفر سے توبہ نہ کیجائے۔

نانوتوی صاحب کے انکار ختم نبوت کی

ایک اور شہادت

نانوتوی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں اپنے معتمد خصوصی کو دل کا راز یوں لکھا۔

دمی دانی کہ بعد انہ ارتفاع کلام ربانی ازیں جہاں فانی آمدن قیامت تقدیر یافتہ ورنہ بشرط بقائے عالم آں وقت اگر نبی دیگری آید، مضائقہ نبود

(قاسم العلوم۔ مکتوب اول بنام مولوی فاضل ص ۵۶)

اور تم جانتے ہو کہ کلام ربانی (قرآن مجید) کے اس دار فانی سے اُٹھ جانے کے بعد قیامت کا آنا مقدر ہو چکا ہے ورنہ بشرط بقاء عالم اسوقت اگر دوسرا نبی آجائے تو مضائقہ نہیں۔

یعنی جب قرآن مجید دنیا سے اٹھا لیا جائے اگر اسوقت فوراً قیامت نہ آئے تو دوسرا نبی آسکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اسوقت تک خاتم النبیین جانتے ہیں جبتک قرآن مجید دنیا میں باقی رہے۔ اور جب اٹھا لیا جائے تو خاتم النبیین نہیں۔ اس کے بعد بھی دنیا باقی رہے تو دوسرا نبی آسکتا ہے کوئی مضائقہ نہیں۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قرآن مجید دنیا سے اٹھاتے ہی فوراً بلا تاخیر قیامت آے گی یا کچھ وقفے کے بعد۔ اگر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ قیامت کچھ وقفے کے بعد آئے گی تو اس وقفے میں بقول نانوتوی صاحب، نبی آسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم دیوبندیوں کے مسلم الثبوت حکیم الامت جناب تھانوی صاحب کی تحقیق ذکر کر رہے ہیں۔ ناظرین اسے پڑھیں اور سر دھنیں۔ مقبول بہشتی زیور حصہ ہفتم ص ۴۹ پر ہے۔

"جب سب مسلمان مر جائیں گے اس وقت کافر حبشیوں کا ساری دنیا میں عمل دخل ہوگا. قرآن شریف دلوں سے اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا اور کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہیگا (الی ان قال) اور اسوقت دنیا کو بڑی ترقی ہوگی۔ تین چار سال اسی حال سے گزریں گے کہ دفعۃً جمعہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا۔"

نانوتوی صاحب نے اپنے معتمد خصوصی سے ایک راز نہانی کہا ۔ کہ دنیا سے قرآن مجید کے اٹھ جانے کے بعد اگر دنیا باقی رہے گی تو دوسرا نبی آسکتا ہے۔ تھانوی صاحب نے بتادیا کہ دنیا سے قرآن مجید کے اٹھ جانے کے بعد بھی تین چار سال دنیا باقی رہے گی۔ نتیجہ ظاہر کہ ان تین چار سال میں دوسرا نبی آسکتا ہے۔

کہاں گئے دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب اور مایہ ناز مناظرین چاندپوری اور سنبھلی صاحبان۔ اب بتائیں کہ آپ لوگوں نے تو یہ دعوی کیا تھا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز مانے وہ کافر ہے ۔ دیکھئے نانوتوی صاحب کو جس پر مکمل اعتماد تھا کہ یہ راز نہاں فاش نہیں کرے گا اسے کیسے بتادیا کہ ۔ میرا اصل عقیدہ یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیا ءنہیں ۔ حضور کے بعد کوئی نبی آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ چونکہ اس وقت اس میں قرآن مجید مخل ہے. کوئی نبوت کا دعوی کریگا تو لوگ قرآن کی آیت کریمہ خاتم النبیین سے اس کا جھوٹا ہونا ثابت کردیں گے۔ بس قرآن کے اٹھنے کا انتظار کرو۔ جب قرآن اٹھ جائیگا تو نبی آسکتا ہے۔ مگر کوئی اسکا کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ اس پر جو بندش تھی قرآن کیوجہ سے تھی۔ جب قرآن ہی نہ ہوگا تو پھر بندش کیسی کیا کروں میں نے اس بندش کے توڑنے میں اپنی پوری ذہنی توانائی صرف کردی مگر برا ہو احمد رضا خاں کا کہ انھوں نے میری بندش کا ایک ایک تار و پود ادھیڑ کر پھینک دیا۔

انور شاہ کشمیری کی نانوتوی صاحب کے خلاف تحقیق

انور شاہ کشمیری صاحب کی حیثیت دیوبندی جماعت میں صرف ایک عالم کی نہیں جمعیۃ العلماء کی ہے محدث، فقیہہ، متکلم، ادیب وغیرہ وغیرہ سارے علوم و فنون کی ایک لائبریری کی ہے۔ وہ نانوتوی صاحب کی اس توجیہہ کا رد کر چکے ہیں کہ نبوت کی دو قسمیں ہیں بالذات اور بالعرض۔ اور جب یہ تقسیم صحیح نہیں تو خاتم النبیین کا معنی نبی بالذات لینا باطل اور پھر تحذیر الناس کی پوری عمارت زمیں بوس۔

انور شاہ کشمیری صاحب اپنے رسالہ خاتم النبیین ص۳۴ پر لکھتے ہیں:

وارادۃ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و حوار عرب ونہ نظم قرآن را ہیچ گونہ ایما و دلالت براں پس اضافہ استفادہ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع ہوی۔	یعنی ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ (جیسا کہ تحذیر الناس میں ہے) فلسفہ کا عرف ہے قرآن مجید کا عرف یا عرب کا محاورہ نہیں اور نہ نظم قرآن کا اسکی طرف کوئی اشارہ ہے۔ پس اضافہ استفادہ نبوت محض اتباع ہوی کیوجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔

یہی انور صاحب اسی مضمون کو اپنے ایک دوسرے رسالہ عقیدۃ الاسلام میں ص۲۵ پر لکھتے ہیں:

واما الختم بمعنی انتہاء ما بالعرض الی ما بالذات فلا یجوز ان یکون ظھر هذہ الآیۃ لان هذا المعنی لا یعرفہ الا اهل المعقول والفلسفۃ والتنزیل نازل علی متفاهم لغۃ العرب لا علی الذهنیات المخرجۃ۔

دیکھئے یہ بھی نانوتوی صاحب کے بہت خاص نیاز مند ہیں۔ مگر تحذیر الناس نے جو قرآن مجید کی تمام امت کے خلاف تفسیر بالرائے کی اسے رد کر رہے ہیں۔ صرف رد ہی نہیں اسے اتباع ہوی یعنی خواہش نفسانی کی پیروی میں قرآن مجید پر زیادتی قرار دے رہے ہیں۔

کیا دیوبندیوں کے نزدیک تمام امت کی قطعی، اجماعی تفسیر کیخلاف اتباع ہوئی سے قرآن مجید پر زیادتی کرنے والا بھی مسلمان ہے؟ فاعتبروا یااولی الابصار
غالباً انور صاحب کا یہی جرم وہ جرم نابخشیدہ تھا جس کی سزا میں دارالعلوم دیوبند چھوڑنا پڑا جس کو وہ بڑی حسرت ویاس سے کہا کرتے تھے کہ ہمنے کلمۂ حق کہا تو اسکی وجہ سے یہاں ڈابھیل میں آنا پڑا۔
نانوتوی صاحب کے نیاز مندوں کے بس میں جو سزا تھی وہ تو انھوں نے ان کے ہر مخالف کو دیدی اور دے رہے ہیں اور آئندہ بھی دیں گے۔ مگر اس سے نہ تو تحذیرالناس کی مذکورہ بالا عبارتیں ایمانی ہوجائیں گی اور نہ کفر اٹھ جائیگا۔ دار جزا دنیا نہیں آخرت ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

گنگوہی اور انبیٹھی صاحبان کی مشترکہ کفری عبارت

جب دیوبندیوں نے میلاد، قیام، نیاز و فاتحہ، عرس کیخلاف پوری طاقت سے ہم چلائی اور اہلسنت کے معمولات کیخلاف متعدد فتاوی، کتابچے شائع کئے تو حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ دلائل و براہین سے ان معمولات کے ثبوت میں ایک مبسوط کتاب انوار ساطعہ لکھی۔ جس پر گنگوہی صاحب کو بہت طیش آیا اور انھوں نے اس کے رد میں براہین قاطعہ لکھی۔ اور اپنے مرید و خلیفہ خلیل احمد صاحب انبیٹھی کے نام سے چھپوائی۔ یہ کتاب گنگوہی صاحب ہی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے مورخ عاشق الٰہی میرٹھی نے اسے ان کی تصنیفات کی فہرست میں داخل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> براہین قاطعہ — یہ انوار ساطعہ کا جواب اور رد بدعات و تحقیق سنت میں وہ لاثانی کتاب ہے جس کو حضرت کے کمالات علمیہ و عملیہ کا مظہر کہیں تو بجا ہے، سنت کے عشق میں جو غصیاوہ انداز اور شان جلالی کا اظہار اس میں نظر آتا ہے دیگر تصانیف میں کم ہے۔

(تذکرۃ الرشید جلد ۲ صفحہ ۳۴۱)

رہ گیا ابتداء میں جو لکھا ہے کہ یہ کتاب حضرت امام ربانی کے حکم سے لکھی گئی ہے۔ اگر بیچارہ اتنا بھی نہ لکھتا تو کیا پوری جماعت کے اجتماعی جھوٹ کی دستاویز لکھدیتا۔

علاوہ ازیں گنگوہی صاحب نے خود اقرار کیا ہے کہ اس کتاب مستطاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا۔ الحق بندہ کے نزدیک یہ رد اور جواب کافی اور الزام حجت وافی ہے۔ (پشت براہین قاطعہ)

تو اس کتاب کے جملہ مضامین کی ذمہ داری گنگوہی صاحب پر بھی ضرور عائد۔ نیز یہ جب صراحۃً قبول ہے کہ ان کے حکم سے لکھی گئی ہے۔ تو بھی وہ اس کے ذمہ دار ہیں اسلئے بہ نظر اختصار ہمارا خطاب گنگوہی صاحب سے ہوگا۔ ماموریوں بھی آمر کے تابع ہوتا ہے برعکس اسلئے نہیں کیا کہ مامور کے تابع آمر نہیں ہوتا نیز بے ادبی بھی ہے۔

مولوی عبدالجبار عمرپوری دیوبندی نے لکھا تھا:

حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں' شرک ہے۔ ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی۔" (انوار ساطعہ بالائے براہین قاطعہ ص ۵۲)

نانوتوی، گنگوہی، تھانوی صاحبان کے پیر بھائی مولانا عبدالسمیع صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے۔ انوار ساطعہ میں اس کو دو طریقے سے رد فرمایا۔ ایک یہ کہ جہاں جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں وہاں تشریف لانے کا مطلب ہر جگہ موجود ہونا کہاں ہے؟ دوسرے زمین میں ہر جگہ تشریف لیجانے کو اللہ عزوجل کا خاصہ جاننا باطل ہے۔ شرق سے غرب تک ہر روح کو حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام قبض کرتے ہیں' ہر مکان کو رات دن دیکھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا ان کے آگے مثل چھوٹے سے خوان کے کردی ہے۔ یہ تو ایک فرشتۂ مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے۔ حاصل یہ کہ جب مخلوق اور غیر اللہ کو یہ قدرت دی گئی ہے تو ہرگز یہ

خاصۂ الوہیت نہیں۔ اور جب یہ خدا کی خاص صفت نہیں تو اگر رسول کیلئے کوئی اسے مانے تو ہرگز یہ شرک نہیں۔

اس رد کا گنگوہی صاحب سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور نہ قیامت تک کسی سے بن پڑے گا گنگوہی صاحب نے اس رد کو استدلال ٹھہرایا یعنی یہ کہ مولانا عبدالسمیع صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ۔ جب شیطان اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہیں تو حضور چونکہ ان دونوں سے افضل ہیں اسلئے وہ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ حالانکہ مولانا موصوف پر یہ کھلا ہوا افتراء ہے۔ مولانا موصوف نے جناب عمر پوری پر نقض وارد فرمایا تھا۔ نہ کہ اپنے مدعا پر استدلال فرمایا تھا۔ مگر ان بزرگوں کی یہ عادت متوارثہ ہے کہ جہاں گاڑی پھنستی ہے اپنے حریف پر افتراء کرنے سے نہیں چوکتے بہرحال گنگوہی صاحب نے اس نقض کو استدلال ٹھہرا کر اس پر لکھا

> الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، کہ شیطان و ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے
>
> (براہین قاطعہ ص ۵۵)

اس پر ہمارے مواخذے

(۱) زمین کا علم محیط گنگوہی صاحب نے شیطان اور ملک الموت کیلئے نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت مانا پھر اسی علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرک بتایا۔ اور یہ شرک اسی وقت ہوگا جبکہ اسے باری عز اسمہ کی صفت خاصہ مانیں، اور جب اسے اللہ عزوجل کی صفت خاصہ مانیں گے تو شیطان اور ملک الموت کیلئے اسے ثابت ماننے، وہ بھی نص سے ثابت ماننے، کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اور ملک الموت خدا کے شریک ہیں۔ اور گنگوہی صاحب نے ان دونوں کے لئے ثابت مانا تو لازم کہ

انھوں نے شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک مانا۔ یہ اس عبارت کا ایک صریح کفر اور شرک ہوا۔ مسلمانوں کو بات بات پر مشرک بنانے والے خود اسی گڑھے میں گر گئے۔

ع چاہ کن را چاہ در پیش

(۲) پھر اس کفر و شرک کو نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت مانا۔ یہ دوسرا کفر ہوا۔

(۳) اخیر میں ہے

"شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"

یعنی شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت اور زیادتی نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس لئے شیطان و ملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چونکہ نص قطعی سے ثابت نہیں اور نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اس لئے حضور کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے۔

اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں، اب دونوں کو ملائیے۔ شیطان اور ملک الموت کا علم زیادہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں ۔ تو ثابت کر شیطان کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے: تکاد السموٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑیں۔ زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھ جائیں۔

لطائف

اس براہین قاطعہ میں چند مزیدار باتیں یہ ہیں۔

(۱) شیطان کی وسعت علم کے ثبوت کے لئے صرف نص پر قناعت کی گئی۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کے لئے صرف نص کو کافی نہیں جانا۔ نص قطعی کا مطالبہ کیا گیا۔

(۲) اس کے برخلاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی نفی کے ثبوت کے لئے ایک بے اصل روایت کو پیش کیا اور اسے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ

کی طرف منسوب کر دیا۔ عبارت مذکورہ بالا کے چند سطر پہلے ہے

"شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں"

یہ حضرت شیخ قدس سرہٗ پر افترا ہے۔ انھوں نے مدارج النبوۃ جلد اول ص۹ پر اس روایت کو بالکلیہ رد فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

اینجا اشکال می آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آنچہ درپس ایں دیوار است جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است۔	اس جگہ اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں بندہ ہوں، میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح نہیں۔

کیا کسی ایسے شخص سے جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا۔ ایسی جسارت ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹانے کے لئے خود حضور پر جھوٹ باندھے اور من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار (جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے) کا بھی خوف نہ کرے۔ پھر جرأت بالائے جرأت یہ کہ جس بزرگ نے اسے رد فرمایا اسے راوی بنائے۔ مگر صاحب براہین نے جس مذہب کی بنیاد ڈالی ہے اسکی خشت اول ہی یہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کے پیشواؤں نے اس پر جی کھول کر عمل کیا ہے۔ گنگوہی صاحب کے مرید با صفا اور ان کے مذہب کے شیخ الاسلام حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے اپنے گالی نامے "الشہاب الثاقب" ص۹۸، ۹۹ میں لکھا۔

جناب شاہ حمزہ صاحب مارہروی مرحوم، خزینۃ الاولیا، مطبوعہ کانپور صفحہ پندرہ میں ارقام فرماتے ہیں

وہ علم غیب صفت خاص رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادۃ

ہے۔ جو شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہے وہ بے دین۔
اس واسطے کہ آپکو بذریعہ وحی کے علوم مخفیہ کا علم ہوتا تھا جسے غیب کہنا
گمراہی ہے۔ ورنہ جمیع مخلوقات نعوذ باللہ عالم الغیب ہے۔ انتہیٰ

اور حال یہ ہے کہ سلطان الواصلین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ کی کوئی کتاب "خزینۃ الاولیاء" نام کی نہیں جو کانپور میں طبع ہوئی ہو جسمیں مذکورہ بالا عبادت ہو۔

اسی پر بس نہیں۔ یہی دیوبندیوں کے شیخ الاسلام اسی کتاب میں چند سطر بعد پھر اپنی ایک اور کرامت کا اظہار فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں

"علاوہ ازیں جناب بندہ درہم ودینار (اس سے ان کی مراد، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ہیں غالباً دیوبندی لغت میں یہ گالی نہیں) کے دادا یعنی مولوی رضا علی خانصاحب "ہدایت الاسلام" مطبوعہ صبح صادق سیتاپور ص۲ میں فرماتے ہیں ــــ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بواسطہ تھا۔ یعنی بذریعہ وحی تعلیماً معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ علی قدر مراتب سب کو حاصل ہے اور علم غیب مطلق وبذات کا اعتقاد رکھنا مفضی الی الکفر ہے اور نص قطعی کے خلاف ــــ اسمیں تاویل اور ایر پھیر کرنا بے دین کا کام ہے۔"

یہاں بھی وہی قصہ ہے ــ کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے جد کریم حضرت مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی کتاب "ہدایت الاسلام" نام کی نہیں جو مطبع صبح صادق سیتاپور میں چھپی ہو، جسمیں مذکورہ بالا عبادت ہو۔ یہ شیخ الاسلام صاحب تو اپنے ابدی مقر تشریف لے گئے۔ ان کے فرزندوں، شاگردوں، مریدوں میں سے کوئی صاحب مذکورہ بالا کتابوں کا ہمیں پتہ ہی بتا دیں کہ دنیا کی کس لائبریری میں ہے ہم مشکور ہوں گے۔ ناظرین انصاف کریں جس کے مذہب کی بنیاد حقانیت پر ہوتی ہے کیا وہ اس طرح فرضی کتابیں فرضی عبارتیں اپنے عقیدے کی تائید میں گڑھا کرتا ہے۔ کیا جس کو اپنے مذہب کے حق ہونے کا یقین ہوگا وہ ایسی کرامتیں دکھائیگا۔ یہ جملہ معترضہ تو صرف ان اللہ والوں کے تعارف کے لئے تھا اب آیئے اصل بحث پر

تاویلات اور انکی حقیقت

گنگوہی صاحب کے نیازمندوں نے اپنی پوری ذہنی توانائی صرف کرکے ابتک اس کی توجیہہ میں جو کہا ہے وہ یہ ہے:

اعتراض اول کی توجیہہ

اس پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ براہین کی اس عبارت میں شیطان اور ملک الموت کے لئے جو علم ثابت مانا اسی کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شرک بتایا۔ جس سے ثابت ہوا کہ گنگوہی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ شیطان اور ملک الموت اس وحدہٗ لاشریک کے شریک ہیں اور یہ قطعی یقینی کفر ہے۔ اس کفر کو دفع کرنے کے لئے ایک نیازمند صاحب نے دس مقدمے قائم کئے اور پھر توجیہہ میں یہ خامہ فرسائی کی کہ

"شیطان اور ملک الموت کے لئے جو ثابت مانا گیا ہے وہ علم عطائی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیسے

اس تاویل نے ہمارے اس یقین کو اور پختہ کر دیا۔ کہ گنگوہی صاحب کے نیازمندوں کے ضمیر کی آواز یہی ہے کہ یہ الزام بالکل حق ہے، ورنہ یہ لوگ اتنے سادہ لوح نہیں کہ یہ بھی نہ جانتے ہوں کہ اس تاویل کا براہین کی اس عبارت سے اتنا بھی تعلق نہیں جتنا زمین کو آسمان سے ہے اس کے وجوہ مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلی وجہ

خود گنگوہی صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم عطائی ماننا شرک ہے، تقویۃ الایمان کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے

"بندہ کے نزدیک سب مسائل اس (تقویۃ الایمان) کے صحیح ہیں۔ اگر کوئی اس کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مبتدع، فاسق ہے اور تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے (فتاویٰ رشیدیہ ص۳۴ مطبوعہ کراچی)

تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اس کے استدلال بالکل کلام اللہ

اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا، پڑھنا، عمل کرنا عین اسلام ہے"۔
ایضاً صا۴ ، ۴۲

گنگوہی صاحب کے اس عین اسلام میں اشراک فی العلم میں لکھا ہے
"اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء سے رکھے خواہ بھوت سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دیئے سے۔ ہر طرح شرک ہے۔ (تقویتہ الایمان ص۸)

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ گنگوہی صاحب کو کیا مفید۔ کیا آپ گنگوہی صاحب کو تقویتہ الایمان نہ ماننے کی وجہ سے مبتدع اور فاسق بنانا چاہتے ہیں۔ خیر اختیار بدست مختار۔ آگے بڑھیئے۔

دوسری وجہ اختلاف کی بنیاد آپ کے مقتدا مولوی عبدالجبار عمر پوری کی یہ عبارت تھی۔

"ہر جگہ موجود اللہ تعالی ہے۔ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسرے کو عطا نہیں فرمائی"۔
یہ عبارت اسمیں صریح ہے کہ عمر پوری صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صفت عطائی ہی کی نفی کی ہے اور اسی کو گنگوہی صاحب کے پیر بھائی اور تمام دیوبندی افراد کے چچا پیر مولانا عبدالسمیع رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے انوار ساطعہ میں رد فرمایا۔ اس کا صاف اور صریح مطلب یہ ہوا کہ انوار ساطعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عطائی ہی علم ثابت فرمایا، اسی کا رد کرتے ہوئے گنگوہی صاحب نے براہین میں اسے شرک بتایا۔ تو ثابت کہ گنگوہی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم عطائی ماننا شرک ہے۔ اور یہی علم عطائی شیطان کے لئے گنگوہی صاحب نے ثابت مانا۔ تو آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوگیا کہ گنگوہی صاحب نے شیطان نیز ملک الموت کو خدا کا شریک مانا۔

تیسری وجہ گنگوہی صاحب کا بھی دعویٰ ہے اور آپ کو بھی تسلیم ہے کہ ان کے برادر طریقت اور آپ لوگوں کے عم طریقت مولانا عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے شیطان اور ملک الموت کی وسعت علم پر قیاس کر کے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کا علم محیط مانا ہے۔ اگر گنگوہی صاحب شیطان و ملک الموت کے لئے علم عطائی مانتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علم الٰہی کے اثبات کا رد کرتے تو اپنی فطرت سرشت کیمطابق فوراً کہدیتے کہ انوار ساطعہ کا مصنف مجنون ہے (جیسا کہ اکثر مقامات پریوں ہی برسے ہیں)۔ اسے یہ بھی تمیز نہیں کہ جب شیطان اور ملک الموت کا علم عطائی ہے تو اس پر قیاس کرکے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کیسے ثابت کر دیا ہے، کیا اسے یہ بھی خبر نہیں کہ قیاس میں مقیس علیہ کے حکم کو مقیس کے لئے ثابت کیا جاتا ہے اور یہاں مقیس علیہما کا علم عطائی ہے اور مقیس یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ذاتی۔ یہ نہ کہکر یہ کہنا کہ

"شیطان اور ملک الموت کے لئے وسعت علم ثابت ہے اور فخر عالم کے لئے کوئی نص قطعی نہیں بلکہ شرک ہے" اس سے گنگوہی صاحب نے صاف صاف بتا دیا کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم عطائی ماننے ہی کو شرک کہا ہے۔ اس لئے ہمارا اعتراض اپنی جگہ باقی ہے۔ اور ان کے نیازمندوں کی مذکورہ بالا توجیہہ براہین کی عبارت سے بالکل ہی بے تعلق ہے۔

چوتھی وجہ

گنگوہی صاحب نے ص۵۵ پر لکھا

"جس کا عقیدہ مؤلف کی تحریر کے موافق ہوگا البتہ وہ مشرک ہے"۔

اب فیصلہ اس پر ہے کہ ـــ انوار ساطعہ کے مصنف حضرت مولانا عبد السمیع صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عطائی اور بالواسطہ علم مانتے ہیں یا ذاتی، اگر انھوں نے انوار ساطعہ میں کہیں علم ذاتی مانا ہو تو گنگوہی صاحب کے نیازمندوں کی تاویل درست۔ اور اگر علم عطائی اور بالواسطہ مانا ہو تو تاویل مذکور تاویل نہیں۔ گنگوہی صاحب کی عبارت کی تبدیل اور ان پر افتراء ہے۔

پوری انوار ساطعہ پڑھ جائیے۔ کہیں بھی آپ کو یہ نہیں ملیگا کہ حضرت مولانا عبد السمیع صاحب نے علم ذاتی کا دعوی کیا ہے۔ اور علم ذاتی کا دعوی کرتے بھی کیسے جبکہ ان کا حرف حرف علم عطائی کی نفی کر رہا ہے۔ انھوں نے صرف ایک جگہ نہیں متعدد جگہ صراحت کیساتھ

علم ما کان و ما یکون کا اثبات فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ براہین طبع دوم کے ص۲۰ تا ص۲۰ پر انوار ساطعہ کی جو عبارت منقول ہے اس میں ایک جگہ ہے۔

" اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ اصل عالم الغیب اللہ تعالیٰ ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو بلا تعلیم حق جان سکے ہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو خبریں غیب کی دیتا ہے۔"

اس کے بعد ہے

شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا ـــــ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کو جانتے ہیں کہ وہ کس درجے کا ہے۔ فرشتے خبریں پہنچاتے رہتے ہیں اور نور نبوت سے حضرت پہچانتے ہیں سب امتیوں کو۔"

اس کے بعد ہے

محفل شریف میں کثرت سے درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ جب جلسہ کا درود شریف پہنچاتے ہوں گے، پھر کیوں نہیں خبر ہوتی ہوگی۔" اس جلسہ کی"

پھر لکھا

" فکر و غور، کرنا چاہئے ان حدیثوں میں۔ کہ امت کے اعمال پر مطلع کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز جمعہ اجمالاً۔ دوسرے ہر صبح شام بتفصیل۔"

اس کے بعد ہے

خبر ہو گئی ان وسائط سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

اس کے بعد لکھا

" آیات و احادیث و اقوال و مشائخ و علماء سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ انعقاد محافل میلاد کی آنحضرت صلی اللہ علیہ کو خبر بعض واسطوں سے پہنچ جاتی ہے۔"

انوار ساطعہ کی یہ عبارتیں انتہائی وضاحت کے ساتھ غیر مبہم طور پر بتا رہی ہیں۔ مؤلف

تو اور ساطعہ نے علم عطائی ہی کو ثابت مانا ہے۔ اسی کو گنگوہی صاحب نے کہا

"جس کا عقیدہ مولف کی تحریر کے موافق ہوگا البتہ وہ مشرک ہے"

تو ثابت ہوگیا کہ گنگوہی صاحب کا عقیدہ یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم عطائی ماننا شرک ہے اور اسی کو ص۵۵ پر لکھا

"فخر عالم کیلئے ثابت کرنا شرک نہیں تو ایمان کا کون سا حصہ ہے۔"

پانچویں وجہ براہین میں ص۵۵ پر ہے۔ "شیطان کو جو یہ وسعت علم دی۔"

اور اسی پر قیاس کر کے حضور کے لئے ماننے کو شرک کہا گزر چکا کہ قیاس میں وہی حکم مقیس کے لئے ثابت مانا جاتا ہے جو مقیس علیہ کے لئے ثابت ہو۔ اور شیطان کے لئے علم عطائی ہے تو گنگوہی صاحب نے علم عطائی ہی کے اثبات کو شرک کہا۔

چھٹی وجہ دور کیوں جایئے اسی عبارت میں ہے۔

"شیطان کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کیلئے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔"

اور آپ کا دعویٰ ہے۔ کہ شیطان کے لئے علم عطائی ثابت کیا ہے۔ تو اس کا حال دیکھ کر علم عطائی ہی ثابت ہوگا۔ اور اسی کو ایسا۔ شرک۔ کہا کہ اسمیں ایمان کا کوئی حصہ نہیں تو واضح ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم عطائی ماننے ہی کو گنگوہی صاحب نے شرک کہا۔

ساتویں وجہ یہیں متصل ہی آگے ہے

"شیطان کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔"

اس عبارت میں جس علم کو شیطان کے لئے نص سے ثابت مانا۔ اسی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی۔ اور اسے شرک کہا اس بنا پر کہ شیطان کے لئے نص ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نص قطعی نہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نص قطعی ہوتی تو مان لیتا۔ گنگوہی صاحب تو اب رہے نہیں یہ نیازمند

لوگ بتائیں۔ کیا گنگوہی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی مان لیتے ؟ سامنے کی بات ہے اور آپ لوگوں کو بھی تسلیم ہے کہ شیطان کا علم عطائی ہے۔ اور اسی کی حضور سے نفی کی تو علم عطائی ہی کی نفی کی اور اسی کو شرک کہا

آٹھویں وجہ ص۵۵ پر ہے

"شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ عقائد مسائل کے قیاسی نہیں بلکہ قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں۔ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ مولف قطعیات سے ثابت کرے ملخصاً"

یہ عبارت اس پر نص ہے کہ جس علم کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی، اسے اگر نصوص قطعیہ سے ثابت کیا ہوتا تو گنگوہی صاحب مان لیتے۔ اب سوال یہ ہے کہ۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی گنگوہی صاحب مان لیتے؟ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ذاتی کا اثبات نصوص قطعیات سے تو بہت دور کی بات ہے خبر آحاد سے بھی شرعاً ممکن ہے؟ اس لئے یہ ماننے بغیر چارہ نہیں کہ ساری بحث علم عطائی کے اثبات و نفی میں ہو رہی ہے۔ اسی کو حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب نے ثابت فرمایا اسی کو گنگوہی صاحب نے رد کیا اور علم عطائی ہی کے اثبات کو شرک کہا۔

چند اور شبہات اور انکے جوابات

گنگوہی صاحب کے نیازمند یہ بھی کہتے ہیں کہ گنگوہی صاحب نے خود ص۵۳ پر تصریح کر دی ہے کہ

"یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کرے جیسا جہلا کا عقیدہ ہے"

جبکہ گنگوہی صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ یہ بحث اس صورت میں ہے کہ علم ذاتی آپکو کوئی ثابت کرے۔ تو مصنف کی بیان کردہ مراد کیخلاف اس کی مراد بتانا انتہائی سنگین خیانت ہے۔

جواب ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔ کہ اولا۔ جب آٹھ وجوہ سے ثابت ہو چکا کہ ساری بحث از ابتدا تا انتہا علم عطائی میں ہے تو یہاں علم ذاتی کو علم عطائی کا مقابل سمجھنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا ورنہ ہم تو نہیں کہہ سکتے گستاخی ہوگی مگر لازم ضرور آئیگا کہ گنگوہی صاحب یہ عبارت لکھتے وقت با ہوش و حواس نہ تھے کاش کہ ایسا ہی ہوتا تو کم از کم براہین کی اس عبارت کیوجہ سے تکفیر سے بچ جاتے مگر ان کے نیاز مند آسمان سر پر اٹھالیں گے۔ ہمارے قاضی الحاجات، رحمۃ للعالمین، صدیق، فاروق، عثمان و علی، ابو حنیفہ، شافعی[ل] الخ کے عطر مجموعہ کو ایسا کہدیا۔ اس لئے مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ آپ سے کس نے کہدیا۔ کہ یہاں ذاتی عطائی کا مقابل ہے۔ کیا ذاتی کے اور معنیٰ نہیں جو یہاں بن سکیں اور عبارات میں خبط نہ ہو۔ کیا ذاتی عرضی کا مقابل نہیں آتا۔

ثانیاً:۔ یہاں ذاتی، عطائی کا مقابل نہیں۔ اس کو متصلاً گنگوہی صاحب نے خود ہی بتا دیا ہے۔ فرمایا

"جیسا جہلا کا عقیدہ ہے۔"

گنگوہی صاحب تو جا چکے آپ لوگ بتائیں۔ جہلا میں کس جاہل کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ذاتی بمعنیٰ مقابل عطائی کے ہے۔

ثالثاً:۔ آگے ہے

"جس کا عقیدہ مؤلف کی تحریر کیمطابق ہوگا البتہ وہ مشرک ہے۔"

چوتھی وجہ میں گزر چکا کہ انوار ساطعہ کے مصنف نے علم عطائی ہی کو ثابت فرمایا۔ اور اسے گنگوہی صاحب شرک کہہ رہے ہیں۔ کیا چند سطر پہلے جو لکھ چکے ہیں وہ یاد نہ تھا۔؟ افسوس ہے ان نیاز مندوں پر کہ گنگوہی صاحب کے کلام کو بھی نہیں سمجھ پائے۔

رابعاً:۔ پہلی وجہ میں گزر چکا کہ گنگوہی صاحب کا عقیدہ تقویۃ الایمان کیمطابق ہے

ل ملاحظہ ہو مرثیہ رشید احمد از مولوی محمود الحسن و تذکرۃ الرشید، از عاشق الٰہی میرٹھی

اور تقویۃ الایمان میں علم عطائی کو بھی شرک بتایا تو کیا براہین لکھتے لکھتے یہاں پہنچکر اپنے عقیدے سے مرتد ہوگئے کہ وہ یہاں ذاتی بول کر عطائی کا مقابل مراد لیں گے۔

اس جگہ علم ذاتی کا ذکر بالکل اسی طرح ہے جیسے تحذیر الناس کی ص۳ کی عبارت میں بالذات کی قید ہے کہ وہ بھی بوقت ضرورت کے لئے بڑھائی تھی۔ ورنہ حقیقت میں لغو اور مہمل ہے ویسے ہی یہاں۔ علم ذاتی۔ کا تذکرہ بھی۔ نوشتہ بکار آید کے طور پر ہے کہ بوقت ضرورت اس کی آڑ لی جائے۔

فرق یہ ہے کہ نانوتوی صاحب گنگوہی صاحب کی بہ نسبت زیادہ زیرک اور دور اندیش تھے تو انھوں نے قدم الخروج قبل الولوج کے طور پر پہلے لکھدیا۔ اور گنگوہی صاحب زود رنج جلالی بزرگ تھے اس لئے ابتداءً تو عقیدہ تھا لکھدیا۔ بعد میں ہوش آیا تو یہ ٹٹی کھڑی کر دی۔

خامسًا: گنگوہی صاحب کے نیازمندوں سے درخواست ہے کہ وہ گنگوہی صاحب پر ترس کھائیں۔ وہ بیچارے ایسی غلطی کیسے کر سکتے ہیں کہ ذاتی سے عطائی کا مقابل مراد لیں۔ جبکہ وہ غیر خدا کے لئے علم ذاتی کے اثبات کو کفر بھی نہیں مانتے، اپنے فتاویٰ میں لکھ چکے ہیں:

> جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود آپ کو بدون اطلاع حق تعالیٰ کے علم غیب تھا تو اندیشہ کفر کا ہے۔ کافر کہنے سے زبان روکے اور تاویل کرے۔
>
> (فتاویٰ گنگوہی مطبوعہ کراچی ص۹۶)

ب وہ تو ذاتی مقابل عطائی کو کفر بھی نہیں صرف اندیشہ کفر بتاتے ہیں تو براہین میں سے شرک کیسے کہدیں گے۔ کیا آپ لوگوں نے ان کو اتنا حواس باختہ سمجھ رکھا ہے۔

نعوذ باللہ من ذالک

۲) گنگوہی صاحب کے ایک نیازمند لکھتے ہیں

> ” مصنف براہین قاطعہ اس بحث میں اس قیاس کو رد فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اور ملک الموت کو علم کی یہ وسعت حاصل ہے تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی افضلیت کیوجہ سے اس سے زیادہ خود ہی پیدا کرلیں گے۔ اور اسی خیال کو صاحب براہین نے شرک قرار دیا ہے۔ براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر یہ ہے۔

تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جسقدر علم حق تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اور بتلادیا۔ اس سے ایک ذرہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے۔ فیصلہ ص ۱۲۴

جواب اولاً یہ عبارت اس کتاب میں کہاں ہے؟ آپ تو کبر سنی اور امراض مزمنہ کیوجہ سے معذور ہیں۔ آپ اس کا عذر پیش کرسکتے ہیں مگر اپنی جماعت کے کسی دیدہ ور کو حکم کرسکتے ہیں کہ وہ انوار ساطعہ کی وہ عبارت دکھا دیں جسمیں اس کے مصنف نے مذکورہ بالا قیاس کیا ہے۔ زبانی مناظروں کی روداد میں اہلسنت کے مناظرین پر افتراء کی عادت نے آپ کو اتنا جری کردیا ہے کہ چھپی ہوئی شائع شدہ بلکہ خود اپنے مذہب کی کتابوں کے ساتھ چھپی ہوئی کتاب پر افتراء کرنے لگے کیا اب آپ کا ایمان۔ انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون۔ پر بھی نہیں رہ گیا ہے۔

ناظرین اطمینان رکھیں۔ پوری انوار ساطعہ میں مذکورہ بالا قیاس کہیں نہیں کہیں نہیں، کہیں نہیں۔ البتہ عمر پوری صاحب کے اس قول پر۔ کہ یہ عقیدہ کہ "جہاں مولود پڑھا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں شرک ہے۔" بطور نقض انوار ساطعہ میں یہ ضرور ہے۔ کہ اگر محافل میلاد میں تشریف لانا شرک ہوتا تو کسی کو یہ قدرت نہ ہوتی کہ زمین میں جہاں چاہے جائے آئے۔ حالانکہ ملک الموت علیہ السلام کو یہ قوت ہے۔ بلکہ شیطان لعین کو بھی ہے، اس میں کہاں قیاس ہے۔ کہاں ہے کہ

جب شیطان اور ملک الموت کو علم کی یہ وسعت حاصل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی افضلیت کیوجہ سے اس سے زیادہ خود ہی پیدا کرلیں گے۔"

اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو آپ اور آپ کے ہمنوا کیا بولیں گے؟ ناظرین فیصلہ کریں کیا اپنے حریف پر بہتان باندھ کر، افترا کر کے کسی کا کفر اٹھ سکتا ہے۔ اس طرح تو ہر کافر اپنے کفر کو دفع کر سکتا ہے۔

جب انوار ساطعہ میں مذکورہ بالا قیاس کا وجود ہی نہیں تو اس پر براہین کی کفری عبارت کی تاویل کی بنیاد رکھنا بناء علی الباطل ہی نہیں بناء علی المعدوم ہے پھر اس تاویل کو براہین کی عبارت کی تاویل کہنا کسی طرح درست نہیں یہ کسی اور ذہنی عبارت کی تاویل ہوگی۔

ثانیا:۔ صاحب براہین نے جسے سب امت کا اعتقاد بتایا وہ امت کے نہ کسی فرد کا اعتقاد ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ ایسی احمقانہ بات پوری امت تو بہت عظیم ہے کسی عقل والے کا بھی اعتقاد نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی زیادہ علم عطائی ثابت کرے تو شرک کس منطق سے ہوگا، یہ کسی عاقل کی سمجھ میں آسکتا ہے؟ یہ زائد علم عطائی زیادہ سے زیادہ باطل ہوگا۔ شرک کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ ایسے اعتقاد کو پوری امت کا اعتقاد بنانا افترا اور بہتان ہے۔

ثالثا:۔ پوری امت نہیں، امت کے دو چار ہی مستند و معتمد افراد کا قول دکھا دیجئے۔ کہ انھوں نے اس اعتقاد کو شرک لکھا ہے۔

رابعا:۔ براہین کے مؤلف گنگوہی صاحب جانتے تھے کہ میں پوری امت پر افترا کر رہا ہوں۔ اس پر گرفت ہوگی۔ مطالبہ ہوگا کہ دکھاؤ امت کے کن کن افراد نے اپنا یہ اعتقاد بتایا ہے۔ پھر بڑی رسوائی ہوگی۔ اس لئے اخیر میں پینترا بدل دیا۔ اور یوں لکھا دیا۔

"سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہوتا ہے"

آپ کے سارے نیازمندوں کو صلائے عام ہے۔ سب کتب شرعیہ سر دست رہنے دیجئے۔ دو چار ہی کی وہ عبارتیں دکھادیں جس سے وہ احمقانہ اعتقاد مستفاد ہوتا ہے۔ ہم ناظرین کو اطمینان دلاتے ہیں کہ جب سو سال سے وہ عبارتیں نہ دکھا سکے تو اب کون ہے جو دکھا دے یہ کتب شرعیہ پر گنگوہی صاحب کا افترا اور بہتان ہے۔ اور اگر امت سے مراد آپ کی

اپنی امت، ہو تو دوسری بات ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو گھٹانے کی سزا میں جب کہیں پناہ نہیں ملی تو افترا پر افترا کر رہے ہیں۔ بہتان پر بہتان باندھ رہے ہیں۔ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور ان کی محبت کا یہی تقاضا ہے؟ ہنود و یہود، نصاریٰ و مجوس نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں یہ دھندے نہ کئے ہوں گے۔

خامسًا:۔ پوری امت کا یہ اعتقاد کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ یہ اعتقاد عوام ہی نہیں خواص کو مشرک بنانے کی خود کار (آٹو میٹک) مشین ہے۔ ناظرین ملاحظہ کریں۔ نانوتوی صاحب کے ایک مرید نے کہا کہ نانوتوی صاحب کا علم گنگوہی صاحب سے زیادہ تھا اس پر گنگوہی صاحب کے مرید نے کہا، نہیں۔ گنگوہی صاحب کا علم نانوتوی صاحب سے زیادہ تھا۔ ظاہر ہے ان دونوں میں ایک ضرور غلط کہہ رہا ہے۔ تو وہ اس آٹو میٹک کفری مشین کی رو سے ضرور بالضرور مشرک اس لئے کہ اس نے اپنے ممدوح میں اس سے زیادہ علم مانا۔ جتنا اللہ عزوجل نے دیا تھا۔ اس لئے اس آٹو میٹک کفری مشین کی رو سے مشرک۔

پھر یہ بحث انھیں دونوں میں منحصر نہیں۔ اور بھی دیوبندی بزرگوں میں ہو سکتی ہے بلکہ ہوئی ہے اور ہوتی رہتی ہے مثلاً انبیٹھی صاحب کا علم زیادہ ہے یا تھانوی صاحب کا۔ انور صاحب کشمیری کا زیادہ ہے یا عثمانی صاحب کا۔ زکریا صاحب کا زیادہ ہے یا ٹانڈوی صاحب کا۔ اور اس قسم کے ہر اختلاف میں ایک ضرور مشرک ہوا۔ بلکہ یہ مقابلہ اور اختلاف امت کے کسی بھی دو عالم کے مابین ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہوا ہے اور ہوگا۔ تو ان میں ـــــ فریق دیوبندی مذہب کی اس آٹو میٹک مشین کی رو سے مشرک ہوا۔

سادسًا:۔ ان سب خرافات کی بنیاد ہی فاسد ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کا علم محیط نہیں عطا فرمایا۔ اور یہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصنیفات مبارکہ الدولۃ المکیۃ، الفیوض ... لکھیں۔ ابناء المصطفیٰ، خالص الاعتقاد وغیرہ میں اور ان کے خلف الرشید وارث علم و فضل، ان کے جانشین حضرت مفتی اعظم ہند مولانا

مصطفےٰ رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ادخال السنان میں اور ان کے خلیفہ حضرت صدرالافاضل علامہ نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے الکلمۃ العلیا میں۔ قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور سیکڑوں احادیث سے ثابت فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جمیع ماکان و مایکون کو محیط ہے جس میں زمین ضرور داخل۔ یہ وہ رسائل ہیں جن کے جواب سے تمام منکرین علم غیب آجتک عاجز ہیں۔ جبکہ ان میں سے بعض کو ایک صدی کے قریب ہورہا ہے اب کیا امید کہ کوئی جواب دے پائیگا۔ تو جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین ہی کا علم محیط نہیں اس سے لاکھوں گنا زائد اللہ عزوجل نے عطا فرمایا تو اس گنگوہی مغالطہ عامۃ الورود سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین کا علم محیط ثابت کرنا شرک نہ ہوا۔ پھر اس مغالطہ عامۃ الورود کے ذکر سے فائدہ؟ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ پوری امت پر افترا کیا۔ بہتان باندھا اور کال نہ کٹا۔ کیسے کٹے۔ ع دروغ را فروغ نہ باشد۔ مگر دیوبندیوں کا اصول یہ ہے الکذب ینجی والصدق یھلک۔

تیسرا شبہہ گنگوہی صاحب کے نیاز مندیہ بھی کہتے ہیں کہ شیطان کو جو علم دیئے گئے وہ رذیل اور حقیر تھے اور ان رذیل و حقیر علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ماننا شرک ہے۔

جواب اولاً شیطان کو جو علوم رذیلہ، حقیرہ حاصل ہیں وہ اللہ عزوجل کی عطا سے حاصل ہیں یا اللہ عزوجل کی عطا کے بغیر اس نے خود پیدا کر لئے ہیں۔ بر تقدیر ثانی۔ اس کا علم ذاتی ہوا اور آپ سب لوگوں کو تسلیم کہ ذاتی خاصہ خدا ہے۔ تو لازم کہ گنگوہی صاحب کے عقیدے کے مطابق شیطان خدا ہے یا خدا کا شریک۔ اور بر تقدیر اول جب وہ علوم اللہ عزوجل کی عطا سے شیطان کو حاصل ہوئے۔ تو لازم کہ اللہ عزوجل خود اس سے متصف ہو۔ اور بقول آپلوگوں کے یہ علوم رذیل و حقیر تو لازم کہ اللہ عزوجل حقیر و رذیل کیساتھ متصف بالفعل ہے اور یہ کفر ہے۔

حرامکاری پر اکساتا ہے اس لئے وہ شیطان ہے خبیث ہے۔

کسی کے خواب میں بھی یہ وہم نہ ہوگا کہ گنگوہی صاحب کے نیازمند اس فرق کو نہ جانتے ہوں گے، ضرور جانتے ہیں خوب جانتے ہیں۔ صرف بیچارے عوام کے ذہن کو اس عبارت کے کفر سے پھیرنے کے لئے، اتنی بڑی جسارت کر رہے ہیں کہ ارتکاب کے قبیح ہونے کو علم کے قبیح ہونے پر ڈھال دیا گیا اسی کا نام توجیہہ ہے کیا اسی کا نام تاویل ہے۔ کسی مجرم کے جرم کو چھپانے کے لئے آنکھوں میں دھول جھونکنا اس جرم میں شریک ہونا اور خود بہت بڑا جرم ہے۔ الحکم اذا مثلھم۔

دوسرے اعتراض کی توجیہہ اور اس کا رد

براہین کی عبارت میں دوسرا کفر یہ تھا کہ کفر و شرک کو نص سے ثابت مانا۔ یہ کفر پہلے کفر کی فرع ہے۔ اگر پہلا اٹھ جاتا تو یہ خود بخود ختم ہو جاتا مگر جب پہلا کفر ثابت ہے تو یہ بھی ثابت ہے۔

تیسرا کفر

شیطان لعین کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زائد ماننا

اس عبارت کا اخیر حصہ یہ ہے:

"شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

اس عبارت میں خط کشیدہ جملہ "فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟" بہ بانگ دہل پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اس عبارت کا قائل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ مطلقاً وسعت علم کا انکار کر رہا ہے۔ یہاں کسی خاص علم کی تخصیص نہیں کی ہے نہ زمین کے علم کی اور نہ اِس علم کی اور نہ اُس علم کی۔ تو بداہۃً یقیناً قطعاً یہ مطلق وسعت

علم کی نفی ہوئی اور اس کا دد، دو چار کی طرح یہی مطلب ہوا کہ۔ گنگوہی صاحب یہی بتا رہے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وسیع نہیں۔ اور شیطان کیلئے صاف صاف لکھا ہے کہ یہ یعنی علم کی وسعت نص سے ثابت ہے تو صاف صاف عیاں ہے کہ گنگوہی صاحب نے شیطان لعین کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زائد مانا۔

توجیہہ اور اس کی تردید

گنگوہی صاحب کے نیاز مندوں نے اس کفر کو اٹھانے کے لئے جو جو جتن کئے ہیں۔ سب کے بیان کے لئے دفتر درکار ہے۔ زیادہ تر یہ کہا ہے۔ کہ نفی صرف زمین کے علم محیط کی ہے اور شیطان کے لئے اس کو ثابت مانا گیا ہے۔ ایک جزئی علم کے شیطان کے لئے ثابت ماننے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس مخصوص جزئی کا علم ثابت نہ ہونے سے شیطان کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم ہونا لازم نہیں آتا جبکہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوسرے ایسے علوم کثیرہ مانتے ہیں جو شیطان کو حاصل نہیں۔

تردید براہین میں کہیں صرف زمین کے علم محیط کی نفی ہوگی۔ یہاں نہ زمین مذکور ہے نہ اس پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ مثلاً اسم اشارہ یا ضمیر وغیرہ یہ، اِس، اُس وہ۔ بغیر ان قیودات کے مطلق وسعت علم کی نفی کی ہے اور مطلق کی نفی کیلئے استغراق لازم ہے۔ اگر مطلق کی نفی کے لئے استغراق لازم نہ ہو تو مطلق کی نفی نہ ہوگی۔ کیونکہ مطلق کا اثبات اس کے کسی ایک فرد کے اثبات سے ہوجاتا ہے تو اگر مطلق کی نفی کا مطلب یہ ہو کہ اس کے کچھ افراد کی نفی ہو کچھ کا اثبات تو حقیقت میں یہ مطلق کی نفی نہیں بلکہ مطلق کے بعض افراد کی نفی ہوئی اور مطلق کا اثبات ہوا۔ مثلاً کسی نے کہا میں نے مدینہ طیبہ نہیں دیکھا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آج تک کبھی نہیں دیکھا ہے۔ نہ بچپنے میں نہ جوانی میں نہ بڑھاپے میں نہ اکیلے نہ کسی کے ساتھ۔ اس کا یہ مطلب

نہیں ہوتا کہ بچپنے میں دیکھا ہے جوانی اور بڑھاپے میں نہیں دیکھا ہے یا جوانی میں دیکھا ہے بچپنے اور بڑھاپے میں نہیں دیکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کا سبب یہی ہے کہ مطلق کی نفی اسی وقت صحیح ہے جب استغراق ہو۔

یہاں براہین میں جب مطلق وسعت علم کی نفی ہے تو اسے بھی استغراق لازم۔ اب اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ گنگوہی صاحب یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں ـــ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی علم کی وسعت ثابت نہیں۔ نہ زمین کے علم کی نہ آسمان کے علم کی نہ دینی علم کی نہ دنیوی علم کی۔ نیز یہ بھی کہ کسی بھی علم کی وسعت ثابت ماننا شرک ہے خواہ دنیوی علوم کی وسعت مانیں خواہ دینی بہر حال شرک ہے۔

اگر گنگوہی صاحب کا منشا صرف علم محیط زمین کی نفی ہوتا تو یوں لکھتے ـــ شیطان کے لئے زمین کا علم محیط نص سے ثابت ہے اور فخر عالم کے علم محیط زمین کی کونسی نص قطعی ہے ـــ اختصار ملحوظ ہوتا تو یوں لکھتے ـــ فخر عالم کی اس وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے ـــ یہ نہ کہہ کر بصیغہ اطلاق یوں کہنا۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ ـــ صاف صاف بتا رہا ہے کہ ان کی مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلق علم کی نفی ہے۔ اس لئے یہ مانے بغیر کسی انصاف پسند کو چارہ نہیں کہ گنگوہی صاحب نے اس عبارت میں شیطان لعین کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع مانا اور اس عبارت پر ہمارا یہی الزام ہے جو بلا کسی ادنیٰ شک وشبہ کے ثابت ہے اور گنگوہی صاحب کے نیاز مندوں کی تاویل مذکور اس عبارت کی تاویل نہیں تحویل و تبدیل ہے بلکہ تحریف ہے۔

دوسرے علماء کی تائیدات

مناظرہ بھاولپور

آج ایک صدی سے زائد ۱۳۰۶ھ کی بات ہے۔ ریاست بھاولپور میں براہین کی مختلف عبارتوں کے ساتھ اس کی مذکورہ بالا عبارت پر بھی ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا۔ جسمیں دیوبندیوں کی طرف سے

س وقت کے سب سے بڑے عالم ان کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب اور خود انبیٹھی صاحب بھی شریک ہوئے تھے جن کے نام سے براہین چھپی ہے۔ اہلسنت کیجانب سے امام المناظرین حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری مناظر تھے اور چاچڑاں شریف کے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مناظرے کے حکم تھے۔ جو نواب بھاولپور کے پیر، مرشد تھے حضرت موصوف نے اس مناظرے پر جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے [۱]

"مؤلف مذکور مع اپنے معاونین کے وہابی اہلسنت سے خارج ہے"

جس کے نتیجے میں انبیٹھی صاحب بھاولپور سے نکالے گئے۔

یہ مناظرہ تحریری تھا۔ اس کی روداد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل کے نام سے چھپ چکی ہے۔ اس میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے براہین کی اس عبارت پر انبیٹھی صاحب کو یہی الزام دیا ہے۔ کہ انھوں نے اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان کے علم سے کم لکھا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

"فقیر کان اللہ لہٗ کا اعتراض یہ ہے ۔ کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے یہ نہایت درجہ کی توہین ہے [۲]۔

اسی تقدیس الوکیل کی تصدیق میں مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے لکھا ہے:

"میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے۔ بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کمتر ہے اور اس عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا [۳]

حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی وہ بزرگ ہیں جنھیں سلطان ترکی نے پایۂ حرمین کا خطاب دیا۔ اور جنھیں خود براہین ہی میں [۴] ہمارے شیخ الہند مولوی رحمۃ اللہ

---

[۱] تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص ۲

[۲] ایضاً ص ۱۹۳ [۳] ایضاً ص ۴۱۹ [۴] براہین ص ۲۳

ـــ لکھا۔ یہ بھی اس عبارت سے وہی سمجھے جو دوسرے علماء اہلسنت نے سمجھا۔

خود حضرت مولانا غلام دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نہ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ کے تلمیذ ہیں۔ نہ ہم سبق ہیں، نہ پیر بھائی ہیں۔ انھوں نے بھی اس عبارت کا یہی مطلب سمجھا اور انبیٹھی صاحب اور محمود الحسن صاحب کو رد و رد و الزام دیا۔ جس کی وہ لوگ کوئی ایسی توجیہہ نہ کر سکے جس کی رو سے اس عبارت کا کوئی ایسا مطلب نکلتا جس کی بنا پر یہ عبارت کفر نہ رہتی۔ تو جب جن بزرگ کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے جو بقلم نیاز مندانِ گنگوہی صاحب مصنف ہیں تو اگر بفرض محال اب کوئی صاحب کوئی دوسرا مطلب نکال بھی لیں تو انھیں یا گنگوہی صاحب کو کیا مفید۔ واضح ہو کہ گنگوہی صاحب اس وقت بقید حیات اور بقید ہوش و حواس تھے اگر اس عبارت کا کوئی مطلب اور ہوتا تو وہ ضرور بتاتے، ان کے دو عظیم مرید اور خلیفہ اس مناظرے میں شریک تھے۔ انھوں نے واپس آکر روداد ضرور سنائی ہوگی۔ مناظرے میں نہ بتا سکے تھے تو بعد میں بتا دیتے۔ نظام الملک اخبار میں وہ بھی چھپ جاتا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ گنگوہی صاحب کے پاس بھی اس کی کوئی تاویل نہیں تھی جو انھیں کفر سے بچا سکے۔ آخر اس صریح جملے کی کیا تاویل ہو سکے گی۔

"فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؛ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے؟"

اس کا صاف صریح مطلب صرف یہ ہے کہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی نہیں یہ نصوص کے خلاف ہے اور شرک ہے۔

تھانوی صاحب کی کفری عبارت

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی ایک کتاب "حفظ الایمان" کے ص۸ پر لکھا:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچے) و مجنون (پاگل)، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔"

چند سطر بعد ہے

"اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔"

اس عبارت کا صاف صاف صریح وہ بھی صریح متعین مطلب یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس، زید و عمرو بلکہ بچوں، پاگلوں بلکہ جانوروں، چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی۔ یا[1] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ان کے مساوی بتایا۔ اور اس پر فریقین کا اتفاق کہ ان دونوں باتوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی توہین اور تحقیر ہے اور کسی نبی کی توہین وہ بھی سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین باجماع امت کفر ہے اور توہین کرنے والا کافر۔

اس عبارت سے مضمون مذکور بلا کسی ابہام و خفا کے بے ہیر پھیر کے واضح ہے۔ مزید توضیح کے لئے عرض ہے:

---

[1] یہ تردید اس بنا پر ہے کہ تھانوی صاحب کے نیاز مند خود آپس میں الجھے ہوئے ہیں کہ اس عبارت میں ... "ایسا" تشبیہ کے لئے ہے یا "اتنا" اور اس قدر کے معنی میں۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۱) ابتدا میں ہے ۔ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا ۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے ۔ یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے ۔ اسلئے کہ حکم کے یہی معنیٰ ہیں کہ ایک چیز دوسرے کے لئے ثابت کیجائے ۔ آگے ہے ۔ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب ۔ اس عبارت میں ۔ اس ۔ کا اشارہ پہلا ذکر کردہ غیب ہے یعنی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے جو حضور کو حاصل تھے ۔ اس لئے بعض غیب سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا علم غیب مراد ہوا ۔ اور یہی مراد ہونا متعین ہے ۔ اس لئے کہ مقسم کا صدق اقسام پر ضروری ہے ورنہ قسم قسم نہ رہے ۔ بیگانہ محض ہو جائے ۔

اس کے بعد اسی بعض علم غیب کو جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں ۔ یہ کہا ۔ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے ۔

اس لئے بلا کسی ادنیٰ شک و شبہہ اور بغیر ذرہ برابر تردد کے واضح ہو گیا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی یا ان کے برابر بتایا ۔ اسی کو اور مختصر عبارت میں یوں کہہ لیجئے ۔ کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو علم غیب حاصل مانا بقول زید اس کی دو قسمیں کیں ۔ بعض غیب یا کل غیب ۔ کل کے حاصل ہونے کو عقلاً نقلاً باطل مانا ۔ تو لازم کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب حاصل مانا ۔ اور اسی کے بارے میں لکھا کہ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر یعنی ہر کس و ناکس بلکہ بچوں پاگلوں، چوپایوں کو بھی حاصل ہے ۔ اب اگر لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے لئے مانیں تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ارفع و اعلیٰ کو ان خسیس چیزوں کے کہتر و ادنیٰ علم سے تشبیہ دی ۔ اس میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے ۔

اور اگر ۔ لفظ ایسا ۔ کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں ۔ تو لازم کہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وافر وکثیر کو جس کی مقدار کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل بھی نہیں جان سکا۔ ان رذیل چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ یہ بھی بدترین توہین ہے۔

حسام الحرمین کی اشاعت کے بعد سے اب تک حفظ الایمان کی اس عبارت کی تاویل میں تھانوی صاحب کے چھوٹے بڑے تمام نیازمندوں نے ایڑی چوٹی تک زور لگایا مگر کوئی بزرگ اس کی ایسی تاویل نہ کر سکے جو اس عبارت کی تاویل ہو اور کفر نہ ہو۔ کتابچوں پر کتابچے لکھے۔ اشتہار پر اشتہار چھاپے۔ تقریریں کیں مناظرے کئے۔ مگر ہوا یہی کہ اس عبارت کو جس قدر بنانے کی کوشش کی اتنے ہی الجھتے گئے۔ جتنی زیادہ صفائی کی جدوجہد کی اتنا ہی زیادہ اس عبارت کا کفر اجاگر ہوتا گیا۔ اس کی تفصیل اگرچہ بہت مفید اور دلچسپ ہے۔ مگر ہمارا مقصود اس وقت صرف الزام دینا نہیں بلکہ افہام وتفہیم ہے اس لئے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف بنیادی بات پر بحث کرتے ہیں۔

اب تک اس عبارت کی تاویل میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے،

"کہ اس عبارت میں "ایسا" سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم نہیں بلکہ مطلق بعض ہے اس لئے یہ عبارت بے غبار ہے"

اس موضوع پر لکھے ہوئے سارے کتابچوں، مناظرے کی روداد وں کو دیکھ ڈالئے سب میں قدر مشترک یہی نکلے گا۔ البتہ طرز بیان، طرز استدلال الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ مگر محور یہی ہے۔

یہ تاویل نہیں عبارت کی تبدیلی ہے

ہمارا یہ کہنا ہے کہ — یہ کہنا کہ لفظ ایسا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک مراد نہیں مطلق بعض مراد ہے۔ اس عبارت کو مسخ کرنا اور بالکلیہ بدل دینا بلکہ مہمل اور لغو بنا دینا ہے۔

اولاً لفظ "ایسا" سے جو بھی مراد ہو اس کا پہلے ذکر ہونا لازم ہے۔ ورنہ ایسا کہنا مہمل

ہوگا۔ اور اس سے پہلے صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک مذکور ہے۔ اس لئے اس سے صرف وہی مراد ہو سکتا ہے۔ مطلق بعض مذکور ہی نہیں اس لئے وہ کسی طرح مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے علم مبارک کی۔ بعض غیب اور کل غیب کی طرف تقسیم کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک مقسم ہے۔ اور بعض غیب اور کل غیب اس کے اقسام۔ اور اقسام پر مقسم کا صدق لازم ورنہ اقسام اقسام نہ رہیں۔ اجنبی محض ہو جائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مقسم مع قید ہی کا نام قسم ہے۔

مثلاً نحوی کلمہ کی تین قسمیں اسم، فعل، حرف کرتے ہیں۔ کلمہ ہی کیساتھ جب، معنی مستقل پر دلالت اور عدم اقتران بزمان کی قید لگاتے ہیں تو وہ اسم ہے۔ اور کلمہ ہی کے ساتھ جب معنی مستقل پر دلالت کرنے اور اقتران بزمان کی قید لگاتے ہیں تو وہ فعل ہے۔ علی ہذا القیاس۔ کلمہ کیساتھ معنی غیر مستقل پر دلالت کرنے کی قید لگا دیں تو حرف ہے اس لئے اسم اور فعل اور حرف تینوں کا کلمہ ہونا ضروری ہے، جو لفظ کلمہ نہ ہوگا وہ نہ اسم ہوگا نہ فعل نہ حرف۔

اسی طرح جب تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی دو قسمیں کیں۔ بعض اور کل۔ تو یہاں بعض سے مراد حضور ہی کا علم ہوگا نہ کہ مطلق بعض۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ نہ مطلق بعض مذکور ہے نہ وہ لفظ ایسا ہے مراد ہو سکتا ہے اُسے مراد بتانا عبارت کو مہمل بنانا ہے۔

اس ایراد سے بچنے کے لئے تھانوی صاحب کے نیاز مند یہ کہتے ہیں کہ یہاں اس کی بحث ہی نہیں کہ حضور کو علم غیب حاصل تھا یا نہیں۔ بحث اس سے ہے کہ آپ کی ذات پر عالم الغیب کا اطلاق درست ہے کہ نہیں یعنی آپ کو عالم الغیب کہنا صحیح ہے کہ نہیں؟ کیا کروں۔ میں نہیں چاہتا کہ کچھ کہوں۔ مگر یہاں اتنا کہے بغیر چارہ نہیں کہ۔ آم بول کر املی مراد لینا اگر درست ہے تو ضرور ہے تھانوی صاحب کے اس قول ــ "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو" کا مطلب۔ عالم الغیب کا اطلاق

صحیح ہو۔ درست ہو سکتا ہے؟ پھر اس طرح تو نہ کوئی کفر، کفر رہے گا۔ نہ کوئی گالی، گالی رہے گی۔ ایک مسخرے نے زید کو حرامی کہا۔ زید نے غصے میں آکر اسے جاں نثار سید کرنا چاہا تو مسخرے نے کہا۔ زید تو جاہل ہے۔ حرامی کے معنیٰ عزت والا ہے۔ مسجد حرام، شہر حرام، بلد حرام میں دیکھ "حرام" کے معنیٰ عزت والے کے ہیں۔ اسی سے حرامی بنا ہے۔ کیوں خفا ہو رہا ہے۔ زید تو زید کوئی عزت والا آدمی اس مسخرے کی بات مان لے گا؟ واقعی یہاں حرام کے معنیٰ عزت والے کے تھے بھی مگر اس مسخرے کی تاویل قبول نہ ہوئی۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں۔ جو ہے "علم غیب کا حکم کیا جانا" اس میں اور عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا۔ میں یہ بھی تعلق نہیں۔

اب یا تو یہ کہئے کہ تھانوی صاحب خود اطلاق اور حکم کے فرق کو نہیں جانتے تھے یا آپ لوگ نہیں جانتے۔ مگر یہ دونوں کی جناب میں گستاخی ہے۔ ہم حدادب میں رہتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ــــ

تھانوی صاحب بھی جانتے تھے اور آپ لوگ بھی جانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں۔ اور جان بوجھ کر عوام کو مغالطے میں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تھانوی صاحب نے بالقصد والارادہ ــ عالم الغیب کا اطلاق ــ کے بجائے "علم غیب کا حکم کیا جانا" لکھا ہے اور آپ لوگ بھی دونوں کے فرق کو جانتے ہوئے ان کی مراد و منشا کے خلاف ان کے کلام کو بدل رہے ہیں۔

اطلاق اور حکم کا فرق

مگر عوام بیچارے نہیں جانتے وہ الجھن میں ہوں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اطلاق اور حکم کا فرق کو واضح کر دیا جائے۔ اس کو مثال سے سمجھئے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات سے زیادہ عزت و جلالت حاصل ہے۔ مگر نام نامی کے ساتھ عزوجل کہنا ممنوع ہے اس لئے کہ یہ صیغہ اللہ عزوجل کیساتھ عرف اور شرع میں خاص ہے۔ اس بنا پر اس کا اطلاق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر

تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے الخ لیکن اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاصف النعل" (جفت دوز) اور حالب الشاۃ (بکری دوہنے والا) نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔ فیصلہ ص۱۴۰

اس سے معلوم ہوا کہ کہیں کوئی حکم صحیح ہو تو اسے یہ لازم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی درست ہو۔ ایسا بہت ہے کہ حکم صحیح ہے مگر اطلاق ممنوع ہے۔ یہ قصہ یہاں بھی ہے کہ جب قرآن مجید اور احادیث کثیرہ اور اقوال سلف وخلف سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بعطاء الٰہی حاصل ہے تو حضور کی ذات مقدس پر علم غیب کا حکم کیا جانا صحیح ہے۔ مگر چونکہ۔ لفظ عالم الغیب۔ کا اطلاق اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے تو حضور کی ذات مقدس پر لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق صحیح نہیں۔

اس لئے تھانوی صاحب کے نیازمندوں کا "حفظ الایمان" میں وارد اس جملے سے کہ لکھا

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر صحیح ہو" سے "لفظ عالم الغیب" کا اطلاق مراد لینا باطل ہے اور بالکل ایسے ہی ہے جیسے آم بول کر املی مراد لی جائے۔

بناءً علیہ یہ قطعی ہے کہ یہاں گفتگو لفظ "عالم الغیب" کے اطلاق کی نہیں۔ علم غیب کے حکم کئے جانے یعنی اس کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا یا نہیں۔ اسی کے لئے پوری عبارت لائی گئی ہے۔ اس لئے یہاں مقسم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک ہوا۔ اور بعض غیب اور کل غیب اسی کے اقسام تو۔ بعض علوم غیبیہ سے حضور ہی کا علم مراد ہونا متعین۔ اور اسی کو کہا: "ایسا علم تو زید و عمرو و بکر الخ" تا نیاً۔ چلئے آپ کی ضد سے تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں کہ لغت اور عرف کے خلاف آسمان بول کر ریسمان ہی مراد ہے اور علم غیب کے حکم کرنے سے "عالم الغیب" کا اطلاق مراد ہے تو گذارش ہے کہ۔ یہ اطلاق اسی وقت درست ہوگا جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہو، آپ کے لئے علم غیب ثابت ہو، کیونکہ مبداً اشتقاق کے

ثبوت کے بغیر مشتق کا کسی چیز پر اطلاق بداہۃ باطل ہے مثلاً جسے علم حاصل نہ ہوا سے عالم کہنا درست نہیں۔ اس پر عالم کا اطلاق باطل

یہاں تھانوی صاحب "عالم الغیب" کے اطلاق کی صحت تسلیم کر کے اس پر اعتراض کر رہے ہیں۔ تو اسے لازم کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ثابت بھی مانیں۔ ورنہ اتنی لمبی عبارت کی ضرورت ہی نہ تھی، اتنا کہنا کافی تھا۔ کہ چونکہ حضور کو علم غیب حاصل نہیں اس لئے آپ کی ذات پر علم غیب کا اطلاق باطل۔ جیسے زید کو علم حاصل نہ ہوا اور کوئی اسے عالم کہے تو اس کے بطلان میں اتنا کہنا کافی ہے کہ اسے علم ہی نہیں پھر عالم کہنا کسی طرح درست نہیں۔

اس لئے ماننا پڑے گا کہ تھانوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت مان کر گفتگو کر رہے ہیں کہ

اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل

اس میں۔ اس غیب سے مراد وہ غیب ہو گا جو عالم الغیب کے اطلاق کی علت ہے اور یہ علت وہی علم غیب ہے جو حضور کو حاصل ہے۔ کیونکہ جو حاصل نہ ہو وہ اطلاق کی علت ہی نہیں۔ تو اب یقیناً وہی علم غیب رہا جو حضور کو حاصل ہے۔ اور بعض غیب اسی کی قسم تو اب۔ بعض علوم غیبیہ سے مراد بلا شک و شبہ حضور ہی کے علوم غیبیہ ہوئے اور انہیں کو کہا۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر الخ

ثالثاً۔ "ایسا" اگر کلمہ تشبیہ ہے۔ جیسا کہ صاحب الشہاب الثاقب نے لکھا ہے

حضرت مولانا (تھانوی) لفظ "ایسا" فرما رہے ہیں۔ لفظ اتنا تو نہیں فرما رہے ہیں۔ اگر لفظ "اتنا" ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔ یہ محض جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔ اس سے بھی قطع نظر کریں تو لفظ "ایسا" تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔" ص ۱۰۳

"ادھر لفظ "اتنا" نہیں کہا۔ بلکہ تشبیہ فقط بعضیت میں دے رہے ہیں۔" ص ۱۰۳

اب تھانوی صاحب کے تمام نیاز مند سنبھل جائیں۔ تشبیہ کے تین رکن ہیں۔ مشبہ، مشبہ بہ، وجہ شبہ۔ یعنی ایک وہ جس کو تشبیہ دی گئی۔ دوسرے وہ جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی، تیسرے کس بات میں تشبیہ دی گئی۔ مثلاً کسی نے کہا۔ زید شیر کے مثل ہے۔ تو زید مشبہ، شیر مشبہ بہ، بہادری وجہ شبہ۔ حفظ الایمان کی عبارت میں مشبہ بہ صراحۃً مذکور ہے۔ یعنی زید و عمر و بکر، ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کا علم۔ اور وجہ شبہ صاحب "الشہاب الثاقب" نے بتادیا۔ فرمایا "تشبیہ فقط بعضیت میں ہے" اب سوال یہ ہے کہ "مشبہ کیا ہے؟ مطلق بعضیت میں" زید و عمرو و بکر بلکہ ہر بچے، پاگل ہر جانور، ہر چوپائے کے علم سے، کس کے علم کو تشبیہ دی ہے؟ ادنیٰ سمجھ رکھنے والا بھی پکار اٹھے گا کہ یہاں مشبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا علم غیب ہے۔ مطلق بعض مشبہ نہیں ہوسکتا کیونکہ مذکور ہی نہیں۔ مذکور تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض علم غیب ہیں۔ اس لئے یہ صاحب الشہاب الثاقب کی کہ مکرنی کے برعکس مکرنی ان کہی ہوگئی علاوہ ازیں۔ تشبیہ فرد کی فرد سے ہوتی ہے۔ فرد کی مطلق سے نہیں ہوتی۔ فرد کی مطلق سے تشبیہ لغو اور مہمل ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے۔ زید عمرو کے مثل ہے، شیر کے مثل ہے، یہ کہنا لغو ہے کہ زید مطلق انسان کے مثل ہے اس لئے اگر مطلق بعض کو مشبہ ٹھہرائیں گے تو پھر حفظ الایمان کی عبارت مہمل ہو جائے گی۔ تو متعین کہ مشبہ حضور ہی کا علم پاک ہے۔

رابعاً: اگر لفظ "ایسا" کو تشبیہ کے لئے نہ مانیں بلکہ اتنا اور اسقدر کے معنیٰ میں مانیں جیسا کہ دربھنگی اور سنبھلی صاحبان کی تحقیق ہے۔ تو بھی ان ایرادات سے چھٹی نہیں۔ اول الذکر نے توضیح البیان میں لکھا

"واضح ہو کہ "ایسا" کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنیٰ میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنیٰ اسقدر اور اتنے کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں۔" "اور اگر وجہ تکفیر کی تشبیہ علم نبوی بعلم زید و عمرو ہے۔ تو یہ اس پر موقوف ہے کہ لفظ "ایسا"، تشبیہ کے لئے ہو۔ حالانکہ یہ یہاں غلط ہے اور علاوہ غلط ہونے کے محتاج ہے حذفِ کلام بلکہ مسخ کلام کا۔" ص۱۳

"عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ایسا بمعنی اسقدر اور اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی؟" صہ۱۷

ناظرین ذہن کا مزہ بدلنے کے لئے اس خانہ جنگی کا بھی لطف حاصل کرلیں۔ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث فرمارہے ہیں۔ کہ اس عبارت میں۔ ایسا کلمہ تشبیہ ہے اور اسی دارالعلوم کے ناظم شعبۂ تبلیغ یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ یعنی تشبیہ محتاج ہے حذف کلام اور مسخ کلام کو۔ تو مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث صاحب نے حفظ الایمان کی تاویل و توجیہ نہیں کی اسے مسخ کر دیا اور خود ناظم صاحب نے کیا کیا، وہ اگر شیخ الحدیث صاحب زندہ ہوتے تو بتاتے۔ مگر ناظرین نہ گھبرائیں آگے آرہا ہے۔

اور سنبھلی صاحب روداد مناظرہ بریلی میں لکھتے ہیں۔

" حفظ الایمان کی اس عبارت میں ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ یہاں بدون تشبیہ کے "اتنا" کے معنیٰ میں ہے۔ صہ۳۴

وہ بغیر تشبیہ کے اتنا کے معنیٰ میں ہے" صہ۴۴

" ایسا" تشبیہ کے علاوہ دوسرے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور حفظ الایمان کی عبارت میں وہ بلا تشبیہ کے اتنا کے معنیٰ میں مستعمل ہے" صہ۴۶

اس پر بھی وہی گذارش ہے کہ ـــ ایسا بمعنی اتنا بھی مراد لیں تو اس کا اشارہ اس عبارت میں ماقبل مذکور کی طرف ہوگا۔ اور بار ہا گذر چکا کہ ماقبل مذکور وہی ـــ بعض علوم غیبیہ ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں۔ مطلق بعض مذکور ہی نہیں۔ پھر اس کی طرف اشارہ ممکن ہی نہیں۔ تو اب حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ جتنا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ ایسا یعنی اتنا زید و عمرو و بکر و غیرہ کو بھی حاصل ہیں۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کی زید و عمرو و بکر کے علوم سے برابری ہو گئی۔ علاوہ ازیں پھر وہی استحالہ۔ کہ فرد فرد کے مساوی ہوتا ہے۔ فرد مطلق کے مساوی نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے زید اتنا لمبا ہے جتنا عمرو۔ یہ کہنا لغو اور مہمل ہے کہ زید اتنا لمبا ہے جتنا مطلق انسان۔ اور یہاں فرد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ہے۔ اس لئے لازم آیا کہ اس عبارت میں زید و عمرو و بکر کے علم غیب کے مساوی حضور ہی کے علم غیب کو بتایا گیا ہے۔

ایک اور احتمال کی تردید کبھی "ایسا" کسی وصف کی اچھائی اور عمدگی بتانے کیلئے بھی آتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ زید نے ایسا وعظ کہا کہ طبیعت خوش ہو گئی۔ تم نے ایسا لکھا ہے کہ جی چاہتا ہے تمھارے منہ پر مار دوں۔

جواب یہ احتمال اگر تھانوی صاحب کے کوئی نیازمند اختیار کریں تو اس عبارت کا توہین کے لئے ہونا اجلیٰ طور پر ظاہر ہو جائیگا۔ "ایسا" اس معنیٰ میں وہیں مستعمل ہوتا ہے جہاں ایسا سے مراد صفت مع موصوف ہو یا فعل مع فاعل ہو۔ مثلاً زید نے ایسا وعظ کہا۔ زید کا بیان ایسا تھا۔ مطلق بعض صرف وصف ہے۔ اس لئے یہ ایسا سے مراد نہیں ہو سکتا۔ جب مراد ہوگا تو حضور ہی کا علم غیب ہوگا۔ اور ایسا کے بعد جو مذکور ہے جو خست پر دلیل ہے تو لازم کہ حفظ الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی صراحتہ تحقیر و تذلیل کی گئی۔ کیونکہ اب اس عبارت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ وہ بعض علوم غیبیہ جو حضور کو حاصل ہیں۔ ایسے ہیں کہ زید و عمرو و بکر کو بھی حاصل ہیں۔

خامساً تھانوی صاحب اپنے مذہب کے حکیم الامت تھے۔ اور حکیم کا کوئی قول بھی فعل کی طرح حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ ان کے رموز کو یہ نیازمند لوگ کیا جانیں۔ انھوں نے یہ لکھکر۔ "تو حضور ہی کی کیا تخصیص ہے؟" اس پر مہر کر دی ہے کہ وہ حضور اقدس ہی کے علم کو لکھ رہے ہیں کہ ۔۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر کو بھی حاصل ہے اس لئے کہ یہ جملہ استفہامیہ معنیٰ میں نفی کے ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا۔ حضور کی کوئی تخصیص نہیں حضور کے اس وصف میں ہر کس و ناکس حتیٰ کہ بچے، پاگل جانور چوپائے بھی شریک ہیں۔ یہ وصف کیا ہے وہی جو پہلے مذکور ہے۔ حضور کے لئے بعض علوم غیبیہ کا حصول ۔۔ اس لئے کہ تخصیص کی نفی کو مشارکت لازم ہے۔

سادساً تھانوی صاحب نے خود بھی اور ان کے نیازمندوں نے بھی عوام کو بھول بھلیوں میں لے کر پھنسانا چاہا تھا اس لئے ہم کو بھی عوام کو بچانے کی کوشش کرنی پڑی۔ ورنہ اس عبارت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین دو اور دو چار کی طرح واضح ہے۔

تھانوی صاحب یہاں یہ تسلیم کرکے گفتگو کر رہے ہیں کہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا، پھر اس کی دو قسمیں کیں بعض اور کل۔ کل کے حاصل ہونے کو بعد میں عقلاً، نقلاً باطل مانا۔ اب حضور کو حاصل نہ رہا مگر بعض۔ اور اسی بعض کو کہا ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر بلکہ ہر بچے، پاگل بلکہ ہر جانور ہر چوپائے کو بھی حاصل ہے بعد میں اپنی اس مراد پر تھانوی صاحب نے مزید توثیق کر دی لکھتے ہیں۔

"کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہونگا تو پھر غیب منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبویہ سے کب ہو سکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اسکا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی اور نقلی سے ثابت ہے"

اس عبارت کی شرعی قباحت سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ناظرین ایک بات ذہن نشین کرلیں۔ عالم کے معنیٰ جاننے والے کے ہیں اور تھوڑا بہت علم ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو حاصل ہے مگر سب کو عالم نہیں کہتے۔ عالم اسے کہتے ہیں جسے کثیر و وافر قدر معتد بہ علم حاصل ہو۔ اسی طرح یہاں بھی یہ احتمال سامنے کا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ غیب کے علوم کثیرہ وافرہ حاصل ہیں۔ اتنے کہ نہ کسی ملک مقرب کو اس کا عشر عشیر حاصل ہے نہ کسی نبی مرسل کو تو حضور کی ذات مقدس پر علم غیب کا حکم ان کثیر و وافر علوم غیب کے حصول کی بنا پر بلا شبہہ صحیح ہے۔ اور اسی بنا پر غیب داں ہونا بلا شبہہ کمالات نبوت سے ہے اور یہی نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق ہے۔

اب اگر تھانوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بچوں، پاگلوں، جانوروں چوپایوں کے علم قلیل و اقل کے مثل نہ مانتے بلکہ کثیر و وافر مانتے جو غیب داں کہلانے کے لئے کافی تھا تو ــــ پھر یہ کبھی نہ لکھتے،

"تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے" ۔ اور نہ یہ لکھنے کی ہمت کرتے کہ "پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے" اور نہ اس کی جرأت کرتے کہ صاف صاف لکھ دیں۔

"تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے"۔

اس لئے کہ اس صورت میں جواب بالکل ظاہر تھا۔ کہ سب کو عالم الغیب اس لئے نہیں کہتے کہ ان کا علم اقل قلیل لایعبا بہ کے درجے میں ہے۔ غیب کا علم کمالات نبوت سے اس بنا پر ہے کہ انبیاء اتنا کثیر ووافر علم غیب جانتے ہیں کہ دوسروں کو اس کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں۔ اور ان رذیل چیزوں کو اگر بقول تھانوی صاحب حاصل ہے تو اقل قلیل نا کے برابر اور نبی غیر نبی میں فرق یہ ہے کہ نبی کثیر وافر غیب جانتا ہے۔ اور یہ رذیل چیزیں بقول تھانوی صاحب بہت تھوڑی معمولی "نا" کے برابر۔

اس عظیم وجلیل فرق کے ہوتے ہوئے بہ بانگ دہل یہ لکھ دینا کہ "تو چاہئے کہ سبکو عالم الغیب کہا جائے"۔ "پھر غیب کو منجملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے؟" "نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے"۔ اس پر برہان قاطع ہے کہ تھانوی صاحب کا واقعی عقیدہ یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک ہر کس وناکس، بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں کے رذیل علم کے مشابہ اور ان کے اقل قلیل علم کے مساوی ہے ورنہ لازم آئے گا کہ حفظ الایمان کی یہ عبارت لغو ومہمل ہو۔ اس کے دعویٰ اور دلیل میں تطابق نہ ہو اور سوال از آسمان جواب از ریسمان والا مضمون ہو جائے۔

غیر جانبداروں کی شہادتیں

حفظ الایمان کی اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ایسی کھلی ہوئی دو ٹوک ہے کہ جو بھی اسے سنتا ہے۔ وہ اسے توہین اور گستاخی ہی سمجھتا ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے بارے میں تو دیوبندی مذہب کے اکابر، اصاغر عداوت، حسد پر محمول کرتے ہیں۔ اس لئے ہم کچھ غیر جانبدار حضرات کی شہادات پیش

کرتے رہیں۔ جنھوں نے نہایت واضح غیر مبہم الفاظ میں یہ فرمایا ہے کہ حفظ الایمان کی یہ عبارت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کھلی ہوئی شدید گستاخی ہے۔

پہلی شہادت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ان کے وارث حضرت مولانا محی الدین شاہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرٹھ، الہٰی بخش صاحب کی کوٹھی میں تھے۔ وہاں امام المناظرین حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے حامی ایک بزرگ پیر سید گلاب شاہ اور تھانوی صاحب اور قاری طیب کے والد حافظ احمد بھی تھے۔ کہ

"پیر سید گلاب شاہ نے، مولوی اشرفعلی صاحب کی کتاب "حفظ الایمان" کے صہ کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا — دریافت طلب یہ امر ہے — کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے الخ۔ یہ سنکر آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے مولوی اشرفعلی سے کہا۔ کیا یہی دین کی خدمت ہے۔ تمھارے بڑے تو ہمارے طریقے پر تھے۔ تم نے اس کیخلاف کیوں کیا۔ مولوی صاحب (اشرفعلی) نے کہا۔ میں نے اس عبارت کی تو صحیح اپنے دوسرے رسالہ میں کردی ہے۔ آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے بجواب ارشاد فرمایا تمھارے اس رسالے کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوگئے۔ ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں گے۔

(بزم خیر از زید صلا، مقامات خیر ص۲۴۲ تا ۲۴۹)

اور خود تھانوی صاحب نے اسے بیان کیا کہ حضرت مولانا ابوالخیر صاحب نے تھانوی صاحب کو اپنی جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی فطری موروثی خوش اخلاقی کیوجہ سے خوبصورتی کے ساتھ جب جماعت تیار ہوگئی تو

مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلی پر جاتے ہوئے فرمایا۔ میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ علاحدہ ہو جائیں۔ (بزم جمشید)

حالانکہ جب تھانوی صاحب آئے تھے تو شاہ ابوالخیر صاحب باوجود پیرانہ سالی خود

ضعف کے کھڑے ہو کر لیے تھے۔ مگر محبوب خدا کی شان اقدس میں گستاخی پر مطلع ہونے کے بعد نماز میں شریک نہ ہونے دیا۔

انہیں حضرت مولانا شاہ ابو الخیر صاحب کے صاحبزادے جناب مولانا ابو الحسن زید صاحب لکھتے ہیں:

"حفظ الایمان کی عبارت، براہین قاطعہ کی (کنہیا والی) عبارت سے قباحت اور شناعت میں بڑھی ہوئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب الخ۔ اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے۔ کہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف" چاہے وہ علم شریف ایک بدیہی امر کا کیوں نہ ہو"۔۔۔ اور کہاں زید و عمر و اور صبی و مجنون اور حیوانات و بہائم کا علم؟" (بزم خیر از زید ص۲۲)

اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔ مولوی صاحب اپنی عبارت پر صاف دل سے غور کرتے۔ یقیناً ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے اور اس کا ازالہ واجب ہے۔ لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب (دربھنگی) کے استفسار پر مولوی صاحب نے چار پانچ صفحہ کا رسالہ "بسط البنان" تحریر کر دیا۔ اس رسالہ میں انھوں نے اپنی عبارت کی تاویل کی ہے، حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب کلام میں کوئی غموض یا ابہام ہو یا پھر اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں۔ مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ۔ لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا۔ بلغاء اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ ایسا قادر ہے شلاً الخ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہئے تھا کہ یہ رسالہ عوام کے لئے لکھا گیا ہے، اسمیں ایسی عبارت لکھنے کی کیا

ضرورت تھی جس کے سمجھنے سے عوام کیا خواص اور علماء تک قاصر ہیں اور پھر لفظ "ایسا" تو لغوی بحث ہے۔ اردو کی مستند کتابوں میں اسکو دیکھ لیا جائے صورت حال ظاہر ہو جائے گی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ "ایسا" دو طرح استعمال ہوتا ہے۔

یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی مماثل، مساوی اور "اس قسم" کے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ خط تم نے لکھا، ایسا خط تو بچہ بھی لکھ لے۔ یہ کام تم نے کیا، ایسا کام تو کوئی ہوشمند نہ کرے۔

اور یا یہ (ایسا) لفظ تابع فعل واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اسکے معنیٰ: "اسقدر" اور "عمدہ" کے ہوتے ہیں۔ مثلاً تم نے ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہو گیا۔ ایسی بات کہی کہ دل بیٹھ گیا۔ مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا صفت واقع ہو رہا ہے اور یہ عبارت کہ "حضور ہی کی کیا تخصیص" معاملہ کو واضح تر کر رہی ہے۔ مولوی صاحب نے اس رسالہ میں اپنی دس سالہ خاموشی کی وجہ اس طرح بیان کی ہے کہ "کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہیں تھا۔"

سبحان اللہ کیا خوب علت بیان کی ہے۔ مسئلہ کی نزاکت کا خیال نہیں، عوام کے ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں اور بھلے مانسوں اور بڑے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جا رہا ہے۔ آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں جس سے مسلمانوں کے دل متألم (دکھی) ہوتے۔ (بزم خیر ص ۲۴)

ان دونوں حضرات کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہ تھا، نہ استادی شاگردی کا نہ پیری مریدی کا نہ نسبت کا نہ رشتہ کا حتیٰ کہ دوستی کا بھی لگاؤ نہ تھا۔ بلکہ ان میں سے موخر الذکر نانوتوی صاحب کے تلمیذ مولوی عبد العلی میرٹھی کے شاگرد تھے۔ اور نانوتوی گنگوہی صاحبان شاہ عبد الغنی صاحب کے تلمیذ تھے جو حضرت مولانا ابو الخیر صاحب کے دادا شاہ احمد سعید کے بھائی تھے۔ بلکہ گنگوہی صاحب شاہ احمد سعید

کے بھی تلمیذ تھے۔ اس طرح دیوبندی مذہب کے بانیوں سے ان حضرات کا ایک گونا تعلق تھا مگر پھر بھی انھوں نے حفظ الایمان کی عبارت کو ایمان برباد کرنیوالی، مسلمانوں کے دلوں کو رنجیدہ کرنے والی وغیرہ فرمایا۔ اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتایا۔ انھیں کیا حسد تھا، کیا کمی تھی اور کیا غرض وابستہ تھی، صاف تصریح ہے کہ

"اس رسالے کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔"

کیا پورا ہندوستان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مرید، تلمیذ تھا۔ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر انھیں بے چین کر دیا۔

تیسری شہادت

مقامات خیر ص ۶۱۶ کے حاشیے پر حضرت مولانا پیر سید محمد جیلانی بغدادی رفاعی، قادری نقشبندی، خالدی، حیدرآبادی ثم المدنی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین کہتے ہیں

"میرے دادا (پیر سید محمد بغدادی) کے پاس حیدرآباد کے لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ "حفظ الایمان" لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا۔ علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔ اس کے چند روز بعد "مکہ مسجد" میں مولوی اشرف علی بیٹھے تھے۔ میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے۔ پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند مولانا قاسم) کے مکان پر علماء کا اجتماع ہوا۔ چونکہ حافظ احمد، صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اسلئے انھوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے۔ وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہار خیال کیا۔ آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا۔ پھر تھوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رسالہ

حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا۔ ہم تم سے خوش ہوئے۔ تم کیا چاہتے ہو۔ آپ نے عرض کی۔ کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں۔ اور مدینہ کی پاک مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔ دس سال وہاں مقیم رہے اور ۱۳۶۶ھ میں رحلت فرما گئے۔"

حفظ الایمان کی اس عبارت کے سلسلے میں جو حضرات بھی کسی قسم کے تذبذب کے شکار ہوں ان کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ ان مولانا حضرت سید پیر محمد صاحب بغدادی کو تھانوی صاحب سے کیا حسد تھا۔ کیا عداوت تھی۔ کہ انھوں نے اس عبارت کے خلاف فتویٰ دیا وہ بھی تھانوی صاحب کے محب خاص کے گھر بیٹھکر اور تھانوی صاحب کے روبرو اس کا رد فرمایا اور صاف صاف فرمایا کہ" اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے۔ اصل بات وہی ہے کہ یہ عبارت چینی، جاپانی، لاطینی، سنسکرت میں نہیں کہ اسے کوئی نہ سمجھے۔ ہر اردو داں جو معمولی سمجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اسے پڑھ کر اول وہلہ میں کہدے گا اس میں بلا کسی شک و تردد کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

شرح مواقف اور شرح طوالع کی عبارتیں

تھانوی صاحب نے خود بھی اور ان سے سیکھکر ان کے نیاز مند بھی اس کفر جلی بلکہ اجلیٰ سے جان بچانے کے لئے شرح مواقف اور شرح طوالع کی عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ـــ للہ انصاف درکار ہے۔ کیا ان عبارتوں کا وہی مفہوم نہیں ـــ جو حفظ الایمان کا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان دونوں عبارتوں کو نقل کرکے حفظ الایمان کی عبارت اور ان کتابوں کے فرق کو واضح کردیں۔ شرح مواقف میں ہے۔

قلنا ما ذکرتم مردود   اے فلاسفہ تم نے جو کہا وہ کئی وجہ سے

بوجوه اذ الاطلاع علی جمیع
المغیبات لایجب لنبی اتفاقا
منا ومنکم ولهذا قال
سید الانبیاء ولو کنت اعلم
الغیب لاستکثرت من الخیر
ومامسنی السوء والبعض ای
الاطلاع علی البعض لایختص
به ای بالنبی

مردود ہے کیونکہ اس پر ہمارا تمہارا
اتفاق ہے کہ تمام مغیبات پر نبی کیلئے
مطلع ہونا ضروری نہیں اسی وجہ سے
سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا اگر میں (کل) غیب جانتا تو خیر
کثیر جمع فرمالیتا اور مجھے کوئی تکلیف
نہ پہنچتی اور بعض غیب پر مطلع ہونا
نبی کے ساتھ خاص نہیں۔"

(موقف سادس، مرصد اول، مقصد اول ص ۲۱۹)

مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی کی عبارت یہ ہے:

فذهب الحکماء الی ان النبی
من کان مختصا بخواص ثلث۔
الاولی ان یکون مطلعا علی
الغیب بصفاء جوهر نفسه
وشدة اتصاله بالمبادی العالیة
من غیر سابقة کسب وتعلیم
وتعلم (الی قوله) قد اورد
علی هذا انهم ان ارادوا
بالاطلاع الاطلاع علی جمیع
الغائبات فهو لیس بشرط
لکون الشخص نبیا بالاتفاق
وان ارادوا به الاطلاع علی
بعضها فلا یکون ذلک خاصة

فلاسفہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی وہ ہے جسمیں
تین خاصے ہوں پہلا یہ کہ بغیر تعلیم وتعلم کے
اپنے نفس کے جوہر کی صفائی اور مبادی عالیہ
کیساتھ شدت اتصال کی بدولت غیب
پر مطلع ہو۔ اس پر یہ اعتراض وارد کیا
گیا ہے کہ انھوں نے غیب پر مطلع ہونے
سے اگر تمام غیوب پر مطلع ہونا مراد لیا ہے
تو بالاتفاق کسی کے نبی ہونے کیلئے یہ شرط
نہیں۔ اور اگر انھوں نے بعض غیب پر
مطلع ہونا مراد لیا ہے۔ تو یہ نبی کا خاصہ
نہیں اس لئے کہ بعض غیب پر مطلع ہونا
ہر ایک کیلئے تعلیم وتعلم کے بغیر ممکن ہے
اور نیز تمام نفوس بشریہ متحد بالنوع ہیں

لنبی اذ ما من احد الا و یجوز ان یطلع علی بعض الغائبات من دون سابقۃ تعلیم و تعلم و ایضا النفوس البشریۃ کلھا متحدۃ بالنوع فلا تختلف حقیقتھا بالصفا و الکدر فما جاز لبعض جاز ان یکون لبعض اخر فلا یکون خاصۃ للنبی ۔	تو صفائی اور کدورت سے اس کی حقیقت بدل نہیں سکتی تو جو چیز ایک کے لئے ممکن ہے دوسرے کیلئے بھی ممکن ہے تو یہ نبی کا خاصہ نہ ہوگا۔
	(طبع استانبول ص ۴۰۸)
	(طبع مصر ص ۱۹۹)

تھانوی صاحب نے بسط البنان میں شرح مواقف کی عبارت نقل کر کے لکھا

" انصاف درکار ہے۔ کیا لا یختص کا وہی مفہوم نہیں جو حفظ الایمان کا ہے"

اور حاشیے میں شرح طوالع کی عبارت یہ کہہ کے نقل کی

" اس عبارت سے بھی اصرح حاشیہ مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ذیل ہے۔

مگر ہمیں حیرت ہے کہ تھانوی صاحب نے جس عبارت کو اصرح کہا اسے ان کے مدعی وکالت سنبھلی صاحب نے اپنے کتابچے " فیصلہ کن مناظرہ " میں نہیں نقل کیا۔ کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے۔

ناظرین ! شرح مواقف اور شرح طوالع کی جتنی عبارت تھانوی صاحب نے اپنی تائید میں نقل کردی ہے۔ جو حضرات عربی جانتے ہیں وہ عربی عبارت کو ایک بار پھر بغور پڑھیں۔ اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت سے موازنہ کریں تو ان پر واضح ہو جائیگا۔ کہ دونوں میں کتنا فرق ہے۔

اولاً بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ بطور کلیہ اجمال کیساتھ صحیح اور حق اور ایمان ہیں۔ مگر اس کلیہ کی بعض جزئیات کی تفصیل ممنوع بلکہ کفر ہو جاتی ہے۔ مثلاً بلا شبہ اللہ عزوجل

ہر چیز کا خالق ہے۔ اور یہی ایمان ہے۔ اگر کوئی کسی بھی چیز کا خالق اللہ عزوجل کو نہ مانے تو کافر۔ مگر اللہ عزوجل کو خالق القردۃ والخنازیر یعنی بندروں اور سوروں کا خالق کہنا سخت ممنوع بلکہ بہت سے علمائے کفر لکھا ہے۔ اور اتنی بات تھانوی صاحب کے نیازمندوں کو بھی تسلیم ہے۔ ایک نیازمند کا قول گزر چکا۔ دوسرے صاحب کی سُنئے صاحب الشہاب الثاقب، لکھتے ہیں:

"دیکھئے جملہ اشیاء کا پیدا کرنے والا خدا وند کریم ہے لیکن اس کو خالق القردۃ والخنازیر یعنی پیدا کرنے والا سور اور بندروں کا ممنوع ہوا بوجہ اہانت کے۔ ص ۱۰۵

یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ شرح مواقف میں ہے۔ الاطلاع علی البعض لایختص بالنبی اور شرح طوالع میں ہے فلا یکون ذالک خاصة للنبی اذما من احد والایجوز ان یطلع علی البعض۔ یعنی بعض غیب پر مطلع ہونا نبی کا خاصہ نہیں۔ ہر شخص بعض غیب پر مطلع ہو سکتا ہے۔

کہاں یہ۔ اور کہاں حفظ الایمان کی یہ عبارت کہ

"اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون، جملہ حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"

اس عبارت میں حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصیت سے ذکر کر کے خاص حضور کے علم پاک کو ہر کس و ناکس حقیر و رذیل چیزوں کے علم سے تشبیہ دی یا برابر کیا۔ پہلے تخصیص کی نفی کی جس سے ان رذیل و حقیر چیزوں کے علم میں مشارکت ثابت کی پھر اس کی تصریح کر دی کہ ایسا علم غیب تو سب کو حاصل ہے۔

انصاف شرط ہے کیا بالکل وہی فرق نہیں جو خالق کل شی ۔ اور خالق القردۃ والخنازیر میں ہے

ثانیاً۔ ہر انسان اللہ عزوجل کا بندہ ہے۔ خواہ وہ شیخ ہو یا چمار۔ یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر انسان اللہ عزوجل کا بندہ ہے۔ مگر یہ کہنا۔ کہ زید چمار کے مثل یا چمار کے برابر اللہ کا بندہ ہے۔ ضرور زید کی توہین ہے۔ حفظ الایمان میں یہ دوسری صورت ہے۔

کیونکہ صاف صاف کہا۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر الخ کو بھی حاصل ہے اسلئے
اس میں یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہے، بخلاف شرح مواقف
و شرح طوالع کی عبارتوں کے کہ وہ پہلی مثال کے مطابق ہیں۔

ثالثاً:۔ حفظ الایمان کی عبارت کے شروع میں ہے:

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو
دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل"

جس کا حاصل یہ نکلا کہ تھانوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب
ثابت مان کر پوچھ رہے ہیں کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا کل۔ یعنی حضور کو بعض غیب
حاصل ہے یا کل۔ کل کو عقلاً، نقلاً باطل مانا تو حضور کو بعض ہی غیب حاصل ہوا اور
اسی کو کہا

"ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر الخ کو بھی حاصل ہے"

شروع میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر بحث کرتے ہوئے اسی کی تقسیم کی اسی
کی ایک قسم کو وہ لکھا۔ بخلاف ان دونوں کتابوں کے کہ ان میں نہ تو نبی کا علم مقسم ہے نہ
کسی نبی کے علم کی تقسیم ہے اور نہ کسی نبی کے علم کی حقیر چیزوں کے علم سے تشبیہ ہے نہ تساوی
پھر ان دونوں کتابوں کی عبارتوں کو حفظ الایمان کی عبارت کے اشبہہ کہنا آنکھ میں دھول
جھونکنا ہے۔

رابعاً:۔ یہ کلام بر سبیل تنزل تھا۔ ورنہ یہاں معاملہ ہی کچھ اور ہے۔ تھانوی صاحب
اور ان کے ہم مذہب لوگ علمائے اہلسنت کو ہمیشہ یہ طعن دیتے آئے ہیں ہم انکے بزرگوں
کی پوری کتاب نقل نہیں کرتے۔ کتر بیونت کرکے صرف اتنی عبارت نقل کرتے ہیں جن پر
اعتراض ہوتا ہے۔ حالانکہ جو عبارت بھی نقل کیجاتی ہے وہ پوری ہوتی ہے۔ اس کا مبتدا
خبر کے ساتھ اور خبر مبتدا کیساتھ مع لواحق فعل فاعل کیساتھ مع متعلقات مذکور ہوتے
ہیں۔ اس کی کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتا کہ کبھی ایسی عبارت نقل کی گئی ہو جسمیں مبتدا ہو خبر
نہ ہو۔ خبر ہو مبتدا نہ ہو۔ فعل ہو اور فاعل غائب ہو یا فاعل ہو فعل مذکور نہ ہو یا انکے متعلقات

جو مذکور ہوں چھوڑ دیئے گئے ہوں۔ مگر تھانوی صاحب نے یہاں کتر بیونت، کاٹ چھانٹ کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے جس کی وجہ سے یہ شبہہ پیدا ہوگیا ہے کہ جو کچھ مذکور رہے وہ ان علماء کا اپنا فرمودہ ہے۔ حالانکہ وہ فلاسفہ کی بکواس ہے اور اہلسنّت کا رد انہیں کے مسلمات سے ہے۔ شرح مواقف کی جو عبارت بسط البنان میں منقول ہے۔ اسکی ابتداء ان کلمات سے ہے ماذکرتم مردود۔ تم نے جو کہا وہ مردود ہے۔ تو ضروری تھا کہ فلاسفہ نے جو کہا تھا۔ اسے بھی بتایا جاتا۔ مگر اسے کیسے بتاتے۔ تھانوی صاحب نے خود اپنے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

کہ میری پیدائش کا مادہ تاریخ کرم عظیم ہے۔ اسے مکر عظیم بھی کہا جا سکتا ہے اور میں قوم کا شیخ ہوں میرے اندر یہ مادہ ہے۔ اپنی اس قومی ذہانت سے جانتے تھے کہ اگر فلاسفہ کی بات نقل کر دیں گے تو پھر سارا بنا بنایا کھیل ختم ہو جائیگا۔

بات یہ ہے کہ متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ نبوت کسبی نہیں خالص وہبی ہے اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ مجاہدہ، ریاضت سے بھی نبوت حاصل ہو سکتی ہے۔ جسمیں تین باتیں پائی جائیں وہ نبی ہوگا۔ مواقف اور اس کی شرح میں مذکورہ بالا عبارت کے پہلے متکلمین اور فلاسفہ کے مسلک کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

النبی فهو عند اهل الحق	اشاعرہ وغیرہ مذہب کے پابند اہل حق کے
من الاشاعرة وغيرهم	نزدیک نبی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے
من المليين من قال له تعالى	اپنے ان بندوں میں سے چن لیا جس نے
ممن اصطفيناه من عباده	منتخب فرمالیا ہے۔ یہ فرمایا ہو میں نے
ارسلتك او بلغهم عنى	تمہیں رسول بنایا۔ یا یہ فرمایا ہو میرا
ونحوه ولا يشترط فيه شرط	پیغام پہنچا دو۔ اور اس میں مجاہدات
من الاعراض والاحوال	و ریاضت سے کسب کئے ہوئے اعراض
المكتسبة بالرياضات	و احوال کی اور استعداد ذاتی کی کوئی
والمجاهدات والاستعداد	شرط نہیں۔ جیسا کہ فلاسفہ گمان کرتے
الذاتى كما تزعمه الحكماء بل الله	ہیں۔ بلکہ اللہ سبحانہ اپنے بندوں میں

سبحنه یختص برحمته من یشاء من عباده فالنبوة رحمة موهبة متعلقة بمشیته فقط هذا الذی ذهب الیه اهل الحق بناء علی القول بالقادر المختار الذی یفعل مایشاء ویختار مایرید واما الفلاسفة فقالوا النبی من اجتمع فیه خواص ثلث یمتاز بها من غیره — اولها ان یکون له اطلاع علی المغیبات الکائنة والماضیة والاتیه	ہے اپنی رحمت کیساتھ جسے چاہتا ہے خاص فرماتا ہے۔ نبوت، رحمت اور عطار ربانی ہے جو صرف اسکی مشیت سے متعلق ہے۔ یہی اہل حق کا مذہب ہے جو اس پر مبنی ہے کہ اللہ عزوجل قادر مختار ہے جو چاہے کرے اور جسے چاہے منتخب کرے۔ فلاسفہ نے کہا۔ نبی وہ ہے جس میں تین خواص مجتمع ہوں ایک یہ کہ اسے کچھ نہ کچھ ان غیوب کی اطلاع ہو جو موجود ہیں یا ہو چکے ہیں یا ہونے والے ہیں۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ فلاسفہ کے اس قول میں یہ ہے۔ لہ اطلاع علی المغیبات اس میں۔ لفظ "اِطِّلَاعٌ" ۔ نکرہ ہے۔ جو قلیل وکثیر سب پر صادق تو فلاسفہ کا مذہب یہ ہوا کہ جو ایک دو بات بھی گذشتہ یا موجودہ یا آئندہ کی جانے اس پر بھی صادق۔ ناظرین! فلاسفہ کی اس حماقت کو ذہن میں اچھی طرح بٹھالیں۔ کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ دو ایک غیب کی بات اقل قلیل جاننا نبی کا خاصہ مانتے ہیں۔

اس کے بعد نہایت واضح الفاظ میں فلاسفہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ سفہاء اس کے قائل ہیں کہ پاگلوں، بیماروں سونے والوں کو بھی علم غیب حاصل ہے۔

فلاسفہ کا یہ قول ان الفاظ میں نقل فرمایا

وکیف یستنکر ذالك الاطلاع فی حق النبی وقد یوجد ذالك فیمن قلت شواغله	(فلاسفہ نے کہا، نبی کے ان غیبات پر مطلع ہونے سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔ یہ ان لوگوں میں موجود ہے جنکے

بالریاضۃ بانواع المجاہدات	شواغل مجاہدوں کی ریاضت یا کسی
او مرض صارف للنفس عن	ایسے مرض کیوجہ سے کم ہوں جونفس
الاشتغال بالبدن واستعمال	کو بدن کیساتھ مشغولیت اور آلے کے
آلتہ ونوم ینقطع بہ احساساتہ	استعمال سے روکنے والا ہو یا ایسی
الظاھرۃ فان ھؤلاء قد	نیند کیوجہ سے کم ہوں جس سے ظاہری
یطلعون علی مغیبات ویخبرون	احساسات منقطع ہو گئے ہوں
عنھا کما یشھد بہ التسامع	یہ لوگ بھی کبھی کچھ مغیبات پر مطلع
والتجارب بحیث لا یبقی فیہ	ہو جاتے ہیں اسے بتاتے ہیں جس پر تسامع
شبھۃ للمنصفین ۔	اور تجربہ شاہد ہے جسمیں اہل انصاف کو
	ذرا بھی شبہہ نہیں ۔

دیکھئے یہاں بھی ــ قد یطلعون علی مغیبات ــ میں مغیبات نکرہ ہے جو قلیل وکثیر سب پر صادق ــ تو فلاسفہ کا ہذیان یہ ہوا ــ کہ بیمار، پاگل، نائم بھی کچھ نہ کچھ غیب پر کبھی کبھار مطلع ہوجاتے ہیں۔ اگرچہ دوچار باتوں پر ہی۔

ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہوگیا ــ کہ فلاسفہ نے تین باتیں کہی تھیں۔ اول یہ کہ نبوت وہبی نہیں، کسبی ہے دوم یہ کہ نبی کا خاصہ یہ ہے کہ وہ غیوب پر تھوڑی بہت اطلاع رکھتا ہو اگرچہ وہ اقل قلیل دوایک ہی باتوں پر مطلع ہو۔ لہ اطلاع علی المغیبات ــ میں اطلاع کی تنکیر سے یہی ثابت ہے۔ تیسرے یہ کہ بیمار، پاگل، نائم بھی کچھ نہ کچھ غیب پر مطلع ہوتے ہیں اگرچہ وہ اقل قلیل دوچار باتوں پر ہی ہی۔

فلاسفہ کے اس ہذیان کو رد کرنے کے لئے ان بزرگوں نے وہ فرمایا۔ جو تھانوی صاحب نے بسط البنان میں اپنی تائید میں نقل کیا۔ ان بزرگوں نے گربہ روز اول باید کشت پر عمل فرماتے ہوئے شروع ہی میں فرمادیا۔ ماذکرتم مردود بوجوہ ــ اے فلسفیو! تم نے جو کچھ ذکر کیا کئی طریقے سے مردود ہے۔ پہلے رد کا حاصل یہ ہے ــ کہ فلاسفہ کی جو تی فلاسفہ کے سر ماری کہ تم نے اقل قلیل علم غیب کو بھی نبی کا خاصہ بتایا۔ حالانکہ تمھیں نے خود کہا کہ اقل قلیل

علم غیب تو بیماروں، پاگلوں کو بھی حاصل ہے۔ پھر تمھارے ہی مسلمات پر اتنا قلیل علم غیب کا حصول نبی کا خاصہ کہاں رہا۔ اب اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پڑھئے لکھتے ہیں:

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اسمیں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر الخ

کیا اس عبارت کو مواقف اور اس کی شرح کی عبارتوں سے اتنا بھی تعلق ہے جتنا زمین کو آسمان سے۔ مشرق کو مغرب سے، دن کو رات سے۔ کہاں فلاسفہ کے ہذیان کا رد انھیں کے مسلمات سے۔ اور کہاں اپنے عقیدے کا بیان۔

ایک مسلمان نے اپنا یہ عقیدہ بیان کیا۔ علم غیب کی دو قسمیں ہیں بالذات۔ اس معنیٰ کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ اور بواسطہ۔ اس معنیٰ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ استدلال اور عقیدہ و عمل کیسا ہے۔

اس کے جواب میں حفظ الایمان میں تھانوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ بیان فرمایا۔ کہ زید نے جو یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بواسطہ علم غیب حاصل ہے۔ اس سے اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اسمیں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر الخ

اور کہاں فلاسفہ کے اس ہذیان پر کہ نبوت کسبی ہے۔ ان کے مسلمات سے انھیں الزام دینا کہ خود تمھاری تسلیم کردہ باتوں پر لازم کہ علم غیب نبی کا خاصہ نہ رہے۔ ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے

ع کیں رہ کہ تو می روی تبرکستان ست

ایسی صورت میں جبکہ مجدد اعظم اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور ان سے وابستہ ہی افراد نہیں دوسرے غیر متعلق لوگ بھی حفظ الایمان کی اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتا رہے ہیں۔ پھر بھی تھانوی صاحب کے نیاز مند اور تمام دیوبندی مذہب کے پرستار اس کی بے جا، بے تکی تاویلیں کر رہے ہیں۔ جو حقیقت

یت تاویل نہیں اس عبارت کی تبدیل و تحریف ہے۔ اس کی کیا امید کیجا سکتی ہے کہ ان لوگوں کو قبول حق کی توفیق ہو گی۔ ہم ان کے معاملے کو داور محشر کے سپرد کر کے رخصت ہو رہے ہیں۔ وہی احکم الحاکمین ہے۔ البتہ جو لوگ اپنے سینے میں ایمان کی ذرا بھی رمق محسوس کرتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ اکابر دیوبند کی مذکورہ بالا عبارتیں اور ان کے نیاز مندوں کی توجیہیں۔ اور پھر ان پر ہمارے معروضات کو خالی الذہن غیر جانبدار ہو کر پڑھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان پر واضح ہو جائیگا کہ یہ عبارتیں کفری ہیں۔ ان میں ضروریات دین کا انکار ہے۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

حفظ الایمان میں اللہ عزوجل کے عالم الغیب ہونے کا انکار

حفظ الایمان جس سوال کے جواب میں لکھی گئی ہے وہ ابھی مذکور ہوا ہے۔ اس پر ایک نظر ڈال لیں ۔ زید نے یہ کہا ہے ۔ علم غیب کی دو قسمیں ہیں ۔ بالذات ۔ اس معنیٰ کر عالم الغیب حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ اس کے جواب میں بعد للتیا والتی اخیر میں لکھا

> " اجوبۂ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سراسر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے ہرگز اس کا قول کرنا کسی کو جائز نہیں۔ زید کو چاہئے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے " حفظ الایمان ص ۹

جب زید کا عقیدہ اور قول ۔ سراسر غلط ہوا ۔ تو اس کا یہ عقیدہ اور قول بھی غلط ہوا جو اس نے کہا تھا:

> اس معنیٰ کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

اس جملے کے چار اجزا ہیں ۔ اول اللہ تعالیٰ کا علم بالذات ہے۔ دوم اللہ عزوجل عالم الغیب ہے۔ سوم اللہ عزوجل کے سوا اور کسی کا علم بالذات نہیں۔ چہارم یہ کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی عالم الغیب نہیں۔

جب تھانوی صاحب نے زید کے عقیدے اور قول کو سراسر غلط بتایا تو ثابت ہوا کہ — یہ چاروں باتیں بھی غلط ہیں۔ تو لازم کہ اللہ تعالیٰ کا علم بالذات نہیں ہے۔ اور اللہ عز وجل عالم الغیب نہیں ہے۔ اور اللہ کے سوا اوروں کا علم بالذات ہے۔ اور وہ عالم الغیب ہیں۔ تھانوی صاحب کے نیاز مند اب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

گنگوہی صاحب کا کفری فتویٰ

کسی شخص نے گنگوہی صاحب کے یہاں مندرجہ ذیل استفتا بھیجا:۔

ما قولکم رحمکم اللہ۔ دو شخص کذب باری میں گفتگو کرتے تھے، ایک کی طرف داری کے واسطے تیسرے شخص نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذالک الخ لفظ ما عام ہے، شامل ہے معصیت قتل مومن کو، پس آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ پروردگار مغفرت مومن قاتل بالعمد بھی فرمادیگا۔ اور دوسری آیت میں ہے من قتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا — الخ لفظ من عام ہے شامل ہے مومن قاتل بالعمد کو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن قاتل مومن بالعمد کی مغفرت نہ ہوگی۔ اس قائل کے خصم نے کہا کہ — آپ کے استدلال سے وقوع کذب باری ثابت ہوتا ہے کیونکہ آیت میں ویغفر ہے نہ ولکن ان یغفر۔ یہ سُنکر اس قائل نے جواب دیا میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوع کا قائل نہیں ہوں۔ اور دوسرا قول اسی قائل کا یہ ہے کہ کذب علی العموم قبیح بمعنی منافی للطبع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض مواضع میں جائز رکھا ہے اور توریہ وعین کذب بمعنی بعض مواضع میں دونوں اولیٰ ہیں۔ نہ فقط توریہ۔ آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر؟ اور مسلمان ہے تو بدعتی ضال یا اہلسنت وجماعت باوجود کرنے

کذب باری تعالیٰ کے۔ بینوا و توجروا۔

الجواب :۔ اگرچہ شخص ثالث نے تاویل آیات میں خطا کی، مگر تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہئے کیونکہ وقوع خلف وعید کو جماعت کثیرہ علماء سلف کی قبول کرتی ہے چنانچہ مولوی احمد حسن صاحب رسالہ تنزیہ الرحمٰن اپنے رسالہ میں تصریح کرتے ہیں، بقولہ علاوہ اس کے مجوزین خلف وعید وقوع خلف کے بھی قائل ہیں چنانچہ ان کے دلائل سے ظاہر ہے حیث قالوا لانہ لیس بنقص بل ھو کمال الخ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے کیونکہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو، سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے گاہ وعدہ گاہ خبر۔ اور سب کذب کے انواع ہیں اور وجود نوع کا وجود جنس کو مستلزم ہے انسان اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہوویگا لہذا وقوع کذب کے معنی درست ہوگئے اگرچہ بضمن کسی فرد کے ہو۔ پس بناءً علیہ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے کہ اس میں تکفیر علماء سلف کی لازم آتی ہے۔ ہر چند یہ قول ضعیف ہے، مگر تاہم متقدمین کے مذاہب پر صاحب دلیل قوی کو تضلیل صاحب دلیل ضعیف کی درست نہیں۔ دیکھو کہ حنفی، شافعی پر اور برعکس بوجہ قوت دلیل اپنی کے طعن و تضلیل نہیں کرسکتا۔ انا مومن ان شاء اللہ کا مسئلہ کتب عقائد میں خود لکھتے ہیں۔ لہذا اس ثالث کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہئے البتہ بزعم اگر فہمائش ہو بہتر ہے۔ البتہ قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلہ اتفاقیہ ہے کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں۔ اگرچہ اس زمانے میں لوگوں کو ابعاد بیجا ہوگیا ہے۔ قال اللہ ولو شئنا لاتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین الایۃ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد

خلاصہ فتویٰ

سوال میں تصریح ہے۔ کہ قائل نے یہ کہا۔ میں نے کب کہا ہے۔ کہ میں وقوع کا قائل نہیں ہوں۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اس قائل کا عقیدہ یہ ہے کہ۔ اللہ عزوجل جھوٹ بول چکا۔ اس سبوح قدوس عزوجل کو جھوٹا کہنے والے پر گنگوہی صاحب کی شفقت وعنایت بے غایت ملاحظہ فرمائیے۔ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں

اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہئے۔ وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے اگرچہ بعض کسی فرد کے ہو۔ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے۔ اس ثالث کو تضلیل (گمراہ کہنے) و تفسیق (فاسق کہنے سے) مامون کرنا چاہئے۔

یعنی اللہ عزوجل سے کذب کا وقوع ہو چکا۔ وہ جھوٹ بول چکا ہے۔ اس لئے جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول چکا۔ وہ کافر نہیں۔ کافر ہونا تو کوسوں دور ہے، بدعتی گمراہ بھی نہیں۔ بدعتی گمراہ ہونا بھی دور بہت دور ہے فاسق بھی نہیں۔ فاسق ہونا دور ہے۔ کوئی سخت کلمہ بھی اس کو نہیں کہنا چاہئے۔ اتنی مہربانی کیوں نہ فرماتے آخر اپنے مذہب کے رحمۃ للعالمین جو ہیں۔

سارے کلمہ پڑھنے والوں سے کلمہ کا واسطہ، تمام اسلام کا واسطہ۔ کیا اس سبوح قدوس عزوجل کو جھوٹا مان لینے کے بعد بھی کوئی مسلمان رہ سکتا ہے؟ ایسے صریح و شنیع کفر کے بعد بھی گنگوہی صاحب کو کافر نہ کہا جائے تو پھر کفر کس چیز کا نام ہے یہ معمہ کوئی صاحب حل کر دیں۔

پوری دنیا کے مسلمانوں کا اس پر تعامل ہے۔ کہ وہ بذریعہ ڈاک مفتی صاحبان کے پاس اور دارالافتاء میں سوالات بھیجتے ہیں اور مفتی صاحبان اس کا جواب لکھ کر اپنی دستخط اور مہر کر کے بذریعہ ڈاک ہی سائل کو واپس کرتے ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان اس پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کے مطابق عمل درآمد کرتے ہیں۔ اور یہ یقین کرتے ہیں کہ یہ انہیں مفتی صاحب کا فتویٰ ہے جنکے اس پر مہر اور دستخط ہیں۔ اور یہ اعتماد جسطرح علمائے

کے سلسلے میں ہوتا ہے اسی طرح اعتقادیات میں بھی ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کسی کے بارے میں کفر کا فتویٰ ہوتا ہے تو مسلمان اس مفتی کے فتویٰ کے مطابق اسے کافر مانتے ہیں اور اسکے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ کرتے ہیں۔

بذریعہ ڈاک آئے ہوئے فتاویٰ ہی کی یہ خصوصیت نہیں بلکہ دستی حاصل کئے ہوئے فتاویٰ کی بھی یہی حیثیت ہے کہ مفتی کے دستخط اور مہر پر اعتماد کرکے اسے قابل عمل جانتے ہیں۔

آج تک کسی نے بھی کسی مفتی کے فتویٰ کو یہ کہہ کے رد نہیں کیا ہے کہ اس دستخط اور مہر کا کیا اعتبار الخط یشبہ الخط ۔ الخاتم یشبہ الخاتم۔ اور نہ آجتک کسی فتوی کے بارے میں ثبوت کے لئے گواہان شرعی بقدر نصاب طلب کیا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ خط مفتی حجت شرعیہ ہے۔

اور اگر گنگوہی صاحب کے نیاز مند نہ مانیں تو لازم کہ دارالعلوم دیوبند اور دیوبندی مولویوں کے سارے فتاویٰ لغو اور مہمل۔ ردی اور لاشئی محض۔ دیوبندیوں کو چاہئے کہ اعلان عام کردیں۔ کہ اب ہمارے یہاں بذریعہ ڈاک سوالات نہ بھیجے جائیں اور نہ کوئی دستی سوال لے کر اکیلے آئے۔ جس کو جواب لینا ہو وہ گواہان عادل بقدر نصاب لے کر آئے اور اپنے اور ان گواہوں کے روبرو ہم سے جواب لے۔ اور جہاں کا قصہ ہو وہاں کے قاضی کے یہاں حاضر ہو کر سائل دعویٰ کرے کہ فلاں مفتی صاحب کا فتویٰ ہے۔ اور گواہان گواہی دیں پھر قاضی حکم دے تو معتبر ہوگا۔

اسی پر بس نہیں فتاویٰ رشیدیہ کا کیا اعتبار جو گنگوہی صاحب کے مرنے کے برسوں بعد مرتب ہوا۔ کیا کوئی صاحب اس پر گواہان شرعی ہی نہیں غیر شرعی ہی بقدر نصاب نہیں تو ایک ہی سہی پیش کر سکتے ہیں کہ فتاویٰ رشیدیہ میں چھپے ہوئے سارے فتادے گنگوہی صاحب نے ہمارے سامنے لکھے ہیں۔ آپ لوگوں نے اچھی تدبیر نکالی ہے کہ سارا دیوبندی مذہب ہی لغو اور مہمل ہو جائے۔ خدا مبارک کرے۔

اسی لئے مسلمانوں کا یہ تعامل ہے کہ کسی مفتی کے دستخط اور مہر کو دیکھکر یقین کرتے ہیں کہ یہ حقیقت میں اسی کا فتوی ہے۔

اس کیمطابق گنگوہی صاحب کی خدمت میں ایک سوال گیا وہاں سے گنگوہی صاحب کے دستخط اور مہر سے مزین ایک جواب آیا تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے انکا فتویٰ نہ مانا جائے۔ اور اسے افتراء اور بہتان کہا جائے، مسلمانوں کے اجماعی عمل اور تعامل کی بناء پر۔ کہ خط مفتی حجت شرعیہ ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اور نہ صرف انھوں نے بلکہ جس نے بھی اسے دیکھا اس نے یقین کیا کہ یہ گنگوہی صاحب ہی کا فتویٰ ہے اور اس پر جو حکم شرعی تھا وہ صادر فرمایا۔ یہ کوئی جُرم نہیں۔ بلکہ اگر نہیں کرتے تو مجرم ہوتے۔ حدیث میں فرمایا گیا،

الساکت عن الحق شیطان اخرس — حق بات کہنے سے جو چپ رہے وہ گونگا شیطان ہے

اگر واقعی یہ گنگوہی صاحب کا فتویٰ نہیں تھا۔ تو جب انھیں معلوم ہوا کہ میری جانب ایسا خطرناک فتویٰ منسوب کیا جا رہا ہے تو انھیں لازم تھا کہ فوراً بلا تاخیر اسکی تردید شائع کرتے۔ مگر ہوا یہ کہ انھیں بالکل شروع ہی میں اس کا علم ہوا جیسا کہ صاحب فیصلہ کن لکھتے ہیں :۔

> نیز جب پہلے پہل اس بہتان کا چرچا بریلی میں ہوا تو یہاں سے حضرت کے بعض متوسلین نے گنگوہ عریضہ بھیجکر حقیقت حال دریافت کی۔ اسکے جواب میں بھی حضرت مرحوم نے اپنی بیزاری ظاہر فرمائی اور حضرت مرحوم کی وہ جوابی تحریر بعینہٖ خانصاحب کو دکھائی گئی مگر پتھر کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا۔
>
> (فیصلہ کن صـــــ ۶۹)

یہ تحریر اعلیٰ حضرت کو دکھائی گئی کہ نہیں۔ سردست اس سے ہمیں بحث نہیں۔ ان گنگوہی صاحب کے متوسلین پر لازم بلکہ فرض تھا کہ تحریر کو شائع کر دیتے۔ اعلیٰ حضرت کے خلاف ان متوسلین نے بارہا پوسٹر نکالے اس میں کیا رکاوٹ تھی کہ اس جوابی تحریر کو شائع کر دیتے۔ ان متوسلین نے اگر نہیں شائع کی تھی تو گنگوہی صاحب پر فرض تھا کہ اگر وہ فتویٰ ان کا نہیں تھا تو خود اپنی طرف سے تردید شائع کر دیتے۔ اہلسنت کے اوپر افتراء کے دفتر لکھ لکھکر شائع کرتے رہے۔ مگر بقول نیازمندان اپنے اوپر اتنے سنگین بہتان کی تردید نہیں شائع کر سکتے تھے۔ جسمیں ان کی آبرو بھی محفوظ رہتی اور ایک انتشار ختم ہو جاتا۔ میلاد وغیرہ

پر توجوش کا وہ عالم کہ ۲۸ صفحات کی کتاب لکھ ڈالی ۔ اور اتنے سنگین الزام کی تردید میں چپ رہنا اس کی دلیل ہے کہ وہ فتویٰ انھیں کا تھا۔ وہ ان نیاز مندوں کی طرح بزدل نہیں تھے کہ ایک بات لکھکر اس سے انکار کریں ۔ اپنے عقیدے کو ظاہر کر کے مکر جائیں ۔

ناظرین اس فتوے کی پوری تاریخ ملاحظہ فرمائیں ؛

وہ فتویٰ جسمیں گنگوہی صاحب نے اللہ عزوجل کو صاف صاف کاذب، جھوٹا مانا۔ اس کی اصل مع مہر اور دستخط کے محفوظ ہے، اس کے متعدد فوٹو لیۓ گئے جو مختلف علما ء اہلسنت کے پاس محفوظ ہیں. جبکا خط بعینہ گنگوہی صاحب کا خط ہے. مہر انھیں کی ہے. گنگوہی صاحب کی تحریر کا عکس) مکاتیب رشیدیہ کے صفحہ ۲۱ پر خود انکے نیاز مندوں کا چھاپا ہوا ہے جسے شبہہ ہو اس سے ملا کے مزید اطمینان کے لیۓ کسی ماہر فن شلسٹ سے جانچ کرالے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ انھیں کی تحریر ہے۔

واضح ہو کہ گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ جب ماہ ربیع الآخر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا تو ملک میں اس کے خلاف بڑی ہلچل مچی اس پر ہر طرف سے اعتراضات شروع ہوۓ، مولانا نذیر احمد خانصاحب رام پوری ثم احمد آبادی نے وقوع کذب باری تعالیٰ ماننے کے سبب مولوی رشید احمد پر کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا۔ مولوی رشید احمد کے اس ایمان سوز فتویٰ کے رد میں ایک رسالہ " صیانۃ الناس" مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا پھر ان کا یہی فتویٰ مع رد بلیغ ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی سے چھپ کر شائع ہوا پھر یہی فتویٰ مع رد قاہر ۱۳۲۰ھ میں مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوا۔ مسلسل پندرہ برس تک مولوی گنگوہی صاحب اپنے کافر و مرتد ہونے کا اعلان خاموشی کے ساتھ سنتے رہے اور پھر ۱۳۲۳ھ میں مر بھی گئے۔ ان کی زندگی میں ان کے مریدین، معتقدین تلامذہ اور خلفاء بھی چپ چاپ گونگے بہرے بنے رہے۔ بس گنگوہی صاحب کا مرنا تھا کہ مرید، شاگرد خلیفہ سب کے منہ میں زبان پیدا ہو گئی اور سب صاحب قلم ہو گئے اور کہدیا۔ کہ یہ فتویٰ ہمارے حضرت گنگوہی صاحب کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ لیکن چھوٹے بڑے ہر وہابی کو معلوم ہوتا

لہ سوانح اعلیحضرت امام احمد رضا ص ۲۴۲ بحوالہ رد شہاب ثاقب و حیات اعلیحضرت

چاہئے کہ اس فتوے سے انکار کا حق صرف گنگوہی صاحب کو تھا جب انھوں نے انکار نہیں کیا اور ان کی زندگی میں ان کے معتقدوں نے بھی انکار نہیں کیا تو گنگوہی صاحب کے مرجانے کے بعد ٹانڈوی، سنبھلی، اور در بھنگی وغیرہ کسی وہابی کو اب نہ تو انکار کا حق ہے اور نہ انکار صحیح مانا جائے گا۔

کیا کسی عاقل کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ گنگوہی صاحب کی طرف ایک ایسا فتویٰ علانیہ منسوب ہو جسمیں کفر صریح ہو جسکی بنا پر انھیں کافر کہا جاتا ہو اور وہ اس کے بعد پندرہ سال زندہ رہیں اور انھیں اس کی خبر بھی ہو جائے اور وہ ایکدم خاموش رہیں کیا کوئی عاقل یہ ماننے پر تیار ہوگا کہ اس چپ کا مطلب یہ ہے کہ انھیں اس سے انکار ہے یا ان کے ذہن میں اس کا مطلب کچھ اور ہے۔

اس فتوی پر ان کا دستخط اور مہر بھی اس کا ثبوت ہے کہ یہ فتوی یقیناً انھیں کا ہے۔ اطلاع کے بعد چپ رہنا، تردید نہ کرنا اس کی تائید ہے کہ انھیں کا فتویٰ ہے۔

نیازمندوں کی صفائی

یہ فتویٰ گنگوہی صاحب کا نہیں یہ ثابت کرنے کے لئے ان کے نیازمندوں نے بہت زور آزمائی کی۔ حیلے پر حیلے نکالے کچھ بس نہ چلا تو گالیوں کی بوچھار کی۔ مگر کوئی صاحب بھی اپنی پوری ذہنی توانائیوں کو صرف کرنے کے باوجود یہ ثابت نہ کر سکے کہ یہ فتویٰ گنگوہی صاحب کا نہیں، اس سلسلے میں متعارض باتیں بھی کی ہیں۔ غلط حیلہ جوئی کا انجام بھی یہی ہوتا ہے:

پہلا حیلہ یہ ہے کہ۔ فقہ کا مسلّم اور مشہور مسئلہ یہ ہے کہ الخط یشبه الخط یعنی خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ جب رویت ہلال جیسی معمولی باتوں میں خط کا اعتبار نہیں تو پھر تکفیر جیسے اہم معاملہ میں کیونکر اس کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔"

(فیصلہ کن ص ۹۳)

اگر آپ کی یہ بات صحیح ہے تو ! ہ بندیوں کے دار الافتاء سے جاری کئے ہوئے سارے فتاوی غیر معتبر اور لغو۔ اور خو ہوی صاحب کا مجموعہ فتاویٰ ردی کی ٹوکری۔ آپ کو خبر بھی ہے کہ فقہاء نے جن جن لوگو ں کے خط کو معتبر مانا ہے ان میں امراء اکابر اور مفتی بھی ہیں ۔ ردالمحتار جلد رابع صفحہ ۳۵۴ پر ہے :

یفید عدم الاقتصار علی الصراف والسمسار والبیاع بل مثلہ کل ماجرت العادۃ فیہ فیدخل فیہ مایکتبہ الامراء و الاکابر ممن یتعذر الاشہاد فاذاکتب وصولا اوصکا بدین علیہ وختمہ بخاتمہ المعروف فانہ فی العادۃ یکون حجۃ علیہ بحیث لایمکن الانکار ولوانکر یعد بین الناس مکابرا

اس سے یہ افادہ ہوا کہ صرف صراف دلال بیاع ہی کا خط معتبر نہیں بلکہ جن جن لوگوں کے خط کے حجت ہونے کی عادت جاری ہے سب حجت ہیں۔ اسی میں وہ بھی داخل ہے جو امراء اور اکابر لکھتے ہیں جنھیں گواہ بنانا متعذر ہو ، اگر وصولیابی کی رسید یا قرض کا دستاویز لکھا اور اس پر اپنی مشہور و معروف مہر کر دی تو اس پر حجت ہے یہی عادت ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں اور اگر انکار کریگا تو لوگوں میں مکابرہ کرنیوالا شمار کیا جائیگا۔

نیز اسی میں صفحہ ۳۰۶ پر ہے

ان القاضی اذا اشکل علیہ الامر یکتب الی فقہا مصر آخر ان المشاورۃ بالکتاب سنۃ قدیمۃ فی الحوادث

قاضی پر جب کوئی معاملہ مشکل ہو جائے تو دوسرے شہر کے فقہا کو لکھے۔ اسلئے کہ حوادث میں بذریعہ خط باہمی مشورہ سنت قدیمہ ہے۔

قبلہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ فقہاء نے ۔ الخط یشبہ الخط کہاں غیر معتبر مانا ہے۔ آپ اسے بخوبی جانتے ہیں مگر حیلہ جوئی کے لئے کلمۃ حق یول کر باطل مراد لیتے تو کیا کرتے۔ جناب یہ اسوقت ہے جبکہ جس کی طرف خط منسوب ہے وہ انکار کرے۔ مثلاً زید نے عمرو پر کوئی

دعویٰ کیا۔ عمرو نے دعویٰ سے انکار کیا۔ زید نے ثبوت میں عمرو کی تحریر پیش کی، عمرو نے اس تحریر سے بھی انکار کیا، تو وہ تحریر معتبر نہیں۔ اس موقعہ پر فرمایا گیا کہ۔ کیوں معتبر نہیں۔ الخط یشبہ الخط۔

یہاں پہلے تو یہ بات ثابت کیجئے کہ گنگوہی صاحب نے انکار کیا ہے۔

ہم فقہاء کے ارشاد سے ثابت کر آئے کہ خط مفتی حجت ہے۔ جب اس فتوی پر گنگوہی صاحب کے دستخط بھی ہیں مہر بھی ہے تو بلا کسی دغدغہ کے ثابت کہ یہ انھیں کا فتوی ہے۔

رہ گئیں وہ روایتیں جو آپ نے گنگوہی صاحب کے انکار کی لکھی ہیں۔ وہ سب من گھڑت اور جعل ہیں جو آپ لوگوں نے تراش لیا ہے۔ ورنہ کیا سبب ہے کہ دربھنگی صاحب اور بریلی کے دیوبندیوں نے گنگوہی صاحب کی وہ تحریر بلفظہٖ شائع نہیں کی۔ اگر واقعی گنگوہی صاحب نے انکار اور بیزاری کی کوئی تحریر لکھی تھی تو اس کا آسان حل یہ تھا کہ اسے شائع کر دیا جاتا۔ اور کہدیا جاتا کہ اصل تحریر فلاں جگہ محفوظ ہے۔ ان کے مرنے کے بعد یہ دعوی کرنا اور ان کی زندگی بھر خاموش رہنا اس کی غمازی کر رہا ہے کہ یہ سب بلذت عشق بنایا گیا ہے۔

پھر بات کیجئے تو یاد رکھا کیجئے کہ پہلے کیا لکھ چکے ہیں۔ گنگوہی صاحب کی صفائی میں آپ بھی یہی لکھتے ہیں

"اسی وقت حضرت کی خدمت میں گنگوہ عریضہ لکھا۔ تو جواب آیا" ص ۶۹

اور بریلی کے متوسلین کے بارے میں ہے:

گنگوہ عریضہ لکھ کر حقیقت حال دریافت کی۔ اور حضرت مرحوم کی جوابی تحریر بعینہٖ خانصاحب کو دکھلائی گئی۔ ایضاً

ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ گنگوہی صاحب نے بقول آپ کے بذریعہ ڈاک انکاری تحریر بھیجی۔

جب آپ ص ۲۶ پر تحقیق فرما چکے کہ خط کا اعتبار نہیں۔ فقہ کا مسلمہ مسئلہ ہے الخط یشبہ الخط تو پھر گنگوہی صاحب کا یہ خط کیسے معتبر ہوا۔ ایک تحریر معتبر، دوسری غیر معتبر

یہ منطق کسی کی سمجھ میں آسکتی ہے؟

تعارض آپ نے ص۶۵ پر لکھا

اگر خانصاحب کے بیان کو صحیح سمجھ کر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ فتویٰ متعدد بار مع رد کے حضرت گنگوہی مرحوم کی حیات میں چھپ کر شائع ہوا جب بھی لازم نہیں آتا کہ حضرت کے پاس بھی پہنچا ہو یا ان کو اطلاع بھی ہوئی ہو الخ

اور یہاں ص۶۹ پر آپ بھول گئے کہ پہلے کیا لکھا۔ کہ تحریر کر رہے ہیں۔

نیز جب پہلے پہل اس بہتان کا چرچا بریلی میں ہوا تو یہاں سے بھی حضرت کے بعض متوسلین نے گنگوہ عریضہ بھیجکر حقیقت حال دریافت کی الخ

کیا فرقہ بندی کی حمیت نے آپ کو اتنا حواس باختہ کر دیا ہے کہ ایک ہی موضوع پر بحث کرتے ہوئے دو تین صفحے پہلے کہی ہوئی بات بھول گئے۔ اب انصاف ناظرین کے ہاتھ ہے یہ تو یقینی ہے کہ ان دونوں باتوں میں ایک ضرور غلط ہے۔

دوسرا حیلہ فتاویٰ رشیدیہ میں یہ فتویٰ نہیں۔ اس پر صرف اتنی گذارش ہے کہ کیا آج کے مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ میں وہ سب فتاویٰ موجود ہیں جو انھوں نے اپنی حیات میں لکھے تھے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی ہی ہے تو پھر مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ میں نہ ہونے سے کہاں لازم آتا ہے کہ یہ فتویٰ ان کا لکھا ہوا نہ ہو۔ فتاویٰ رشیدیہ گنگوہی صاحب کی وفات کے برسوں بعد جمع کیا گیا ہے۔ اسوقت تک اس فتوے کے زہریلے اثرات ظاہر ہو چکے تھے۔ تو کیا فتاویٰ رشیدیہ کے جامع اور شائع کنندہ اپنے مذہب اور اپنے مذہب کے بانی کے دشمن تھے کہ اسے چھاپ دیتے۔

اور اگر آپ کہیں کہ نہیں، گنگوہی صاحب نے اپنی طول طویل حیات میں جتنے فتاویٰ لکھے تھے سب اس میں چھپ چکے ہیں تو ایک دفعہ لکھکر اسے شائع کر دیجئے پھر ہم آپ کو بتادیں گے کہ ان کے لکھے ہوئے کتنے فتاوی کو اسمیں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

پھر فتاویٰ رشیدیہ محفوظ کہاں ہے کہ اسمیں ہونا نہ ہونا معیار بنایا جاسکے جس پر تفصیلی گفتگو ابھی آرہی ہے۔

تیسرا حیلہ فتاویٰ رشیدیہ میں اس کے خلاف فتویٰ موجود ہے۔
یہ حیلہ اس وقت کارگر ہوتا کہ مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ محفوظ ہوتا۔ اس میں ردو بدل نہ کیا گیا ہوتا۔ مگر اس کے نظائر موجود ہیں کہ اس میں ردو بدل کیا گیا ہے۔ تو اس فتویٰ کے خلاف مطبوع فتاویٰ رشیدیہ میں ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ یہ فتویٰ ان کا ہو۔ سردست بقدر نصاب شہادت دو شاہد حاضر ہیں۔

پہلی شہادت فتاویٰ رشیدیہ مطبوع بار اول افضل المطابع مراد آباد میں ص۱۵ پر جلد سوم پر ہے۔

سوال: گائے کی اوجھڑی اور کپورے کھانے درست ہیں یا نہیں؟
جواب:۔ درست ہیں۔ فقط

مگر بعد کے تمام مطبوع میں "کپورے کھانے" کو بدلکر "کپیری کھانی" کردیا ہے،
(فتاویٰ رشیدیہ مبوب مطبوع کراچی ص۴۵۵)

مگر جواب میں تبدیل کا خیال نہ رہا۔ تو وہی باقی رہا ـــ درست ہیں ـــ کیا اس سوال کے جواب میں کہ "بکری کی اوجھڑی اور کپیری کھانی درست ہے یا نہیں ـــ یہ کہنا ـــ درست ہیں ـــ صحیح ہے۔

یہ اَن مِلابے جوڑ جواب بتارہا ہے ـ کپیری کھانی ـ کے بجائے ـ کپورے کھانے ہی تھا۔ مگر اسے بالقصد بدلا گیا ہے۔ سچ ہے چور بھاگتا ہے اور نشان قدم چھوڑتا جاتا ہے۔

خیر یہ تو ایک لطیفہ تھا۔ اب ہمارا کہنا ہے کہ جو ناخدا ترس افراد چھپنے کے بعد فتاویٰ رشیدیہ میں تحریف کر سکتے ہیں وہ چھپنے سے پہلے اس میں اپنی چلتی بھر کچھ کمی کئے ہونگے۔

دوسری شہادت فتاویٰ رشیدیہ مبوب مطبوع کراچی کے ص۱۳۱ پر ہے
اور جو شخص صحابۂ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے۔ اور وہ اس کبیرہ کے سبب سنت

جماعت سے خارج نہ ہوگا۔
افضل المطابع میں پہلی بار ۱۳۰۰ھ سے لے کر آج تک کے چھپے ہوئے سب میں یہی ہے۔
غیر مبوب میں حصہ دوم ص۱۱ پر ہے۔
اس پر سیدی، استاذی، استاذ العلماء، جلالۃ العلم علامہ حافظ عبد العزیز صاحب بانی الجامعۃ الاشرفیہ قدس سرہٗ نے المصباح الجدید میں مواخذہ فرمایا — تو آپ ہی نے اپنے ایک کفش بردار کے نام اس کے جواب میں یہ لکھا
"زیر بحث فتویٰ میں مطبع کی غلطی سے خارج ہوگا کے بجائے خارج نہ ہوگا۔ چھپ گیا ہے"
اتنی فاش غلطی مطبع نے چھاپی اور آج تک چالیس برس سے زائد ہوگئے۔ کسی کو تصحیح کی نہ سوجھی تو اب فتاویٰ رشیدیہ کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے کہ اس فتویٰ میں جسے سنبھلی صاحب نے نقل کیا ہے — مطبع نے اسی قسم کی غلطی کی ہو۔
ثانیاً۔ گنگوہی صاحب کے مطبوع فتاویٰ میں بےشمار تعارض ہیں۔

تناقض

فتاویٰ رشیدیہ مبوب مطبوعہ کراچی ص۳۳ پر ہے
"پس عقیدہ زید کا اس سبب سے ہے کہ آپ کو حق تعالیٰ نے علم دیا تھا۔ تو ایسا سمجھنا خطاء صریح ہے اور کفر نہیں۔ اور جو یہ عقیدہ ہے کہ خود بخود آپ کو علم تھا، بدون اطلاع حق تعالیٰ کے" تو اندیشہ کفر کا ہے۔ لہذا پہلی صورت میں امامت درست ہے اور دوسری شق میں امام نہ بنانا چاہیئے۔ اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان روکے اور تاویل کرے"
اس فتویٰ کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عطا سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے علم غیب ماننا، کفر و شرک ہونا تو بہت دور ہے گمراہی اور فسق بھی نہیں۔ حتی کہ جو شخص علم غیب عطائی کا معتقد ہو اس کی امامت بھی درست ہے۔ اور یہ عقیدہ کہ آپ کو (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خود بخود علم غیب حق تعالیٰ کی عطا کے بغیر حاصل تھا۔ یہ بھی

کفر نہیں۔ اس میں اندیشۂ کفر ہے۔ ایسے عقیدے والا کافر نہیں۔ اس کو کافر کہنے سے زبان روکے۔

آپ آگے بڑھئے

تناقض ۱ ص۴۲ پر ہے:۔ علم غیب خاصہ خدا ہے۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔

تناقض ۲ ص۹۳ پر ہے:۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا

تناقض ۳ ص۹۶ پر ہے:۔ اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔

تناقض ۴ ص۶۶ پر ہے:۔ جب انبیاء کرام کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہے اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے۔ اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بکفر ہے۔

تناقض ۵ ص۴۷ پر ہے:۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے۔ سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے۔ اور جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ کا عطا کیا ہوا ہے۔ سو محض باطل ہے اور خرافات میں سے ہے۔

تناقض ۶ ص۹۵ پر ہے:۔ سوال ــــ اشعار اس مضمون کے پڑھنے "یا رسول کبریا فریاد ہے" کیسے ہیں

جواب:۔ بعقیدہ عالم الغیب اور فریاد رس ہونے کے شرک ہے

تناقض ۷ ص۹۹ پر ہے:۔ بعضے شخص کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر عمر میں کل علم غیب عنایت فرمائے ہیں۔ سو یہ بات غلط ہے

تناقض ۸ غیر مبوب حصہ سوم ص۶ پر ہے:۔ علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔

تناقض ۹ ص۲۹۹ پر ہے:۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جو خاصہ حق تعالیٰ ہے ثابت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز نادرست ہے۔ اس کے حاشئے میں لکھا لانہ کفر۔ اس لئے کہ یہ کفر ہے۔

تناقض نمبر ۱ صفحہ ۶۲ پر ہے :۔ جو شخص اللہ جل شانہٗ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم مانے وہ بیشک کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول ، مودت سب حرام ہیں ۔

تناقض نمبر ۱ صفحہ ۶۶ پر ہے :۔ عقیدہ کرنا کہ انبیاء کرام علیہم السلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک صریح جلی ہوئے گا ۔

صفحہ ۹ پر تو یہ کہ اگر یہ عقیدہ ہو کہ آپ کو صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود بدون اطلاع حق تعالیٰ علم حاصل ہو تو کفر نہیں صرف اندیشۂ کفر ہے ۔ قائل کو کافر کہنے سے بھی زبان روکے ۔ تاویل کرے ۔ اور پھر یہ سخاوت کہ ۔ یہ خاصہ خدا ہے کسی بھی تاویل سے کسی دوسرے پر اطلاق ایہام شرک سے خالی نہیں ۔ شرک صریح کا ہے ۔ کفر ہے ۔ یہ عقیدہ رکھنے والا کافر مشرک ہے ۔ اس کے پیچھے نماز نادرست ہے ۔ میل جول حرام ہے ۔ اب تعارض کی دوسری قسط ملاحظہ کریں ۔

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۴۱ پر یہ سوال ہے

پڑھنا ان اشعار کا جنہیں استعانت بغیر اللہ ہو کیسا ہے ؟ مثلاً یہ شعر

یَا رَسُولَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا ۔۔۔ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُغْرَقٌ ۔۔۔ خُذْ یَدِیْ سَہِّلْ لَنَا اِشْکَالَنَا

پس یہ اشعار جائز ہیں یا مستحب یا ممنوع اور شرک ۔ ان اشعار کا پڑھنا اس ملک میں بہت رائج ہے ، مساجد اور خانقاہوں میں روبرو علماء و مشائخ کے پڑھے جاتے ہیں اور کوئی تعرض نہیں کرتا ۔ ملخصاً

سوال میں مذکورہ اشعار میں غیر خدا سے مدد مانگنا بھی ہے غیر خدا کو دور سے پکارنا بھی ہے غیر خدا سے مشکل دور کرنے کی استدعا بھی ہے اور عام مجمعوں میں پڑھنا بھی مذکور ہے ان سب کے باوجود گنگوہی صاحب یہ جواب ارشاد فرماتے ہیں :۔

" ندا غیر اللہ کو کرنا دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم ، سامع مستقل عقیدہ کرے اشعار بزرگان فی حد ذاتہ نہ شرک ہیں نہ معصیت ، ہاں

بوجہ موہم ہونے کے مجامع میں کہنا مکروہ ہے۔ کہ عوام کو ضرر ہے۔ اور
فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہذا ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے نہ اسکے مولف
پر طعن ہو سکتا ہے اور کراہت موہم ہونے کی بوجہ غلبہ محبت کے منجر ہو جاتی
ہے مگر ایسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو بندہ پسند نہیں کرتا
گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا۔"

یہاں سب کچھ جائز معصیت بھی نہیں زیادہ سے زیادہ مکروہ گنگوہی ہے۔ اب ذرا فتاویٰ
رشیدیہ شریف کا مطالعہ کیجئے تو طبیعت باغ باغ ہو جائے گی۔

تعارض (۱) اسی فتاویٰ کے حصہ اول صفہ ۲۹ پر ہے

"مشابہ بشرک ہے۔ کہ غیر اللہ تعالیٰ سے طلب حاجت معصیت ہے"

تعارض (۲) حصہ اول صفہ ۳۱ پر ہے "موہم الفاظ کا پڑھنا معصیت ہے"

تعارض (۳) اسی صفہ اسی حصے میں ہے

"اگر عالم الغیب و متصرف، مستقل جان کر کہتا ہے تو خود شرک محض ہے
اور جو یہ عقیدہ نہیں تو بھی ناجائز ہے"

تعارض (۴) اسی حصہ اول اسی صفہ ۳۱ پر ہے۔

"جو لفظ موہم معنیٰ شرک ہو۔ اس کا بولنا بھی ناروا ہے۔"

تعارض (۵) حصہ سوم صفہ ۶ پر ہے " اور مدد مانگنا اولیا ر سے حرام ہے"

تعارض (۶) اسی حصے اسی صفہ پر ہے۔

"سو غیر اللہ سے مدد مانگنا اگرچہ ولی ہو یا نبی شرک ہے"

تعارض (۷) اسی حصہ سوم کے صفہ پر ہے۔

"جب انبیار علیہم السلام کو علم غیب نہیں۔ یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔"

تعارض (۸) اسی کے صفہ ۱۶ پر ہے۔

"اور وجہ فسق کی احتمال فساد عقیدۂ عوام اور اپنے اوپر تہمت شرک کہنا ہے۔"

تعارض (۹) "صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کر دو۔ یہ شرک ہے خواہ قبر کے

پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے۔"

تعارض (۱۰) حصہ اول ص۱۱۲ پر ہے۔

"اس طور سے دعا کرنا، اے صاحب قبر میرا کام کر دے تو حرام اور شرک بالاتفاق ہے۔"

جن باتوں کو حصہ سوم ص۱۴ پر شرک تو بہت دور ہے معصیت اور حرام، ناجائز تک نہ مانا۔ انھیں کو ناجائز بھی کہا، حرام بھی، معصیت بھی کہا حتی کہ شرک بالاتفاق کہدیا۔

تناقض کے پیچھے تعارض کا شور تعارض کی ٹم میں تناقض کی ڈور

اب جن اصحاب کو خدا کا خوف ہے۔ عاقبت کی پرسش کا ڈر ہے۔ وہ خود فیصلہ کریں۔ جن بزرگ کے مطبوع فتاویٰ میں ایک ہی مسئلے میں دس، دس تعارض، تناقض ہوں اگر ان کے کسی غیر مطبوع فتویٰ، اور مطبوع فتویٰ میں ایک تعارض ہو تو کیا تعجب کی بات ہے۔ پھر گنگوہی صاحب ان بزرگوں میں ہیں جن کے شریک کار کا حال گذر چکا۔

رابعاً کہ نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس کے صفحہ ۳، ۱۴، ۲۸، پر بانگ دہل اس سے انکار کیا کہ خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی ہے۔ پھر خود اسی تحذیر الناس میں اس کے منکر کو کافر کہا ـــــ تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس وناکس بلکہ بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں کے علم کے مثل یا مساوی کہا۔ اور بسط البنان میں ایسے قائل کو کافر کہا۔ انبیٹھی صاحب نے براہین میں شیطان لعین کے علم ناپاک کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ وسیع مانا ـــ اور مہند میں اس کے قائل کو کافر کہا۔ تو اگر گنگوہی صاحب نے اپنے ایک فتویٰ میں ایسے قائل کو کافر کہدیا تو کون سے تعجب کی بات ہے۔

تُرکی بہ تُرکی

سنبھلی صاحب نے گنگوہی صاحب کی نیازمندی کے جوش میں لکھ مارا
"کسی جعلساز کے لئے کسی کے مہر و دستخط بنالینا کیا مشکل ہے؟
کیا دنیا میں جعلی سکے اور جعلی دستاویزیں تیار کرنے والے موجود نہیں۔
مشہور ہے کہ بریلی اور اس کے اطراف میں تو اس فن کے بڑے بڑے کامل
رہتے ہیں جنکا ذریعہ معاش یہی جعلسازی ہے" فیصلہ کن ص ۵۹

خوشی اس بات کی ہے کہ آپ نے یہ تو تسلیم کرلیا کہ اس فتوی پر جو دستخط اور مہر ہے وہ گنگوہی صاحب کے دستخط اور مہر کے اتنی مشابہ ہے کہ ہو بہو انھیں کی معلوم ہو رہی ہے ورنہ اگر یہ لکھدیتے کہ دستخط اور مہر مشابہ بھی نہیں تو کوئی آپ کا کیا بگاڑ لیتا۔ اسلئے گنگوہی صاحب کے قائم کردہ مذہب میں آپ کا وقار اور بڑھ جاتا۔ رہ گیا آپ نے بریلی اور اسکے اطراف کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ یا تو آپ کے احساس کمتری کا نتیجہ ہے یا انکساری اور تواضع ہے۔ ورنہ گذر چکا کہ آپ تو ان بزرگوں کے فیض یافتہ ہیں جو ــــ رد کرنے والے کو راوی بنالیتے ہیں۔ دیکھئے اسی کتاب کا ص۵ بحوالہ براہین قاطعہ ص۵۱ اور ان ما بہ الافتخار کاریگروں کے پروردہ و منظور نظر ہیں ــــ جنھوں نے ایسی کتابیں گڑھ لی ہیں اور ان کی ایسی عبارتیں بنالیں جنکا دنیا میں کہیں کوئی وجود نہیں دیکھئے اسی کتاب کا ص۱۳۸ بحوالہ الشہاب الثاقب۔ ص۹۸-۹۹

اگر ابھی آپ کی قد آور شخصیت کا بھرپور تعارف نہ ہوا ہو تو سُنئے آپ تو ایسے کامل، اکمل، ماہر و اماہر کے وارث ہیں جنھوں نے آیتیں بنالیں۔ لیجئے ملاحظہ کیجئے۔ آپ کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں،

"من یرمِ بہ بریا فقد احتمل الایۃ ... اثم مبین میں داخل

ہو کر طوق کفر و لعنت اپنی گردن میں حسب حدیث مشہور ڈالتا ہے۔"
(الشہاب الثاقب ص ۵۷)

اور دیکھیے ان کے بھی بزرگ اور مطاع اور آپ سب لوگوں کے شیخ الہند محمود حسن صاحب ایضاح الادلہ ص۹۳ پر لکھتے ہیں

"یہی وجہ ہے کہ ارشاد ہوا۔ فان تنازعتم فردوہ الی اللہ و الرسول والی اولوالامر منکم۔"

کوئی صاحب بتائیں کہ یہ آیت قرآن مجید میں کہاں ہے وہ بھی "الی" ہوتے ہوئے اولوالامر کے ساتھ۔

اور اگر ابھی ھل من مزید کا نعرہ ہے تو ملاحظہ کیجیے۔ آپ کے شیخ ثانی حضرت ٹانڈوی کی مستند و معتمد کتاب "سیف النقی" میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے والد ماجد کے نام سے ایک فتویٰ چھاپا جس پر مہر چھاپی اس میں ۱۳۰۱ھ ہے جبکہ حضرت کا وصال ۱۲۹۷ھ میں ہو چکا تھا۔

اور نیز اپنے فتاویٰ رشیدیہ سے لیجیے اعلیٰحضرت قدس سرہ کا ایک فتویٰ قلمی بیاض میں ہے۔ سوال یہ ہے: "تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجے کی ہونی چاہیے یا سوم کی؟" اسکا جواب اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ تحریر فرمایا تھا:

"شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن یا تیسرے دن۔ باقی یہ تعیین عرفی ہیں۔ جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

یہ فتویٰ مبوب مطبوعہ کراچی کے ص۱۲۲ اور غیر مبوب کے حصہ اول ص۸ پر چھپا ہے۔ اس میں اخیر میں جہالت کے بعد "و بدعت" بڑھا دیا ہے۔ اس کے اوپر لکھا ہے

"فتویٰ مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی موصولہ از مولوی عبدالصمد صاحب رامپوری مجموعہ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا خانصاحب منقولہ از جلد رابع کتاب الحظر والاباحۃ ص۱۳"

قصہ یہ ہے کہ یہی مذکورہ بالا بزرگ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ مسائل لکھوائے۔ انھیں واپسی کی جلدی تھی اور اسوقت اتفاق سے کوئی ناقل نہ تھا۔ بظاہر مولوی صورت، مقدس سیرت تھے ان پر شبہہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، انھیں فتاویٰ مبارکہ کی وہ جلد جو کتاب الحظر کے ان مسائل پر مشتمل تھی دیدی گئی کہ جو فتاوی لکھوائے ہیں نقل کر دیں۔ انھوں نے گنگوہی صاحب سے اپنی نیازمندی کا ثبوت دیتے ہوئے فتویٰ مذکورہ میں اپنے ہاتھ سے بین السطور جہالت کے بعد بڑھا دیا "وبدعت" ہے۔ آج بھی فتاویٰ مبارکہ جلد ہشتم کتاب الحظر ص۱۲۴ میں موجود ہے۔ کوئی بھی دیکھکر بخوبی معلوم کریگا۔ کہ یہ — وبدعت — دوسرے قلم سے کسی اور کا اضافہ ہے۔

سنبھلی صاحب آپ بلاوجہ احساس کمتری کا شکار ہیں۔ آپکے ہم مذہب اور آپکے گنگوہی صاحب کے نیازمند اس میدان کے ایسے ایسے شہسوار گزرے ہیں جو اپنے حریف کے گھر جا کر، اس کے گھر بیٹھکر اسکی قلمی کتابوں میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ تو اپنی مطلب براری کے لئے اپنی کتابوں میں کیا کچھ کیا ہوگا اس کا علم آپ کو بخوبی ہے ویسے براہ تواضع اور انکساری جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔

ناظرین اس پر بھی غور کریں۔ کہ آخر وہ کون سا رشتہ تھا جسکی وجہ سے یہ محرّف فتویٰ تحریف لے ساتھ فتاویٰ گنگوہی میں چھپا۔ آخر گنگوہ شریف پہنچا کیسے؟

یہ سب فیض ہے آپ حضرات کے تعلیماتِ ارشاد گنگوہی صاحب کا "براہین قاطعہ" ص — کی کارگیری مذکور ہو چکی اس سے بھی بڑھکر ایک اور کرامت پیش خدمت ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ مبوب مطبوعہ کراچی کے ص۵۴ پر گنگوہی صاحب کا یہ ارشاد ملاحظہ کیجئے۔

" چونکہ حدیث میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود ارشاد فرمایا تھا — کہ مجھکو بھائی کہو"۔ بایں رعایت تقویت الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے

" مجھکو بھائی کہو" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہرگز ہرگز نہیں ہے — مگر گنگوہی صاحب نے اسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لکھدیا۔ جو بزرگ اپنے دین اسلام کو صحیح ثابت کرنے کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ چکے ہیں وہ بھی بار بار۔ انکا یہ نیازمند اپنے مذہب کے بانی

کو بچانے کیلئے قصے گڑھیں، روایتیں وضع کریں۔ تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ مگر حیرت سنبھلی صاحب کے احساس کمتری پر ہے۔

اس فتویٰ کی تائید

صرف یہی نہیں کہ گنگوہی صاحب نے اپنے اس فتوے سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ اپنے نیاز مندوں کے علی الرغم اسکی تائید بھی فرمادی ہے۔ گنگوہی صاحب نے خود ایک کتابچہ لکھا جسکا نام تقدیس القدیر ہے۔ جسے انھوں نے حسب عادت اپنے ایک شاگرد مولوی محمد حسین مرادآبادی کے نام سے چھپوایا ہے۔ اس کے صفحہ ۲ پر ہے۔

جواز وقوعی میں بحث ہے

پھر صفحہ ۵ پر ہے

"گفتگو جواز وقوعی میں ہے نہ جواز امکانی میں"۔۔۔ جواز وقوعی کا مطلب یہ ہے جسکا واقع ہونا جائز ہو اسمیں نہ عقلا کوئی استحالہ ہو اور نہ شرعا۔ وہ نہ محال بالذات ہو نہ محال بالغیر۔ اسکے مقابل جواز امکانی ذکر کر کے اس معنی کو قطعی طور پر متعین کر دیا ہے۔

تو اب تقدیس القدیر کی اس عبارت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ اللہ عزوجل بالفعل جھوٹ بول دے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اگر کوئی یہ کہدے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول چکا تو کافر ہونا بڑی بات ہے وہ اہلسنت سے خارج بھی نہ ہوگا۔ یہی اس مہری دستخطی فتویٰ میں ہے۔

پھر گنگوہی صاحب کے نیاز مندوں کا یہ کہنا کہ انھوں نے اس فتوی سے انکار کیا۔ تبری کی۔ صداقت سے کتنا دور ہے اسے بتانے کی ضرورت نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ نکلا۔ کہ جب تکذیب باری جل مجدہٗ والے فتوی پر گنگوہی صاحب کے دستخط اور انکی مہر موجود ہے اور خط مفتی جھنت۔ اور گنگوہی صاحب نے اخیر دم تک باوجود اطلاع کے اس سے انکار نہیں کیا بلکہ انکی تصنیف تقدیس القدیر میں اسکے مطابق عبارت موجود ہے تو بلاشبہ وہ انھیں کا فتویٰ ہے اور اس فتویٰ پر جو حکم شرعی ہے وہ یقیناً گنگوہی صاحب پر لاگو ہے۔ اور اپنے فتاویٰ میں جو کچھ لکھا ہے اگر وہ واقعی انھیں کا لکھا ہو تو اس سے اس کفر سے بری نہ ہوئے بلکہ ارتکاب کفر کے اقراری مجرم ہوئے۔

بابِ چہارم

(دیوبندیوں کا فقہ حنفی سے ارتداد)

کیا نابالغ کا حدث اسکے لئے ناقضِ طہارت ہے؟

(پہلا مسئلہ)

اگر دس بارہ برس کا لڑکا ایک مرتبہ وضو کرے تو پھر چاہے پیشاب کرے یا پاخانہ، خون نکلے، یا پیپ، ہر حالت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ـــــ وضو کیا ہوا لوہے کی لاٹ ہے نہ توڑے سے ٹوٹے، نہ کاٹے سے کٹے، ـــــ اگر ایسا لڑکا کسی عورت سے صحبت کرے تو اس پر غسل بھی فرض نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ا ص۲۴۷ کی عبارت یہ ہے۔ "نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو، نہ جنب۔ انہیں وضو و غسل کا حکم عادت ڈالنے اور آداب سکھلانے کے لئے ہے، ورنہ کسی حدث سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہے۔"

(ندائے عرفات ص۴)

اس دیوبندی ایڈیٹر نے یہاں مسئلہ شرعیہ کا مذاق بھی اڑایا ہے اور خیانت بھی کی ہے۔ خیانت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اصل عبارت یہ ہے۔

"نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو، نہ جنب۔" الخ

اور شاخسانہ نویس نے اسے بگاڑ کر یوں بیان کیا کہ۔

"اگر دس بارہ برس کا لڑکا ایک مرتبہ وضو کرے تو پھر چاہے پیشاب کرے یا پاخانہ ـــ ہر حالت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔"

ناظرین غور کریں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے نابالغ کا حکم فرمایا ہے اور یہ دیوبندی بارہ برس کے لڑکے کا بھی وہی حکم بیان کر رہا ہے۔ بیچارے کو کیا خبر

کہ بارہ برس کا لڑکا بالغ بھی ہوسکتا ہے ۔ اپنے کسی مولوی سے پوچھ لیں کہ بارہ برس کا لڑکا بالغ ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ اگر وہ بھی اہل سنت و جماعت سے اس مسئلے میں اتفاق رائے کرلیں اور جواب میں "ہاں" کہیں تو پھر جناب والا ارشاد فرمائیں کہ جو حکم نابالغ کے لئے تھا اس کو بارہ برس کے لڑکے پر چسپاں کرنا کون دھرم ہے ۔

یہ مسئلہ احناف کا ایک مسلم الثبوت مسئلہ ہے جس کی شہادت فقہ حنفی کی معتمد اور متداول کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے ۔ اگر افسانہ نویس نے فتاویٰ رضویہ شریف خود دیکھا ہوتا تو انہیں اس میں مل گیا ہوتا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا ہے ، یا ہوسکتا ہے کہ آنجناب نے دیکھا ہو مگر بیچارے الف ، ب ، ت ، ث ، یا زیادہ سے زیادہ ک. کھ. گ. گھ. اور A. B. C. D. کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہ ہوں ورنہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اسی صفحے پر یہ عبارت موجود ہے ۔

فان حکم الحدث انما یلحق المکلف وقد نصوا ان مراھقا جامع او مراھقۃ جومعت انما یومران بالغسل تخلقا واعتیادا کما فی الخانیۃ و الغنیۃ وغیرھما وفی الدر یومر بہ ابن عشر تادیبا فحیث لم یسقط الفرض لانعدام الافتراض لم یرتفع الحدث ایضا لانعدام الحکم بہ اھ

(فتاویٰ رضویہ ص۲۴۰ جلد ۱)

بیشک حدث کا حکم صرف مکلف (عاقل بالغ) کو لاحق ہوتا ہے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قریب بلوغ لڑکے نے جماع کیا ، یا قریب بلوغ لڑکی سے جماع کیا گیا تو ان دونوں کو صرف عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ خانیہ غنیہ ، اور انکے علاوہ فقہ کی دوسری کتابوں میں ہے اور "درمختار" میں ہے کہ دس سال کے لڑکے کو ادب سکھانے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا ، ــــ تو جب کہ فرض نہیں ساقط ہوا کیونکہ ان پر غسل کرنا فرض ہی نہیں تھا تو حدث بھی نہیں اٹھا اس لئے کہ ان پر حدث

کا حکم ہی نہیں تھا۔

فتاویٰ قاضی خاں میں امام اجل فقیہ النفس حضرت علامہ فخر الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

غلام ابن عشر سنين جامع امرأته البالغة عليها الغسل لوجود السبب۔ وهو مواراة الحشفة بعد توجه الخطاب ولا غسل على الغلام لانعدام الخطاب الا انه يؤمر بالغسل اعتيادا وتخلقا كما يؤمر بالطهارة والصلاة۔ اھ

(ص۲۱ ج ۱ م نول کشور)

دس سال کے بچے نے اپنی بالغہ بیوی سے جماع کیا تو عورت پر غسل واجب کہ سبب وجوب پایا گیا یعنی خطاب کے متوجہ ہونے کے بعد عورت کے آگے کے مقام میں حشفہ کا غائب ہونا۔ البتہ اس بچے پر غسل واجب نہیں کیونکہ اسکے حق میں خطاب معدوم ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ عادت ڈالنے کیلئے اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ عادت ڈالنے کیلئے طہارت اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

غنیہ میں ہے۔

صبی ابن عشر جامع امرأته البالغة عليها الغسل لوجود مواراة الحشفة بعد توجه الخطاب۔ ولا غسل على الغلام لانعدام الخطاب الا انه يؤمر به تخلقا كما يؤمر بالوضوء والصلاة۔

اھ۔

(غنیہ ص۴۶)

دس سال کے بچے نے اپنی بالغہ عورت سے جماع کیا تو عورت پر غسل واجب ہے کہ وہ احکام شرعیہ کی مخاطب ہے اور مقام مخصوص میں حشفہ کا دخول پایا گیا۔ ہاں اس بچے پر غسل واجب نہیں کہ وہ احکام شرعیہ کا مخاطب نہیں ہے البتہ اسے عادت ڈالنے کیلئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ اسی مقصد کے تحت وضو اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص۱۵ میں ہے۔

غلام ابن عشر سنين جامع

دس سال کے بچے نے بالغ عورت سے

امرأة بالغة فعليها الغسل ولا غسل على الغلام الا انه يؤمر بالغسل تخلقا واعتيادا كما يؤمر بالصلاة تخلقا واعتيادا اھ

جماع کیا تو عورت پر غسل ہے اور اس لڑکے پر غسل نہیں ـــــ مگر عادت ڈالنے کے لئے اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا جیساکہ عادت ڈالنے کے لئے نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

درمختار شرح تنویر الابصار جلد اول صـ۱۰۹ میں ہے۔

لو كان مكلفين ـــــ ولو احدهما مكلفا فعليه فقط دون المراهق ـــــ ويؤمر ابن عشر تاديبا اھ

(حشفہ غائب ہونے سے دونوں پر غسل واجب ہے) بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ان میں ایک مکلف ہو تو صرف اسی مکلف پر واجب ہے اور جو بالغ ہونے کے قریب ہے اس پر غسل نہیں البتہ دس سال کے بچے کو ادب سکھانے کیلئے غسل کا حکم دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ "مکلف" عاقل بالغ شخص کو کہتے ہیں۔

"مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" میں ہے۔

فيلزمهما الغسل لو مكلفين و يؤمر به المراهق تخلقا اھ

(صـ۵۰ مراقی)

ان دونوں پر غسل واجب ہے اگر دونوں مکلف ہوں اور مراہق کو غسل کا حکم عادت ڈالنے کے لئے دیا جائے گا۔

طحطاوی علی المراقی میں خلاصہ پھر مبسوط کے حوالہ سے ہے۔

اى لا عليه ـ نكتة يمنع من الصلاة حتى يغتسل كما فى الخلاصة عن الاصل وفى الخانية يؤمر به ابن عشر اعتيادا وتخلقا كما يؤمر بالطهارة والصلاة اھ

نابالغ بچے پر غسل نہیں جیساکہ خلاصہ میں اصل یعنی مبسوط سے ہے البتہ وہ نماز سے روکا جائے گا۔ اور خانیہ میں ہے کہ دس سال کے بچے کو غسل کا حکم عادت ڈالنے کیلئے دیا جائیگا جیسا کہ طہارت اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

ردالمحتار علی الدرالمختار اور قنیہ صـ۱ میں ہے۔

وقوله مکلفین ای عاقلین بالغین وقوله ذکره فی القنیه وغیره یؤمر به اعتیادا وتخلقا کما یؤمر بالصلاة والطهارة. وفی القنیة قال محمد فی صبیة یجامع مثلها یستحب لها ان تغتسل لکنه لم یجبرها وقد نبه علی ذلک اھ

(ج ۱ ص)

مکلف سے مراد عاقل، بالغ ہیں۔ قنیہ اسکے علاوہ قنیہ کی دوسری کتابوں میں ہے کہ نابالغ کو عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ نماز و طہارت کا حکم دیا جاتا ہے ـــــ اور قنیہ میں ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ۔ مرد نے ایسی نابالغ بچی سے ہمبستری کی کہ اس جیسی لڑکی سے جماع کیا جاتا ہو تو اس بچی کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ گویا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو غسل کرنے پر مجبور کرنے کو جائز نہیں جانتے تھے۔

ان عبارتوں سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ نابالغ بچے یا بچی کو وضو، یا غسل کا حکم محض ان کو عادت ڈالنے اور شریعت کے آداب سکھانے کے لئے ہے ورنہ کسی بھی حدث سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی جماع کرنے سے ان پر غسل واجب ہوتا ہے۔

پس یہیں سے پورے طور پر اس بات کا ثبوت بھی فراہم ہو گیا کہ مجدد برحق، مجدد ملت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے جو مسئلہ زیب قرطاس فرمایا ہے وہ بلاشبہ امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب مہذب کی سچی ترجمانی ہے ـــــــــــــــ یہاں یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ اس مسئلہ خاص کے متعلق کہیں بھی، کسی کتاب میں، کسی کا کوئی اختلاف منقول نہیں ہے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ائمہ احناف علیہم الرحمۃ والرضوان کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور ایک متفق علیہ حکم شرعی کا مذاق اڑانا کتنا بڑا جرم ہے دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے منصفو بتاؤ۔

حکم مذکور کا بنیادی سبب

یہ حقیقت ہے کہ وضو یا غسل حدث کی وجہ سے واجب ہوتا ہے اور یہ مسلم ضابطہ ہے کہ فرض وواجب وغیرہ احکام کا تعلق ان لوگوں کی ذات سے ہے جو عاقل بالغ ہیں اور نابالغوں پر کوئی چیز فرض یا واجب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وضو یا غسل عاقل وبالغ پر فرض ہے جیسا کہ صاحب درمختار ومراقی الفلاح نے فرمایا "لومکلفین" جس کی تشریح علامہ شامی نے اپنے الفاظ میں "عاقلین بالغین" سے کی اس کا مطلب یہ ہے کہ "مرد وعورت پر جماع سے غسل اس وقت واجب ہے جب کہ وہ مکلف یعنی عاقل وبالغ ہوں" اور نابالغوں پر غسل واجب نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ مکلف نہیں ہیں، جیسا کہ فتاویٰ خانیہ وغنیہ میں یہ حکم بیان کرکے صاف صاف تحریر کیا "لِعَدَمِ الخطاب" لانعدام الخطاب" یعنی نابالغ بچہ، یا بچی فرائض وواجبات کے احکام کے مخاطب نہیں ہیں اس وجہ سے ان پر غسل بھی واجب نہیں۔

اب یہیں سے اس امر کا کامل طور پر انکشاف ہو جاتا ہے کہ پاخانہ، پیشاب خون، پیپ یا جماع وغیرہ کے باعث حدث وجنابت کا حکم صرف ان لوگوں پر ہوگا جو احکامِ فرض وواجب کے مخاطب اور عاقل وبالغ ہیں۔ اور وہ لوگ جن کو شریعت طاہرہ نے ان احکام کا مکلف نہ ٹھہرا کر سنِ بلوغ تک ایک طرح سے آزادی عنایت کی ہے ان پر کسی بھی سبب سے حدث یا جنابت کا حکم نہیں عائد ہوگا ــــ یا بلفظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ ــــ شریعت طاہرہ نے جس پر وضو یا غسل کو فرض قرار دیا ہے اسی پر حدث کا حکم بھی جاری کیا ہے اور جس پر ان فرائض کی ذمہ داری عائد نہیں کی ہے اس کو حکم حدث سے بھی بری اور مستثنیٰ کر دیا ہے ــــ خلاصہ یہ ہے کہ ــــ حدث کا حکم صرف عاقل وبالغ کو لاحق ہوگا کسی نابالغ پر حدث کا حکم نہیں نافذ ہوگا ــــ پس جب یہ بات اپنی جگہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ "نابالغ پر شریعت نے حدث کا حکم نہیں نافذ کیا ہے"۔ تو یہیں سے

روز روشن کی طرح یہ بات بھی آشکارا ہو گئی کہ وہ پیشاب کرے، یا پاخانہ اس کے جسم سے خون نکلے یا پیپ ۔ وہ محدث نہیں ہوگا، اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا یونہی جماع کرنے سے اس پر جنابت نہیں طاری ہوگی اور اس پر غسل کے واجب ولازم ہونے کا فیصلہ نہیں دیا جائے گا۔

اور حدیث میں جو فرمایا گیا کہ ۔

مُرُوا اَبْنَاءَ کُمْ بالصَّلٰوۃِ وھم ابناء سبع سنین۔ واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین — جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انھیں مار کر پڑھاؤ۔

تو یہ اس لئے نہیں فرمایا گیا کہ نابالغوں پر نماز فرض ہے بلکہ اس حکم کا مقصد یہ ہے، کہ بچے بالغ ہونے تک نماز پڑھنے کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لیں اور انھیں نماز پڑھنے کی عادت پڑ جائے ـــــ جیسا کہ خانیہ، غنیہ، عالمگیری، طحطاوی اور شامی کے حوالے سے بیان ہوا، خانیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

اِلاَّ أنّہ یؤمر بالغسل اعتیاداً وَّتخلقا کما یؤمر بالطہارۃ والصلاۃ — نابالغ کو عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا۔ جیسا کہ وضو اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے

اھ۔ ص۲۱ ج ۱

یہاں تک ہم نے مبسوط سے لے کر ردالمحتار تک فقہ حنفی کی دس کتابوں سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ حق و صداقت کا آئینہ دار اور مذہب حنفی کی صحیح ترجمانی ہے۔ اور دیوبندی اس سے انکار کرتے ہیں یہ مذہب حنفی سے ارتداد ہے۔

آئینۂ دیوبند

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ دیوبندیوں کی تسکین خاطر ان کتابوں سے نہ ہوگی جنکی تصریحات ہدیۂ ناظرین ہوئیں اس لئے ہم آئینۂ دیوبند میں ان کو انھیں کے گھر کا

مشاہدہ کرتے ہیں تاکہ انھیں بھی اعتراف حق میں کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے۔ اور ناظرین پر ان کی حق پرستی، وراست گوئی کا بھرم کھل جائے۔

فتاوی امدادیہ کا ایک فتویٰ

دیوبندی جماعت کے ایک عظیم رکن اور حکیم الامۃ جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"یہ علامت بلوغ کی نہیں۔ ہاں مراہقہ (یعنی لڑکی کے قریب بلوغ) ہونے کی دلیل ہے جماع سے اس پر غسل فرض نہیں۔ البتہ تعلیماً واعتیاداً وتادیباً (یعنی سکھانے، عادت ڈالنے اور ادب دینے کے لئے) اس پر تاکیدِ غسل کی جاوے گی"۔ (صنا۔ جلد اول)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے صاف لکھا ہے کہ۔ اگر مراہقہ یعنی قریب البلوغ لڑکی سے کسی نے ہمبستری کی تو اس پر غسل فرض نہیں۔

بہشتی زیور کا ایک مسئلہ

یہی مولوی صاحب موصوف اپنی دوسری تصنیف بہشتی زیور میں اس سے زیادہ واضح لفظوں میں لکھتے ہیں کہ

"مسئلہ:۔ چھوٹی لڑکی سے اگر مرد نے صحبت کی جو ابھی جوان نہیں ہوئی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ لیکن عادت ڈالنے کے لئے اس سے غسل کرانا چاہئے"۔

(بہشتی زیور۔ حصہ اول صہ۷۳ مطبع محمود المطابع کانپور و صہ۴۹ مطبوعہ دین محمدی)

بہشتی گوہر کا بیان

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی مرد کسی کمسن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ گرے"۔

(صہ۱۹ مطبع نزاکی کانپور۔ صہ۱۵ مطبع مجیدی)

یہ تینوں مسائل اگرچہ نابالغہ بچی کے متعلق ہیں مگر یہی حکم نابالغ بچے کا بھی ہوگا کیونکہ نابالغہ بچی سے جماع کی وجہ سے اس پر غسل آخر کیوں نہیں واجب ہوتا۔؟ اسکی علت وہی ہے جو اجلۂ فقہائے حنفیہ نے بیان فرمائی کہ وہ نابالغی کی وجہ سے احکام الٰہیہ کی مخاطب نہیں تو پھر یہ علت نابالغ بچے کے حق میں بھی موجود ہے لہٰذا دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بوسہ

مفسد نماز ہے یا نہیں ؟

دوسرا مسئلہ

"مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کی خواہش پیدا ہوئی تو نماز جاتی رہی اگرچہ یہ فعل اس کا اپنا فعل نہ تھا۔ اور عورت نماز پڑھتی ہو مرد بوسہ لے عورت کی خواہش پیدا ہو تو عورت کی نماز نہ جائے گی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۶۷)

ماشاء اللہ خان صاحب کی شریعت کیا ہے ایک اچھا خاصہ تماشہ اور کھیل ہے صورت ایک ہے لیکن مرد کی نماز نہیں ہوگی اور عورت کی ہوجائے گی۔" (ندائے عرفات ص ۴۹)

کسی شخص کا جاہل ہونا ضرور عیب ہے مگر اتنا بڑا عیب نہیں جتنا بڑا عیب یہ ہے کہ جاہل ہوتے ہوئے اپنے آپ کو علامہ حتیٰ کہ فقیہ و مفتی بھی سمجھنے لگے ؎

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالدہر بماند

آدمی اگر جاہل ہو اور اسے معرفت نفس بھی حاصل کہ میں جاہل ہوں تو جو بات اسے معلوم نہ ہو، یا اس کی سمجھ میں نہ آئے اس کو علماء سے پوچھتا ہے لیکن جاہل ہوتے ہوئے جہل مرکب میں مبتلا ہو کر یہ سمجھے کہ میں ہمہ داں ہوں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہالت کے دلدل میں پھنسا رہے گا۔ دیوبندیوں کی خاص بیماری یہی ہے کہ وہ ہوتے ہیں جاہل مطلق مگر اپنے کو مجتہد عصر سمجھتے ہیں، یہی بیماری "ندائے عرفات" کے اس مضمون نگار میں بھی ہے۔ الٹا سیدھا مضمون لکھ لینا اور بات ہے اور دقائق فقہیہ کو سمجھنا اور بات۔ مسئلہ مذکورہ میں فرق واضح ہے مگر کسی کالم نگار یا ایڈیٹر کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اپنی سمجھ پر ماتم کرنا چاہئے، حکم شرعی کا مذاق اڑا کر شریعت کو بازیچۂ اطفال بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے"۔

اس مسئلہ کی بنیاد فقہ حنفی کے دو مسلم الثبوت اصولوں پر ہے۔

اصل اوّل :- کسی نمازی کی نماز دوسرے کے فعل سے فاسد نہیں ہوتی مگر اس وقت جب کہ دوسرے کے فعل سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو نماز فاسد کرنیوالی ہو ——— مثلاً نمازی کے سامنے کوئی ہنس رہا ہو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر مصلی بھی ہنسنے لگے تو مصلی کی نماز فاسد ہو جائے گی ——— یا ——— کسی نے نمازی کو مارا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی جب تک کہ وہ چیخے نہیں یا آواز نہ نکالے ——— لیکن نمازی اگر کسی کو مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے۔

مَعَہٗ حَجَرٌ فرمابہ ..... انسانًا تفسد کضرب ولو مرۃً لانّہٗ مخاصمۃٌ اَو تادیبٌ او ملعبۃٌ وھو عمل کثیر۔ اھ (ص ۸۷ ج)

نمازی کے پاس پتھر تھا اس کو کسی انسان پر پھینکا تو نماز فاسد ہو جائے گی جیسے کسی کو مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو اسلئے کہ یہ جھگڑا کرنا ہے یا ادب دینا ہے یا کھیل کرنا ہے اور یہ عمل کثیر ہے۔

اصل ثانی :- جو چیز جماع کے دواعی سے ہے نماز میں اس کا ارتکاب مفسد نماز ہے۔ چنانچہ غنیہ میں ہے۔

ولو قبّل ھو أی المصلی امراتہ بشھوۃ او بغیر شھوۃ فسدت صلاتہ اھ ص ۴۴۹	نمازی نے اپنی بیوی کو بوسہ لیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی چاہے شہوت کے ساتھ اس نے بوسہ لیا ہو یا بغیر شہوت کے۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ بوسہ مرد لے تو یہ اس کے حق میں "معنیٔ جماع" میں ہے۔

لیکن اگر بوسہ عورت لے تو یہ مرد کے حق میں "معنیٔ جماع" ہے یا نہیں، قابل غور ہے، فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ جماع مرد کا فعل ہے عورت کا نہیں۔ اور اس پر انہوں نے احکام بھی متفرع کئے ہیں پس اگر عورت نے مرد کا بوسہ لیا اور مرد کو خواہش پیدا ہوئی تو یہ خواہش بھی مرد کے حق میں "معنیٔ جماع" میں ہے کہ وہ فاعلِ جماع ہے لیکن عورت کے حق میں خواہشِ "معنیٔ جماع" میں نہیں کہ وہ فاعل جماع نہیں ہے اب فتاویٰ رضویہ شریف کا مسئلہ لیجئے اور وجہ فرق سمجھئے۔

"مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کو خواہش پیدا ہوئی نماز جاتی رہی"

یہ اسلئے نہیں کہ عورت نے بوسہ لیا کیونکہ یہ بوسہ لینا غیر نمازی کا فعل ہے اسلئے اس کا بوسہ لینا۔ اور نہ لینا کالعدم ہے۔ جیسا کہ اصل اول میں گذرا۔ بلکہ نماز اسلئے فاسد ہوئی کہ عورت کے بوسہ لینے سے مرد کو خواہش پیدا ہو گئی اور بوسے کے بعد جماع کی خواہش "جماع کے معنی" میں ہے تو نمازی سے حالت نماز میں مفسد نماز کا صدور ہوا ——— یہی مفاد ہے درمختار وغیرہ کی اس عبارت کا۔

لا لو قبلتہ ولم یشتھھا[۱]۔ اھ	عورت نے مرد کا بوسہ لیا اور اسے خواہش نہیں پیدا ہوئی تو نماز نہیں فاسد ہوگی۔

---

[۱] درمختار ص ۴۲۲ ج ۱ شامی ص ۴۲۲ ج ۱ بحوالہ خلاصہ۔ غنیہ ص ۴۴۹، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، طحطاوی علی المراقی۔ خزانۃ الروایات قلمی ص ۲۲۹ ذخیرہ، خزانۃ الفتاویٰ

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مرد کو خواہش پیدا ہو گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اب دوسرا مسئلہ لیجئے۔

"عورت نماز پڑھتی تھی مرد بوسہ لے عورت کو خواہش پیدا ہو تو عورت کی نماز نہ جائے گی۔

یہ اسلئے کہ جب عورت کی خواہش "جماع کے معنی" میں نہیں تو نمازی کی جانب سے کوئی چیز مفسدِ نماز نہ پائی گئی پس اس صورت میں نماز کے فاسد ہونے کا حکم بلا سبب ہوگا۔ ——— رہ گیا مرد کا بوسہ لینا تو وہ نماز پر اثر انداز نہیں ہوگا جیسا کہ ہم اصل اول میں بتا آئے کہ غیر نمازی کا فعل نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

اسی لئے مجتبیٰ شرح زاہدی اور جوہرہ نیرہ میں یہی صراحت فرمائی جسے محقق ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے بحر میں اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ درمختار میں نقل فرمایا چنانچہ رد المحتار میں ہے۔

ھٰذا ۔ وذکر فی البحر عن شرح الزاھدی انہ لو قبّل المصلیۃ لا تفسد صلاتھا ومثلہ فی الجوھرۃ ۔ اھ (ص۴۲۲ ج۲)	بحر الرائق میں شرح زاہدی کے حوالہ سے ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھنے والی عورت کا بوسہ لیا تو عورت کی نماز فاسد ہو گی اور اسی کے مثل جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اس عبارت کو نقل کر کے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ۔

وعلیہ فلا فرق اھ (ص۴۲۲ ج۱)	اور اس بنا پر کوئی فرق نہیں ہے

یعنی مرد عورت کا بوسہ لے، یا عورت مرد کا بوسہ لے دونوں میں کوئی فرق نہیں ——— یا یوں کہئے کہ ——— غیر نمازی سے دواعیٔ جماع کا صدور نماز کو فاسد نہیں کرتا چاہے یہ صدور مرد سے ہو یا عورت سے۔

خلاصۂ کلام :- یہ ہوا کہ فتاویٰ رضویہ شریف کے دونوں مسئلوں میں نماز کے فاسد ہونے اور نہ ہونے کا جو حکم ہے اس کا مدار مرد یا عورت کے بوسہ

لینے پر نہیں اسلئے کہ وہ غیر نمازی کا فعل ہے جو نمازی کی نماز کو فاسد نہیں کرسکتا۔

"مسئلہ اولیٰ" میں نماز کے فاسد ہونے کا حکم اس لئے نہیں کہ عورت نے اس کا بوسہ لے لیا بلکہ اس بنا پر ہے کہ عورت کے بوسہ لینے سے خود مرد کو نماز میں خواہش پیدا ہوئی اور بوسہ کے بعد مرد کو جماع کی خواہش ہونا جماع کے معنی میں ہے تو اس صورت میں نمازی سے نماز کی حالت میں مفسدِ صلاۃ کا صدور ہوا، اس لئے نماز فاسد ہوگئی اور دوسرے مسئلہ میں عورت کو خواہش پیدا ہوئی مگر عورت کی خواہش جماع کے معنی میں نہیں اس لئے اس کی نماز نہیں فاسد ہوگی۔

الغرض:۔ مدار کار غیر کا بوسہ لینا نہیں بلکہ مدار کار خود نمازی سے حالت نماز میں مفسدِ نماز کا صدور یا عدم صدور ہے بوسہ کے بعد اگر جماع کی خواہش مرد کو ہے تو مفسدِ نماز ہے اور اگر عورت کو ہے تو مفسد نماز نہیں اس لئے کہ فاعِل جماع مرد ہے نہ کہ عورت۔

یہاں یہ نہ کہا جائے کہ مجتبیٰ کتب ضعیفہ سے ہے کیونکہ یہ مسئلہ جوہرہ نیرہ میں بھی ہے جو کتب معتمدہ سے ہے۔

ویسے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اکثر فقہاء کا موقف یہ ہے کہ شوہر کے بوسہ لینے سے عورت کی نماز فاسد ہوجائے گی جس کی توجیہہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "جد الممتار" میں یہ فرمائی ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی کو شہوت کے ساتھ بوسہ لینا جماع کے معنی میں ہے اور جماع مفسدِ نماز۔ (ص۱۹۰ ج۱)

اس طرح اس باب میں فقہاء کے دو قول ہوئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے کہ شوہر کے بوسہ لینے سے عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس میں عورت کی طرف سے نماز کے منافی کوئی فعل نہ پایا گیا مگر اکثر فقہاء کا قول بھی باقوت ہے اس لئے "جد الممتار" حاشیہ رد المحتار میں فرماتے ہیں کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ اکثر کے قول پر عمل کیا جائے۔ رقم طراز ہیں

کتب الزاھدی غیر موثوق بھا زاہدی کی کتابیں قابل وثوق نہیں۔ لہٰذا وہ

ملا تعاوم الخلاصۃ وغیرھا من الکتب المشہورۃ والجوھرۃ وان کانت معتمدۃً مالعمل بما علیہ الاکثر، ھو الاحوط	خلاصہ وغیرہا کتب معتمدہ کے مقابل نہیں ہوسکتیں اور جوہرہ نیرہ اگرچہ فقہ کی معتمد کتاب ہے تاہم عمل اکثر کے قول پر ہے اور یہی احوط ہے۔

(ص ۲۹۶ ج اول، طبع اول)

یہاں تین باتیں ہیں۔

(الف) ـــــ اصل حکم

(ب) ـــــ احتیاط

(ج) ـــــ احوط ـــــ یعنی زیادہ احتیاط

تو فتاویٰ رضویہ کا مسئلہ اصل حکم کے مطابق ہے اور" جد الممتار" کا احوط کے مطابق۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ نماز تو فاسد نہ ہوگی لیکن زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ عورت نماز دہرالے۔

اس کی بنیاد دراصل اس ضابطۂ فقہیہ پر ہے کہ کسی مسئلہ میں فقہار کے درمیان اختلاف ہو تو مستحب یہ ہے کہ عمل میں دونوں قولوں کا لحاظ کیا جائے اس پر اجماع ہے۔ درمختار میں ہے۔

یندب للخروج من الخلاف، لا سیما للامام لکن بشرط عدم ارتکاب مکروہ مذھبہ اھ

یہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے احوط پر عمل کا فیصلہ کر کے اسی مندوب پر عمل کیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

شرمگاہ کی تری پاک یا ناپاک ہونے کی بحث

تیسرا مسئلہ

"بکری کا بچہ اسی وقت پیدا ہوا، ابھی اس کا بدن رطوبت رحم سے گیلا ہے اسے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی تو کچھ حرج نہیں ہے اگر یہ بچہ پانی میں گر گیا تو پانی ناپاک نہ ہوگا، اس لئے کہ شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۵۷۶)

"خان صاحب بریلوی کی اس فقہ دانی کی داد دینی چاہیئے۔ اگر خدانخواستہ خان صاحب تھوڑے دن اور زندہ رہ جاتے تو حیض و نفاس کے خون کو بھی پاک تبلادیتے۔" العیاذ باللہ

(ندائے عرفات ص ۴۵)

چوتھا مسئلہ

"گائے، بکری، کسی پاک جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی تری کی حالت میں جو وقت پیدائش کے بدن پر ہوتی ہے، کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی پاک رہے گا۔"

(فتاویٰ رضویہ ص ۵۶۳ ج ۱)

"رہنما خوانی بھائیو! خانصاحب کے اس نوایجاد مسئلہ کی بنا پر

کہ آپ اس ناپاک پانی پینے کے لئے تیار ہو، تو پی کر دکھاؤ، ورنہ خدا سے شرما کر خان صاحب کے اس جدید مذہب کو ترک کر دو۔ اور صدق دل سے توبہ کر لو۔"

(رضائے عرفات ص ۵۲ و ص ۴۶)

ان دونوں مسئلوں کا ماحصل صرف یہ ہے کہ ـــــ شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے ـــــ اس لئے اگر بچے کا بدن ابھی شرمگاہ کی رطوبت (تری) سے گیلا ہو تاہم اس کو گود میں لینے، یا اس کے پانی میں گرنے سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا لہذا نماز صحیح ہوگی۔ اور پانی بھی ناپاک نہ ہوگا لہذا اس سے وضو و غسل درست ہوگا۔

یہ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا جدید مذہب اور نو ایجاد مسئلہ نہیں۔ بلکہ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب ہے۔

فقہ حنفی کی معتمد و مستند کتاب درمختار اور جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اما عنده فهی طاهرة، کسائر رطوبات البدن۔ جوهرة۔ اھ

(درالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۰۰ ج ۱)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے جیسے بدن کی دوسری رطوبتیں (پسینہ، ناک کا پانی، رال وغیرہ) پاک ہیں۔

ردالمحتار میں علامہ شامی نے اس عبارت پر نوٹ تحریر کیا۔

(قوله: اما عنده) أی عند الامام الاعظم۔ وظاهر کلامه فی اٰخر الفصل الاٰتی: انه المعتمد اھ

(ردالمحتار ص ۲۰۰ ج ۱ نعمانیه)

یہ مسلک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور صاحب درمختار کے کلام سے جو اس فصل کے آخر میں آرہا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی معتمد ہے۔

فتاویٰ تتارخانیہ میں بھی یہی منقول ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

نقل فی التاترخانیة: ان رطوبة

تتارخانیہ میں منقول ہے کہ پیدائش کے

نولد عند الولادة طاهرة. اھ	وقت بچے کے جسم پر جو رطوبت ہوتی ہے
(۳۳۳ ج ا ۔ ۲۰۸ ج ا)	وہ پاک ہے۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

ت رطوبة المخرج ليست بنجسة	بلاشبہ شرمگاہ کی تری ناپاک نہیں۔

۵۔ (ص ۲۵۰ فصل فی مسائل الآبار)

دیوبندیو! کیا امام اعظم اور دوسرے اجلۂ فقہائے حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے بارے میں بھی یہ جسارت کرو گے کہ شرمگاہ کی تری پاک ہے تو اسے چاٹو؟ گستاخان رسول سے یہ کچھ بھی بعید نہیں۔

مسلمان بھائیو! آپ لوگ غور فرمائیں کہ جب پاک جانور شرمگاہ کی رطوبت لعاب اور پسینہ وغیرہ کی طرح سے پاک ہے تو اس رطوبت سے جو بچہ گیلا ہو اس کے چھونے یا پانی میں گرنے سے کپڑا یا پانی کیوں ناپاک ہوگا، اس لئے اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے جو مسئلہ بیان فرمایا وہ حنفی مذہب کے عین مطابق ہے۔

پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے نہیں بیان کیا ہے۔ بلکہ آپ نے حلبی کبیر کا ایک جزئیہ نقل فرمایا ہے جو عربی زبان میں جسے عام لوگ سمجھ نہیں سکتے تو آپ نے اس کا فائدہ عام کرنے کے لئے اردو زبان میں اسی کا مطلب خیز ترجمہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ ص ۵۶۳ ج ا۔ میں اسی موقع پر حلبی کا جزئیہ یوں منقول ہے۔

سخلة اذا وقعت من امها	گائے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں
رطبة فی الماء لا تفسده کذا فی	گر گیا اور وہ ابھی شرمگاہ کی رطوبت سے
کتب الفتاویٰ اھ	گیلا تھا تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ ایسا ہی کتب
(حلبی کبیر ص ۱۵۰)	فتاویٰ میں ہے۔

تو یہ مسئلہ حلبی کبیر و کتب فتاویٰ کا ہوا، اسے اعلیٰ حضرت کا نو ایجاد مسئلہ قرار دینا کتنا بڑا جھوٹ اور فریب ہے۔

ہم کو غلط کہو، تو تمہاری ادا ہے یہ
پر سچ بتلایئے کہ یہ کس کا قصور ہے

نیز یہ مسئلہ فقہ حنفی کی بہت سی کتب شروح وکتب فتاویٰ میں بھی واضح لفظوں میں موجود ہے۔ نمونہ کے طور پر کچھ جزئیات اور ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ خزانۃ الفتاویٰ صـ۱۳ـ میں ہے۔

البیضۃ اذا خرجت من الدجاجۃ فوقعت فی الماء رطبۃ۔ او یبست ثم وقعت فی الماء۔ لا تفسد الماء والثوب۔ و ھکذا حکم السخلۃ رطبۃ او یابسۃ فی قیاس قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اھ

(خزانۃ الفتاویٰ ص ۱۳)

انڈا مرغی کے شکم سے باہر نکلا۔ اور فوراً اسی تری کی حالت میں پانی میں گر پڑا، یا خشک ہونے کے بعد پانی میں گرا تو یہ انڈا نہ پانی کو فاسد کرے گا (کہ وہ وضو وغسل کے لائق نہ رہ جائے) اور نہ ہی کپڑے کو (کہ اسے پہن کر نماز نہ ادا کی جا سکے) اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر قیاس کے مطابق یہی حکم گائے اور بکری کے بچہ کا ہے (یعنی پانی اور کپڑا ناپاک نہوں گے۔) چاہے وہ ابھی شرمگاہ کی تری سے گیلا ہو یا خشک ہو چکا ہو۔

۲۔ ردالمحتار علی الدرالمختار کے باب الانجاس میں ہے۔

نقل فی التاترخانیۃ ان رطوبۃ الولد عند الولادۃ طاھرۃ۔ وکذا السخلۃ اذا خرجت من امھا، وکذا البیضۃ۔ فلا یتنجس بھا الثوب ولا الماء اذا وقعت

تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ نقل فرمایا کہ پیدائش کے وقت بچے کے جسم پر (شرمگاہ کی) جو رطوبت ہوتی ہے، وہ پاک ہے اسی طرح گائے یا بکری کا بچہ جس وقت وہ اپنی ماں کے شکم سے باہر آئے (پاک ہے) اور اسی طرح انڈا بھی۔ پس ان کے (مثلاً گود میں

فیہ لکن یکرہ التوضی بہ للاختلاف۔ وکذا الانفحۃ ہوالمختار۔اھ

(شامی ص۲۳۳ ج ۱۔ ایضاً ص۲۰۹ ج ۱)

اٹھا لینے کے سبب سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ اور اگر ان میں سے کوئی پانی میں گر پڑے تو نجس نہیں ہوگا، ہاں اختلاف کی وجہ سے اس پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور یہی حکم انفحہ[1] کا ہے یہی مسلک مختار ہے۔

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ پیدائش کے وقت بچے کے جسم پر جو رطوبت لگی ہوتی ہے وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کے مطابق پاک ہے اس وجہ سے اس بچے کو گود میں اٹھانے، یا اس کے پانی میں گر جانے سے کپڑے یا پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ وہ بدستور طاہر اور پاک رہیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ کپڑا پاک ہے تو اسے زیب تن کر کے نماز ادا کرنے میں شرعاً کوئی حرج لاحق نہیں ہوگا۔

۴۔ فتاویٰ قاضی میں ہے۔

بیضۃ سقطت من الدجاجۃ فی مرقۃ او ماء۔ لا تفسد ذالک وکذ السخلۃ اذا سقطت من امہا ووقعت فی الماء مبتلۃ لا تفسد اھ

(ص ۷، ج ۱)

انڈا مرغی کے پیٹ سے شوربے یا پانی میں گر پڑا تو وہ انھیں فاسد نہ کرے گا۔ اور اسی طرح گائے یا بکری کا بچہ جس وقت اپنی ماں کے پیٹ سے باہر نکلا اور شرمگاہ کی تری سے بھیگا ہی تھا کہ پانی میں گر پڑا تو وہ پانی کو ناقابل طہارت نہ کرے گا۔

۵۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

لا ینجس المائع وقوع بیضۃ

مرغی کے پیٹ سے نکلنے والا تر انڈا کسی

---

[1] انفحہ: بکری کا جو بچہ ابھی صرف دودھ ہی پیتا ہو اس کے پیٹ سے دودھ جیسی ایک چیز نکالتے ہیں اور کپڑے میں لت پت کر لیتے ہیں پھر وہ پتھر کی مانند گاڑھا ہو جاتا ہے عوام اس کو مجتبنہ کہتے ہیں۔

طریۃ من بطن دجاجۃ ولا وقوع سخلۃ من بطن امھا ولو کانت رطبۃ ما لم یعلم ان علیھما قذرا لان رطوبۃ المخرج لیست بنجسۃ اھ (طحطاوی علی مراقی صہ۲۵ فصل فی مسائل الآبار)

رقیق بہنے والی چیز میں گر کر اسے ناپاک نہیں کرے گا اور نہ ہی گائے یا بکری کا بچہ جو ابھی ماں کے شکم سے باہر آیا ہو، اگرچہ وہ (شرمگاہ کی رطوبت سے) بھیگا ہوا ہو، جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی اسلئے کہ شرمگاہ کی تری ناپاک نہیں ہے۔

۶۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اور صغیری میں ہے۔

السخلۃ اذا وقعت من امھا رطبۃ فی الماء لا تفسدہ اھ (وزاد فی الغنیۃ) کذا فی کتب الفتاویٰ اھ (غنیہ صہ۱۵۰ و صہ۸۳)

گائے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی اسی تری کی حالت میں جو پیدائش کے وقت اسکے بدن پر ہوتی ہے، پانی میں گر جائے تو وہ پانی کو ناقابل طہارت نہ کرے گا فتاویٰ کی کتابوں میں ایسا ہی مذکور ہے۔

۸۔ فتح القدیر شرح ہدایۃ میں ہے۔

لو وقعت البیضۃ من الدجاجۃ فی الماء رطبۃ او یبست ثم وقعت۔ وکذا السخلۃ اذا سقطت من امھا رطبۃ اویبست لا یتنجس الماء اھ (ص ۳۵ ج ۱۔ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء و مالا یجوز)

۹۔ ومثلہ فی البحر الرائق شرح کنز الدقائق صہ۹۴ ج ۱)

۱۰۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وقشر البیضۃ الخارجۃ والسخلۃ الساقطۃ من امھا وھی مبتلۃ طاھرۃ عند ابی حنیفۃ۔ کذا (۱۱) فی المحیط السرخسی اھ (صہ۱۳ ج ۱ فصل فیما لا یجوز بہ التوضی)

۱۲۔ خزانۃ الروایات میں ہے۔

۱۲۔ فی العتابیۃ: السخلۃ والبیضۃ خرجت ووقعت فی الماء لا یفسدہ رطبۃ کانت اویابسۃ وکذا الانفخۃ من الشاۃ المیتۃ طاہرۃ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھو المختار۔

ان کتابوں کی تصریحات کا حاصل بھی یہی ہے کہ انڈا یا گائے بکری کا بچہ جو بھی مرغی یا اپنی ماں کی شرمگاہ کی رطوبت سے گیلے ہوں اور پانی میں گر جائیں تو یہ پانی پاک ہے کیونکہ وہ انڈا یا بچہ گیلے پن کی حالت میں بھی پاک ہے۔

شرمگاہ کی تری کے پاک ہونے کی تائید میں ہم نے نمونے کے طور پر مذہب حنفی کی پندرہ فقہی کتابوں مثلاً: (۱) محیط سرخسی (۲) فتاویٰ قاضی خاں (۳) فتح القدیر (۴) بحر الرائق (۵) غنیہ (۶) عالمگیری (۷) طحطاوی (۸) درمختار (۹) ورد المحتار وغیرہ سے فقہائے کرام کے واضح بیانات تحریر کردیئے اور روز روشن کی طرح یہ ثابت کر دکھایا کہ رطوبت فرج کے پاک ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہی مسلک معتمد ہے ———— تو اب میں شاخسانہ نویس صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اپنے بقول شرمگاہ کی رطوبت چاٹنے کے لئے تیار ہو، اگر ہو تو چاٹ کر دکھاؤ، ورنہ خدا سے شرما کر اپنی اس عناد پرستی اور احناف دشمنی سے باز آجاؤ اور صدق دل سے توبہ کرلو۔

مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی علم الفقہ میں یہ لکھتے ہیں۔

"زندہ عورت بچہ جنے اور وہ بچہ اسی وقت کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔" ص۱۵۱ ج ۱

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت بوادر النوادر ص۲۱۲ پر لکھتے ہیں۔

امام صاحب و صاحبین مختلف ہیں اور بوجہ ابتلاء کے اصل جواب میں قول بالطہارت پر فتویٰ دیا گیا ہے ———— پھر اسی کتاب کے ص۳۴۲ پر رد المحتار کی وہ عبارت جو ہماری اس کتاب کے ص۳۸۰ پر درج ہے نقل کرنے کے بعد یہی حکیم جی لکھتے

ہیں۔

"اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن امام صاحب کا مذہب ہونے کے سبب بھی اور اس زمانے میں ضرورت ہونے کا سبب بھی اسی کو کہے کہ وہ پاک ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔"

اور شاخسانہ نویس صاحب نے جو یہ لکھا کہ یہ پانی جب پاک ہے تو اسے پی کر دکھاؤ۔ اس پر ہماری گذارش ہے کہ یہ دیوبندی یہ بتلائے کہ انسان کا تھوک، پان کی پیک، ناک کی ریٹھ دیوبندی مذہب میں بھی پاک ہے آپ پہلے ان سب کو چاٹ لیجئے پھر ہم سے رحم کی رطوبت پینے کا مطالبہ کیجئے پھر جب آپ کے حکیم الامت صاحب نے اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا ہے تو پہلے آپ اسے چاٹ لیں پھر ہم سے بات کریں۔

جناب من آپ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں پھر ہم سے بات کریں، آپ کے حکیم الامت کے وطن تھانہ بھون میں ایسے باذوق گزرے ہیں جنھوں نے عورت کی شرمگاہ کی رطوبت کو روٹی لگا کر کھایا ہے۔ دیکھئے افاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۱۱۱، چہارم ص ۱۴۷، اٹھا کر دیکھئے۔ تھانوی صاحب نے اپنی خانقاہ شریف میں راہِ سلوک طے کرنے والوں کے سامنے اپنی زبان فیض ترجمان سے بیان فرمایا۔

"مکتب کے لڑکوں نے حافظ جی کو نکاح کی ترغیب دی کہ حافظ جی نکاح کر لو بڑا مزہ ہے، حافظ جی نے کوشش کر کے نکاح کیا اور رات بھر روٹی لگا لگا کر کھائی مزہ کیا خاک آتا صبح کو لڑکوں پر خفا ہوتے ہوئے آئے کہ سسرے کہتے تھے کہ بڑا مزہ ہے بڑا مزہ ہے ہم نے روٹی لگا کر کھائی ہمیں تو نہ نمکین معلوم ہوئی نہ میٹھی نہ کڑوی۔ لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی مارا کرتے ہیں ——— آئی شب حافظ جی نے بیچاری کو خوب زدوکوب کیا ہے جوتا دے جوتا ——— تمام محلہ جاگ اٹھا اور جمع ہو گیا اور حافظ جی کو برا بھلا کہا پھر صبح کو آئے اور کہنے لگے سسروں نے

دق کر دیا رات ہم نے مارا بھی کچھ بھی مزہ نہ آیا اور رسوائی بھی ہوئی ـــ
ـــ تب لڑکوں نے کھول کر حقیقت بیان کی کہ مارنے سے یہ مراد ہے
ـــ اب جو شب آئی تب حافظ جی کو حقیقت منکشف ہوئی ـــ
صبح کو جو آئے تو مونچھوں کا ایک ایک بال کھل رہا تھا اور خوشی میں بھرے
ہوئے تھے"۔

ناظرین تھانوی صاحب کے ان کلمات طیبات کو بغور پڑھیں اور خود نتیجہ اخذ کریں کہ خانقاہ امدادیہ میں بیٹھ کر تھانوی صاحب جو رشد وہدایت کا سبق دیتے تھے وہ کس قسم کا تھا۔ ایسی فحش بات ایک شریف آدمی تنہائی میں بھی اپنے بے تکلف دوستوں سے بھی کہنا گوارہ نہیں کرے گا مگر تھانوی صاحب اللہ والوں کے مجمع میں بلا تکلف مزہ لے لے کر بیان فرماتے تھے اور صرف ایک ہی بار نہیں بیان فرمایا بار بار بیان فرمایا ہے اٹھا کر دیکھئے الافاضات الیومیہ جلد ۱ ص۲۲۷ نیز جلد ۳ ص۱۱۱ نیز جلد ۴ ص۱۴۷ ۔

اب شاخسانہ نویس صاحب بتائیں کہ وہ تو ہمیں مشورہ دے رہے تھے کہ شرمگاہ کی رطوبت جب پاک ہے تو اسے پیو اور ان کے یہاں تو روٹی لگا کر کھائی گئی ہے۔ شاخسانہ نویس صاحب کو چاہئے کہ اپنے بزرگوں کی سنت پر خود عمل کریں۔

کافر و مرتد کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے

یا

نہیں؟

پانچواں مسئلہ

"اگر وہابی نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں؟
جواب ـــــ نکاح تو ہو ہی جائے گا، اس واسطے کہ نکاح باہمی ایجاب و قبول کا نام ہے اگرچہ برہمن پڑھائے چونکہ وہابی کے پڑھانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہٰذا احتراز لازم ہے۔"

(احکام شریعت ص۹)

رضا خوانی بھائیو! دیکھو تمھارے مقتدا و گرو نے یہ کیسا عجیب و غریب اور نادر فیصلہ کیا ہے کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو تو ضد و نفسانیت سے وہابی کہا جاتا ہے اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اور برہمن جو کروڑوں دیوتاؤں کو پوجنے والا ہے اور اللہ و رسول کا منکر ہے اس سے نکاح پڑھوانا جائز ہے ـــــ غالباً یہی خانصاحب کا نیا مذہب ہے جس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔"

(ندائے عرفات ص۵۶)

جناب! یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا نیا مذہب نہیں ہے بلکہ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے جسے عہد قدیم سے امت مسلمہ کے کثیر علماء صلحاء اور فقہاء و مشائخ نے اختیار کیا ہے ـــــ البتہ حنفی ہونے

کا دعویٰ کر کے مسلک احناف پر آپ کے حملے کرنے کا یہ انداز ضرور نیا ہے۔

ے ساغر نہ مینا اور نہ پیمانہ نیا ہے
ساقی تیرا انداز ظریفانہ نیا ہے

اس سے پہلے کہ میں اصل حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی کروں ایک نکتہ ذہن نشین کیجئے۔

ایک نکتہ کافر و مرتد کے پڑھائے ہوئے نکاح کا صحیح اور منعقد ہو جانا اور بات ہے اور "ان سے نکاح پڑھوانا حرام ہے" یہ اور بات ہے دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔

یہ ایک متفق مسئلہ ہے کہ "جب شئی کے ارکان و شرائط پائے جاتے ہیں تو وہ شئی موجود اور متحقق ہو جاتی ہے اگرچہ کسی اور وجہ سے اس کے تحقق میں کسی حرام کا ارتکاب ہو گیا ہو۔" مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ

۱۔ خلاف ترتیب قرآن عظیم پڑھنا حرام ہے لیکن اگر کسی شخص نے نماز کی ادائیگی میں ترتیب کی رعایت کئے بغیر قرآن حکیم کی تلاوت کی تو اس کی نماز بلا کراہت صحیح ہو جائے گی البتہ خلاف ترتیب پڑھنے کی وجہ سے گنہگار ضرور ہو گا۔

۲۔ یوں ہی حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا حرام و گناہ ہے لیکن طلاق دینے سے بلاشبہ اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔

ان دونوں مسئلوں میں سنی، اور دیوبندی دونوں گروپ کے اصحاب فتاویٰ یہی حکم نافذ کریں گے کہ نماز صحیح ہے اور طلاق بلاشبہ واقع ہے مگر اس حکم کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مذکورہ طریقے پر نماز پڑھنا حلال و روا ہے اور طلاق دینا مباح و بجا۔ بلکہ اس طریقے پر نماز پڑھنا، اور طلاق دینا بلاشبہ حرام و گناہ ہے ——— ٹھیک اسی طرح نکاح خوانی کے مسئلے کو بھی سمجھنا چاہئے کہ ——— اہل کفر و ارتداد سے نکاح پڑھوانا حرام ہے لیکن اگر پڑھا دیں گے تو نکاح ہو جائے گا کیونکہ نکاح نام ہے شرائط مخصوصہ کے ساتھ باہمی ایجاب و

قبول کا اور ظاہر ہے کہ کافر و مرتد کے پڑھانے سے بھی نکاح کے یہ ارکان اور شرائط پائے جاتے ہیں۔ اور حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے نکاح پڑھوانے میں ان کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے اور علماء کرام و ائمہ عظام فرماتے ہیں کہ کافر و مرتد تو درکنار فاسق کی تعظیم و تکریم بھی شرعی نقطۂ نظر سے حرام ہے۔ چنانچہ شامی جلد اول صفحہ ۳۷۶ تبیین الحقائق، فتح المعین اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں صاف صاف لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ۔

قد وجب علیھم اھانتہ شرعاً۔ اھ — فاسق کی توہین شرعاً واجب ہے۔

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مقاصد" و "شرح مقاصد" میں فرماتے ہیں۔

حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ، والاھانۃ والطعن واللعن۔ اھ — بد مذہب کے لئے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، روگردانی کریں اس کی توہین و تذلیل کریں اور اس سے لعن و طعن کے ساتھ پیش آئیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَن وقّر صاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام — جس نے کسی بد مذہب کی توقیر و تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی

(طبرانی کبیر، حلیہ، شعب الایمان للبیہقی وغیرہ)

پس جب فاسق کی تعظیم و توقیر حرام ہے تو وہابی سے نکاح پڑھوانا بدرجۂ اولیٰ حرام قرار پائے گا۔ یوں ہی برہمن سے نکاح پڑھوانا بھی حرام ہوگا لیکن اس کے بارے میں یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر مسلمان برہمن سے نکاح پڑھوانا ناجائز ہی مانتا ہے اور برہمن کی مثال! اس لئے یہاں پیش کی تاکہ عوام اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے نکاح خواں کا مسلمان

ہونا ضروری نہیں کیونکہ برہمن کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے۔ مگر اسکے باعث کوئی بھی آسے مسلمان نہیں مانتا تو اگر وہابی، دیوبندی کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہو تو اس سے یہ کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ مسلمان ہے۔ بسا اوقات دیوبندی اسی مسئلے کا سہلا لے کر سادہ لوح مسلمانوں پر اپنے ایمان کی دھونس جماتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ جبھی تو ہمارا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی خداداد ذہانت اور دور اندیشی سے ایسے فریب کاروں کے فریب کی جڑ ہی کاٹ دی تاکہ۔

۵ پروہی گر پڑے کبوتر کا جس میں نامہ بندھا ہو دلبر کا

اسی سے جل بھن کر شاخسانہ نویس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر گستاخانہ انداز میں یہ افترا کرتا ہے۔

"کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو تو ضد و نفسانیت سے وہابی کہا جاتا ہے اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اور برہمن جو کروروں دیوتاؤں کو پوجنے والا ہے اور اللہ و رسول کا منکر ہے اس سے نکاح پڑھوانا جائز ہے۔"

حالانکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کا ایک حرف بھی اس بات کا اشارہ نہیں کرتا کہ برہمن سے نکاح پڑھوانا جائز ہے وہ تو صرف اتنا فرما رہے ہیں کہ نکاح ہو جائے گا اور ہم نے ثابت کیا ہے کہ نکاح ہو جانا اور بات ہے مگر پڑھوانا حرام ہی رہے گا اب اصل مسئلہ کا ثبوت ملاحظہ کیجئے۔

مرتد کے پڑھائے ہوئے نکاح کی صحت اور اس کا شرعی ثبوت۔

نکاح خواں اصطلاح فقہ کے اعتبار سے عورت کا وکیل ہوتا ہے اور شرعی نقطۂ نظر سے کافر و مرتد کو نکاح یا کسی بھی کام کا وکیل بنانا درست ہے چنانچہ فقہ حنفی کی بہت سی معتبر اور قابل استناد کتابوں میں اس جزئیہ کی روشن وضاحت موجود ہے۔ ذیل میں صرف چند کتابوں کی عبارتیں ہدیۂ ناظرین ہیں۔

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب احکام الشرائع میں ہے۔

وکذا ردۃ الوکیل لا تمنع صحۃ الوکالۃ فتجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا لان وقوف تصرفات المرتد لوقوف ملکہ والوکیل یتصرف فی ملک الموکل وانہ نافذ التصرفات وکذا لو کان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ لما نذکر فی موضعہ اھ

(بدائع ص۲ ج۶ مطبع جمالیہ مصر)

وکیل کے مرتد ہونے سے وکالت کی صحت پر اثر نہیں پڑتا لہذا اگر مسلمان نے کسی مرتد کو وکیل بنایا تو یہ وکالت صحیح ہوگی، کیونکہ مرتد کے تصرفات موقوف یا غیر نافذ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اسکی ملک ہی موقوف یا غیر نافذ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اس کی ملک ہی موقوف و غیر نافذ ہوا کرتی ہے اور وکیل تو موکل کی ملک میں تصرف کرتا ہے جس کے سارے تصرفات بلاشبہہ نافذ ہوتے ہیں (لہذا یہاں مرتد کا تصرف بھی نافذ ہوگا) اسی طرح اگر وہ وکیل بنانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تو وہ اپنی وکالت پر باقی ہے ہاں اگر وہ دار الحرب میں چلا جائے تو اسکی وکالت باطل ہو جائے گی اس کی وجہ ہم اسکے مقام پر ذکر کریں گے۔

(۲) عالمگیری میں ہے۔

وتجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لو کان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد

اور مرتد کی وکالت بایں طور صحیح ہے کہ مسلمان کسی مرتد کو اپنا وکیل بنالے اور یوں ہی اگر وہ وکیل بنانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تو وہ اپنی وکالت

فھو علی علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ اھ

(عالمگیری ص۵۲ ج۳۔ مطبع مجیدی)

پر باقی ہے البتہ اگر وہ دار الحرب جا ملے تو اس کی وکالت باطل ہو جائے گی۔

"بحر الرائق شرح کنز الدقائق" پھر "رد المحتار علی الدر المختار" میں ہے۔

وما یرجع الی الوکیل فالعقل فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل لا البلوغ والحریۃ وعدم الردۃ فیصح توکیل المرتد ولا یتوقف لان المتوقف ملکہ اھ

(بحر ص۱۴۰ ج، مطبع دار المعرفۃ بیروت۔ رد المحتار ص۴۰۰ ج۴ مکتبہ نعمانیہ دیوبند)

وکیل کے لئے عاقل ہونا شرط ہے لہٰذا کسی پاگل اور ناسمجھ بچے کو وکیل بنانا صحیح نہیں البتہ بالغ ہونا۔ آزاد ہونا اور مرتد نہ ہونا وکیل کے لئے شرط نہیں ہے لہٰذا مرتد کو وکیل بنانا صحیح و درست ہے اور یہ وکالت موقوف نہیں رہے گی۔ کیونکہ موقوف مرتد کی ملک ہوا کرتی ہے۔

نیز فتاوی ہندیہ میں ہے۔

ویجوز التوکیل بالبیاعات والاشربۃ والاجارات والنکاح والطلاق۔

(مرتد کو نکاح و طلاق اور معاملات بیع وغیرہ میں وکیل بنانا صحیح ہے۔

(ص۲۵۲ ج۳)

ان واضح تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ مرتد کو نکاح کا وکیل بنانا درست ہے اور اس کا تصرف صحیح و نافذ ہوگا کیونکہ وکیل ہونے کے لئے مرتد نہ ہونا شرط نہیں ہے

پس اگر عورت نے کسی کافر یا مرتد کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا اور اس نے اس کی طرف سے ایجاب کے الفاظ ادا کئے تو نکاح ہو جائے گا۔

اب مسلمان بھائی انصاف کریں کہ ایسے شرعی و اسلامی مسئلے پر کیچڑ اچھالن

اور اسے مشرکانہ عقیدہ ٹھہرانا حق کی حمایت ہے یا پس پردہ مذہب حنفی سے بغاوت و عداوت ہے۔

ے نگاہِ لطف سے اک اک ادا نے لوٹ لیا!
وفا کے بھیس میں اک بے وفا نے لوٹ لیا

حیض و نفاس والی عورت کے غسل کا پانی قابلِ وضو ہے یا نہیں؟

چھٹا مسئلہ

حائضہ و نفساء عورت نے خون کے بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت اگر غسل کیا تو یہ پانی بھی قابل وضو رہے۔

فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۵۶

رضا خوانی بھائیو! اپنے اعلیٰ حضرت کو اس فراست کی داد دو کہ وہ حیض و نفاس والی عورت کے خون بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت غسل کے پانی کو پاک، اور اس سے وضو جائز بتلا رہے ہیں۔ کیا ایسی گندی ذہنیت رکھنے والا مجدد ہو سکتا ہے؟ کیا ایسے غلیظ اور غلط آدمی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا درست ہے۔؟

ندائے عرفات ص ۵۴

یہ مسئلہ شریعت طاہرہ کا ایسا محقق و مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ جس کی حقانیت کے آگے بعض اکابر علماء دیوبند نے بھی جبین اعتراف خم کیا ہے اور حنفی مذہب کے ائمہ و علماء و مشائخ وفقہا نے اس کی شہادتیں پیش کی ہیں نمونہ کے طور

پر چند شواہد آپ بھی ملاحظہ کیجئے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

لو وقعت الحائض بعد انقطاع الدم ولیس علی اعضائها نجاسة فهی کالرجل الجنب ولو وقعت قبل انقطاع الدم ولیس علی اعضائها نجاسة فهی کالرجل الطاهر اذا انغمس للتبرد لانها لا تخرج عن الحیض بهذا الوقوع فلا یصیر الماء مستعملا۔ اھ	حیض والی عورت خون بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی اور اسکے اعضا پر نجاست نہیں لگی ہے تو عورت جنبی مرد کی طرح ہے اور خون بند ہونے کے پہلے گئی اور اسکے اعضا پر نجاست نہیں لگی ہے تو اس کا حکم طاہر مرد کی طرح ہے بشرطیکہ اس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے غوطہ لگایا ہو (نہ کہ قربت کی نیت سے) اس لئے کہ وہ اس غوطہ لگانے سے حیض سے الگ نہیں ہوگی لہذا پانی مستعمل (ناقابل وضوء) نہ ہوگا۔

(ص ۵ ج ۱)

اس عبارت میں امام اجل، فقیہ النفس، حضرت علامہ فخر الدین قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۹۲ھ) نے یہ واضح کیا ہے کہ ــــــ خون بند ہونے سے پہلے حیض والی عورت نے ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ لگایا یا بلفظ دیگر غسل کیا تو اس کا حکم وہی ہے جو طاہر مرد کا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر طاہر یعنی غیر جنبی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے کنویں میں نہائے تو پانی پاک اور وضو، وغسل کے لائق رہتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں خود ہی امام موصوف اپنے فتاویٰ کے اسی صفحے میں چند سطر اوپر اس طرح رقم طراز ہیں۔

اما الاول فالآدمی الطاهر اذا وقع فی البئر لطلب الدلو	طاہر آدمی کنویں میں ڈول لینے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے گیا اور اسکے

اوالتبرد ولیس علی اعضائہ نجاسۃ وخرج حیا فانہ لا یفسدہٗ والماء طاھر وطھور (فتاویٰ قاضی خاں ص۵ ج۱)

اعضاء پر نجاست نہیں ہے نیز زندہ نکل آیا تو یہ کنوئیں کا پانی فاسد نہیں کریگا پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنیوالا بھی۔ (یعنی قابل وضو وغسل ہے۔)

یہاں سے ثابت ہوا کہ حیض والی عورت نے خون بند ہونے سے پہلے اگر پانی میں غوطہ لگایا یا غسل کیا اور قربت و کار ثواب کی نیت نہیں کی تو وہ پانی فاسد نہیں ہوگا جیسے کہ طاہر آدمی کے پانی میں جانے سے پانی فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ بدستور پاک اور وضوء و غسل کے لائق رہتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ حیض والی عورت کا جو حکم بیان کیا گیا ہے ٹھیک یہی حکم نفاس والی عورت کا بھی ہے جس کو بچہ پیدا ہونے پر خون آتا ہے چنانچہ بحر الرائق، بدائع الصنائع اور خلاصہ میں ہے۔

قیدنا اصل المسئلۃ بالجنب لان الطاھر اذا انغمس لطلب الدلو ولم یکن علی اعضائہا نجاسۃ لا یصیر الماء مستعملا اتفاقا لعدم ازالۃ الحدث، واقامۃ القربۃ۔ وان انغمس للاغتسال صار مستعملا اتفاقاً لوجود اقامۃ القربۃ۔ وحکم الحدث حکم الجنابۃ ذکرہ فی البدائع۔

ہم نے اصل مسئلہ کو جنبی کیساتھ اس لئے مقید کیا ہے کہ طاہر آدمی ڈول نکالنے کے لئے اگر غوطہ لگائے اور اس کے اعضاء پر نجاست نہ ہو تو وہ پانی بالاتفاق مستعمل نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہاں نہ حدث دور ہوا اور نہ ہی قربت پائی گئی اور اگر غسل کرنے کی نیت سے اس نے غوطہ لگایا تو قربت کے پائے جانے کی وجہ سے وہ پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا اور حدث کا حکم وہی ہے جو جنابت کا ہے۔ بدائع الصنائع میں اس کو ذکر کیا ہے۔

وکذا حکم الحائض والنفساء

اور حیض ونفاس والی عورتوں کا بھی

اذا نزلا بعد الانقطاع. اما قبل الانقطاع وليس على اعضائهما نجاسة فانهما كالطاهر اذا انغمس للتبرد لانها لا تخرج من الحيض بهذا الوقوع فلا يصير الماء مستعملا كذا فی الخلاصة ۔ اھ

(بحر ص ۱۰۳-۴ ج ا بحوالہ بدائع وغیرہ)

یہی حکم ہے (کہ پانی مستعمل، ناقابل وضوء و غسل ہو جائے گا) جبکہ وہ خون بند ہونے کے بعد کنویں میں اتری ہوں لیکن خون بند ہونے سے پہلے تو یہ دونوں طاہر آدمی کے حکم میں ہیں جبکہ ان کے اعضاء پر نجاست نہ لگی ہو اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے انہوں نے غوطہ لگایا ہو کیونکہ وہ اس غسل سے حیض سے الگ نہیں ہوتی ہیں لہذا پانی مستعمل نہ ہوگا۔ خلاصہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

مزید تائید و تقویت کے لئے عبارات ذیل کا بھی مطالعہ کیجئے۔

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اور صغیری میں ہے۔

"حیض والی عورت اگر حیض بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی تو وہ جنبی آدمی کی طرح ہے اور اگر بند ہونے کے پہلے گئی تو طاہر یعنی غیر جنبی والے آدمی کے حکم میں ہے اور طاہر آدمی کا حکم آب مستعمل کے بیان میں گذر چکا ہے"۔

آب مستعمل کے بیان میں علامہ حلبی (صاحب غنیہ وصغیری) نے طاہر آدمی کا حکم بیان کرتے ہوئے جو صراحت پیش کی ہے وہ انھیں کے الفاظ میں یہ ہے۔

"طاہر آدمی نے قربت کی نیت سے کنویں میں غسل کیا تو یہ پانی کو فاسد کر دے گا اور اگر ڈول تلاش کرنے کے لئے غوطہ لگایا اور اس کے بدن پر نہ نجاست ہے اور نہ ہی اس نے اس میں اپنا جسم ملا تو یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بالاتفاق پانی کو فاسد نہ کرے گا ـــــــ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح میل دور کرنے کے لئے اگر اس نے اپنے جسم کو

ملا تو اس کے باعث بھی پانی فاسد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ آدمی طاہر ہے اور اس نے قربت کی نیت نہیں کی ہے۔"

(غنیہ ص۱۵۳، صغیری ص۸۴)

فتاویٰ عالمگیری معروف بہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

"حیض والی عورت کنویں میں گئی تو اگر یہ خون بند ہونے کے بعد ہے اور اس کے اعضاء پر نجاست نہیں ہے تو یہ عورت جنبی کے حکم میں ہے اور اگر خون بند ہونے سے پہلے ہے تو یہ طاہر مرد کے حکم میں ہے اس لئے کہ وہ عورت کنویں میں جانے کی وجہ سے حیض سے الگ نہیں ہوئی۔"

(عالمگیری ص۱۲ ج۱)

التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی میں ہے۔

"حیض والی عورت اگر حیض بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی تو جنبی مرد کی طرح ہے اور حیض بند ہونے کے پہلے گئی تو طاہر آدمی کے حکم میں ہے اور طاہر آدمی کا حکم آب مستعمل کے بیان میں گذر چکا۔"

(التعلیق ص۱۲)

ان تصریحات سے روشن طور پر اس بات کا ثبوت فراہم ہو گیا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ کا بیان فرمودہ حکم دراصل مذہب حنفی کی صحیح ترجمانی ہے۔

یہاں تک ہم نے فقہی جزئیات کے آئینے میں مسئلہ مذکورہ کی حقانیت کا مشاہدہ کرایا اب یہ عیاں کرنا چاہتا ہوں کہ آخر آب مذکور کے پاک وقابل وضوء وغسل ہونے کی اصلی اور بنیادی وجہ کیا ہے؟

آب مذکور کے پاک اور قابل وضو ہونے کا بنیادی سبب

جس پاک پانی سے غسل کیا گیا اس کے قابل وضو ہونے اور نہ ہونے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ پانی فقہاء کی اصطلاح کے اعتبار سے مستعمل ہے یا نہیں؟ اگر مستعمل نہیں ہے

تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ پانی ائمہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ بلکہ جمیع سلف و خلف کے نزدیک بالاتفاق بلا انکار نکیر پاک اور قابل وضو ہے۔

اب اہل نظر کے لئے یہ بات قابل غور ہے کہ اس پانی کے مستعمل اور غیر مستعمل ہونے کے متعلق شریعت طاہرہ نے کیا فیصلہ سنایا ہے تو اس سلسلے میں ہم فتاویٰ قاضی خان اور بحر الرائق وغیرہ کی تصریحات پیش کر چکے ہیں کہ وہ پانی مستعمل نہیں ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

لانہا لا تخرج عن الحیض بہذا الوقوع فلا یصیر الماء مستعملاً اھ	عورت کنویں میں غوطہ لگانے کی وجہ سے حیض سے الگ نہیں ہوتی ہے لہذا پانی مستعمل نہیں ہوگا۔

علاوہ ازیں اگر آب مستعمل کی تعریف جان لی جائے اور انصاف و دیانت کے ساتھ ادنیٰ سی بھی توجہ اور غور و فکر سے کام لیا جائے تو اس پانی کے مستعمل ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں بآسانی ایک صحیح رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ اب تعریف سنئے اور فیصلہ کیجئے۔

آب مستعمل کی تعریف سے حکم مذکور کی تقویت

حنفی مذہب کی مشہور و معروف اور معتمد و مستند کتاب ہدایہ شرح بدایہ میں ہے۔

الماء المستعمل ہو ماءٌ ازیل بہ حدث، او استعمل فی البدن علی وجہ القربۃ۔ (ہدایہ مشاج ام مجدی)	آب مستعمل وہ پانی ہے جس کے ذریعہ حدث دور کیا گیا ہو یا قربت (کار ثواب) کے طور پر بدن میں استعمال کیا گیا ہو۔

اس تعریف میں پانی کے مستعمل ہونے کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک ازالۂ حدث، اور دوسری نیت قربت کے ساتھ پانی کا بدن پر استعمال۔ اور اتنی بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ اگر حیض یا نفاس والی عورت خون کے بند ہونے سے پہلے ایک نہیں ہزاروں بار غسل کرلے پھر بھی اس کے بدن سے حدث

دور نہیں ہوگا اسے نماز پڑھنے، روزہ رکھنے تلاوت کرنے اور کلام اللہ شریف چھونے کی شرعاً اجازت نہیں دی جائے گی ——— پس جب کہ ان عورتوں نے قربت کی نیت سے غسل نہیں کیا اور ان کے بدن سے حدث بھی نہیں دور ہوا تو ناظرین خود انصاف کریں کہ وہ پانی شریعت کے نزدیک کیسے مستعمل ہوگا اور وضو کے قابل کیوں نہیں رہے گا۔

شاید شاخسانہ نویس صاحب ائمہ کرام کے ان بیانات کو ناقابل اعتبار قرار دیں اس لئے ان کی تشفیٔ خاطر و تسکین قلب کے واسطے انھیں کے گھر کے ایک بزرگ کی شہادت پیش کرتا ہوں ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے ‏ ‏ حق وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

ایک دیوبندی پیشوا کی شہادت

ارباب دیوبند کے امام اہلسنت مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی اپنی کتاب "علم الفقہ" میں لکھتے ہیں۔

"حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے (یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو اور غسل اس سے درست ہے۔ (ص۹ ج۱)

ایک دلچسپ نکتہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گندہ ذہن اور غلیظ آدمی اس لئے کہا گیا کہ انھوں نے حیض و نفاس والی عورت کے خون بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت غسل کے پانی کو پاک اور قابل وضو بتا دیا۔ ——— تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص خون بند ہونے سے پہلے حیض و نفاس والی عورت کے غسل کے پانی کو ناپاک اور ناقابل وضو بتلائے وہ ان کے نزدیک بڑا پاکیزہ خیال اور طیب و طاہر ہے ——— یہ ہے معیار دیوبندیوں کی طہارت و غلاظت کا

لہٰذا اگر کوئی حیض یا نفاس والی عورت خون بند ہونے سے پہلے نہالے تو ان پارساؤں کے نزدیک اس عورت کے بدن سے حدث دور ہو جائے گا اور وہ پاک ہو جائے گی پھر تو اس کے لئے دیوبندی مذہب میں کلام اللہ شریف کی تلاوت بھی جائز ہو گی نیز اسے چھونا اور روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا سب حلال ہو گا اور لطف یہ ہے کہ ان کے لئے اس عورت سے ہمبستری بھی حلال ہو جائے گی۔ نعوذ باللہ من ذالک

اب مسلمان بھائی انصاف کریں کہ ——— کیا طہارت و نظافت اسی کا نام ہے کہ حیض و نفاس کا خون بند ہونے سے پہلے عورت کے لئے نماز پڑھنا حلال قرار دیا جائے، روزہ رکھنا جائز بتا دیا جائے، مسجد میں جانا، قرآن شریف چھونا، اور اس کی تلاوت کرنا مباح مانا جائے، اس کے ساتھ ہمبستری کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

سچ ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
یہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا!

واللہ تعالیٰ اعلم

کیا رنڈی کو رہنے کے لئے کرایہ پر مکان دینا جائز ہے؟

ساتواں مسئلہ

سوال :۔ رنڈی کو کرایہ پر مکان دینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ اس کا (رنڈی کا) اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں۔ رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں۔ باقی رہا اس کا زنا کرنا، یہ اس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا ہے

خان صاحب کے ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۳۲

(ندائے عرفات صفحہ ۵۵)

یہ مذہب بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے اور اسے بھی ندائے عرفات میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے جدید مسائل، اور شیر بیشہ اہلسنت کے مشرکانہ عقائد سے شمار کیا گیا ہے ——— میں سمجھ نہیں پاتا کہ آخر اس مسئلے میں وہ کون سی بات ہے جو ان کی کفر زدہ نگاہوں میں شرک و بدعت نظر آرہی ہے کسی نے سچ کہا ہے ؎

وہ کافر نگاہیں خدا کی پناہ ٭ جدھر وا ٹھ گئیں فیصلہ ہو گیا

یہ تو ان مدعیان توحید کی غیرت و حیا اور ذمہ داری کی بات ہے کہ اس مسئلے کے جس لفظ سے انہیں عقیدۂ شرک کی بو محسوس ہو رہی ہے اس کو متعین طور پر واضح کر کے اس پر ثبوت و برہان قائم کریں۔ ہمیں اس سے کوئی

بحث نہیں۔ ہمارے لئے ان کے کذب وافتراء کے جواب میں صرف اہل اسلام کا فیصلہ ایمانی کافی ہے۔ مگر چونکہ اس کو جدید مسئلہ اور بدعت بتا کر فقہ حنفی کے خلاف سادہ لوح عوام اہلِ اسلام کو دام تزویر کے پھندوں میں جکڑا جا سکتا ہے کیونکہ پڑھے لکھے لوگ اس قسم کے مسائل سے عموماً ناآشنا ہوا کرتے ہیں اس لئے ہم اپنے مسلمان بھائیوں پر ان کے مکر وفریب کی قلعی کھولنے کے لئے حقیقت مسئلہ کا انکشاف کر رہے ہیں جس کے اجالے میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشاد مبارک کی حقانیت بخوبی نمایاں ہو کر سامنے آجائے گی۔

اگر زنا کار عورت کو کرائے پر مکان دینا اس لئے ناجائز وگناہ کہا جائے کہ وہ اس میں زنا جیسے قبیح جرم کا ارتکاب کرے گی تو کافروں اور مشرکوں کو کرائے پر مکان، یا دکان دینا بدرجہ اولیٰ ناجائز وحرام ہونا چاہئے کیونکہ وہ اس مکان میں جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے اعمالِ کفر وشرک کا ارتکاب کریں گے بلکہ روز اول ہی جب دکان کی افتتاحی تقریب ہوتی ہے تو وہ اپنے دھرم کے مطابق کیا کیا مشرکانہ مراسم ادا کرتے اور کیسے کیسے غیر اسلامی شگوفے کھلاتے ہیں یہ کسے نہیں معلوم ہے۔ کوئی حصول برکت کے لئے پوجا پاٹ کرتا ہے کوئی بہت سے کفری رسوم وغیرہ لغو وخرافات کا اظہار کرتا ہے کسی کی دکان میں ان کے معبودوں کی تصویریں رکھی جاتی ہیں اور کسی کی دکان دیوتاؤں سے آراستہ ہوتی ہے پھر یہ لوگ صبح وشام ان تصویروں اور مجسموں کو پوجتے اور اسطرح روزانہ اعمالِ کفر وشرک کا اظہار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب کفر وشرک سب سے بدترین جرم ہیں اور غیر مسلم اپنی دکان ومکان میں پوجا پاٹ اور کفری رسوم ادا کرتے ہیں تو ان کو کرائے پر دکان یا مکان دینا دیوبندی دھرم کے مطابق ہرگز ہرگز جائز نہیں ہونا چاہئے حالانکہ اہل اسلام اس کو جائز سمجھتے ہیں اور اپنی دکان ومکان کفار کو کرائے پر دیتے ہیں، بلکہ مسلمان تو مسلمان دیوبندی مکتبہ

فکر کے حمایتی بھی اس پر عمل پیرا ہیں وہ بھی اپنی دکان و مکان انھیں کرائے پر دیتے اور زبان سے نہیں تو عملی طور پر اس کے جواز کا اظہار ضرور کرتے ہیں۔ اب میں یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ لوگ اپنا یہ عمل کسی مصلحت کی وجہ سے جائز سمجھتے ہیں یا انھیں اپنا ہم مذہب، اور دینی بھائی سمجھنے کی وجہ سے۔ جو بھی وجہ ہو ہم کو اس سے کوئی غرض نہیں ہم صرف اپنے مسلمان بھائیوں کو اس بات پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر زناکار عورت کو کرایہ پر مکان دینا ناجائز اور مشرکانہ عقیدہ ہو تو کفار کو کرایہ پر مکان یا دکان دینا کتنا بڑا ناجائز و گناہ اور مشرکانہ عقیدہ ہوگا پھر اسطرح دنیا بھر کے بے شمار مسلمان جنھوں نے کفار کو کرائے پر مکان یا دکان دیئے ہیں کیا وہ شرک سے محفوظ رہ سکیں گے؟ اگر گنتی کی جائے تو دنیا میں کڑوروں مسلمان ایسے بھی نظر آئیں گے جو مسلمان ہونے کے باوجود بھی ان دیوبندی حضرات کے مذہب کے مطابق مسلمان نہیں ہوں گے۔ نعوذ باللہ

شرک ہووے جس میں کارِ مسلمیں
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اب ذیل میں اپنے مسلمان بھائیوں کی تشفی اور اطمینان قلب کے لیے فقہی تصریحات ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں جن سے حقیقت مسئلہ کے انکشاف کے ساتھ یہ آشکارا ہو جائے گا کہ مسلمانوں کا یہ عمل شرعی نقطۂ نظر سے جائز و روا ہے۔

فقہی تصریحات اور انکشاف حقیقت

فقہ حنفی کی معتمد کتاب محیط، پھر عالم گیری میں ہے۔

واذا استاجر الذمی من المسلم دارا یسکنها فلا باس بذالك وان شرب فیها الخمر او عبد فیها الصلیب او ادخل فیها الخنازیر ولم یلحق المسلم فی

غیر مسلم ذمی نے رہنے کے لئے مسلمان سے کرایہ پر گھر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ کافر اس میں شراب پیئے یا صلیب کی پوجا کرے، یا اس میں خنزیر رکھے اور اس اجارہ کے باعث مسلمان

ذالك باس لان المسلم لم يؤاجرها لذالك۔ انما اجرها للسكنى كذا فى المحيط۔ اھ

(عالمگیری صـ ۵۲۶ ج ۳)

پر کوئی گناہ نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنا مکان ان معصیت کاریوں کے لئے کرائے پر نہیں دیا ہے بلکہ محض رہنے کے واسطے دیا ہے۔ محیط میں ایسا ہی ہے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

لا باس لمسلم ان یواجر دارہ من ذمی یسکنها۔ وان شرب فیه الخمر، اوعبد فیه الصلیب اوادخل فیه الخنازیر۔ فذالك لا یلحق المسلم کمن باع غلاما ممن یقصد به الفاحشة اوباع جاریة ممن یاتیها فی غیر الماتی۔ اھ

(فتاوی قاضی خان صـ ۳۳۴ ج ۳)

اپنا مکان کسی ذمی کافر کو رہنے کے لئے کرائے پر دے تو اس کی وجہ سے اس پر گناہ نہ ہوگا اور اگر وہ کافر اس میں شراب پیئے یا صلیب کی پوجا کرے یا خنزیر رکھے تو بھی مسلمان اس کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوگا جیسے کہ وہ شخص گنہگار نہیں ہوتا جس نے اپنا غلام ایسے آدمی کے ہاتھ بیچا جو اس کے ساتھ برائی کرنے کی نیت رکھتا ہے یا اپنی باندی کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جو اسکے پیچھے کے مقام میں وطی کرے۔

ناظرین انصاف کریں کہ مسئلہ مذکورہ کی تائید میں ایسی واضح شہادتیں اور روشن تصریحات کے ہوتے ہوئے اس کو شرک و بدعت کس نظریہ کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی آڑ میں حنفی مذہب سے بغاوت اور ائمہ احناف کی حرمتوں پر ناروا حملہ نہیں ہے۔

اب آگے بڑھئے اور ان کے گھر کے بعض اندرونی حالات کا جائزہ لیجئے، جس کو ان کے حکیم الامت نے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی اور اسے "سر مکنون" بتا کر پردۂ راز میں رکھنے کی وصیت کر گئے۔ الفاظ یہ ہیں۔

لا ناذن لهم باذاعته للعوام — ہم اس کی اجازت نہیں دیتے کہ اس

(فتاویٰ اشرفیہ صـ۵۳ ج ۳) مخفی راز کو عوام میں فاش کر دیا جائے ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

یعنی ؎

ہے خلاف مصلحت افشائے راز
ورنہ ان کی بزم میں کیا کیا نہیں

تھانوی صاحب کا سرِ مکنون

دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ارباب ہوش و خرد ابخصوصی توجہ کے ساتھ غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف یہ فرمایا کہ "رنڈی کو رہنے کے واسطے کرائے پر مکان دینا کوئی گناہ نہیں"۔ جو قرین قیاس بھی ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی۔ تو اس پر آپ کے نمائندہ نے کیا کیا نہ کہا۔ اب دیکھئے کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے کیا شگوفے کھلائے ہیں انہوں نے تو حد کر دیا اور اتنا آگے بڑھ گئے کہ زبانِ قلم بیان سے نادم ہے۔

موصوف اپنی کتاب فتاویٰ اشرفیہ میں ایک جگہ رقم طراز ہیں کہ۔

"کسی نے امۃ (لونڈی، باندی) کو اجیر خاص (مزدور) کے طور پر نوکر رکھا اور غرض و معقود دل میں یہ رکھا کہ اس سے بدکاری کریں گے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہذا اجارہ باطل نہ ہوگا اور چونکہ بقرائن مقامیہ، یا مقالیہ اس اجارہ میں (زنا کرنے کی) یہ شرط بھی معلوم ہے اور "المعروف کالمشروط"۔ قاعدہ متقررہ ہے پس جیسا صرفۃ معقود علیہ تسلیم نفس ہوا اور اس میں ایسی شرط ہو جو حرام و گناہ ہو جیسے یہاں پر زنا کرنے کی شرط تو بوجہ مشروع باصلہٖ اور غیر مشروع بوصفہٖ ہونے کے اجارہ فاسد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ بلکہ اگر ہم اس غرض کو مصرح تو لا بھی مان لیں (یعنی مرد صاف صاف لفظوں

میں اپنی یہ غرض ظاہر بھی کر دے کہ ہم تیرے ساتھ زنا کریں گے (تب بھی یہ توجیہ مذکور دافع اشکال ہے"۔

(فتاویٰ اشرفیہ معروف بفتاویٰ امدادیہ، باب الاجارۃ الفاسدہ ص۵۲ ج ۳)

اسی کی توضیح کرتے ہوئے موصوف نے "السر المکنون" کے زیر عنوان جو خامہ فرسائی کی ہے اس کی تلخیص یہ ہے۔

ان من استاجر امراۃ لیزنی بھا وجد ھٰھنا صورۃ الاجارۃ۔ فوجب العقر بالمقدمۃ الرابعۃ ولا یکون ھذا العقر خبیثاً للمرأۃ اھ ملخصاً

کسی شخص نے کسی عورت کو تنخواہ یا مزدوری پر رکھا تاکہ اس کے ساتھ زنا کرے تو بلا شبہہ یہاں اجارہ کی صورت پائی جائے گی لہٰذا مقدمہ رابعہ کی وجہ سے زنا کا عوض واجب ہو جائے گا اور یہ عوض عورت کے لئے خبیث نہیں ہے (بلکہ حلال وطیب ہے۔)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ ـــــ اگر کسی نے عورت یا لونڈی کو یہ کہا کہ تم میرے گھر ایک گھنٹہ رہو، میں تمہارے ساتھ زنا کروں گا، اس کے عوض ایک روپیہ دوں گا اور ایسا ہو گیا یعنی عورت یا لونڈی مرد کے یہاں ایک گھنٹہ رہی مرد نے اس کے ساتھ زنا کیا تو مرد پر واجب ہے کہ مقررہ پیسے عورت کو ادا کرے اور یہ پیسے اس عورت کے لئے حلال ہوں گے۔ مسلمانو!

ع آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے یہ بیان فرمایا کہ "رنڈی کا مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں اس کو رہنے کے واسطے کرایہ پر مکان دینا کوئی گناہ نہیں" تو دیوبندیوں نے سر پر آسمان اٹھا لیا اور آپے سے بالکل باہر ہو گئے ـــــ اور ان کے حکیم الامت نے زنا کرنے کے لئے عورت کو مزدوری پر رکھنا جائز قرار دے دیا اور اس کی

اجرت کو نہ صرف مباح بلکہ واجب بھی فرما دیا، تو ان کے بدن پر جو تمکنت بے رنگی اور سب کچھ مرغ مسلم سمجھ کر چیٹ کر گئے ا

اپنے اور بیگانے میں یہ تفریق روا رکھ کر جس کردار کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ یقیناً انسانیت کے خلاف اور انصاف و دیانت کے صریح منافی ہے۔

ہم نہ کہتے تھے اے ناداں میرے خامہ کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم

کیا آوارہ عورت کی اولاد اس کے شوہر کی وارث ہے؟

اٹھواں مسئلہ

اگر زید کی منکوحہ خالد کے ساتھ بھاگ جائے اور چند سال کے بعد چند حرامی لڑکے، لڑکیاں لے کر آئے اور زید کا انتقال ہو گیا وہ زنا کی اولاد زید کی متصور ہو گی زید کے ترکہ کی مستحق ہو گی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہے گی؟ اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ـــــ وہ سب (حرامی بچے) زید کی اولاد قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا۔

(احکام شریعت حصہ دوم ص۵۳ و ص۵۵)

الجواب:۔ ہندہ (رنڈی) کا نکاح بکر سے قائم ہے کیونکہ نافرمانی ہندہ کی وجہ سے نکاح اس کا بکر سے نہیں ٹوٹا اور بکر نے اس کو طلاق بھی نہیں دی لہذا ہندہ کی جو اولاد ہوئی وہ بکر سے سمجھی جاوے گی اور نسب اس کا بکر سے ثابت ہوگا اور وہ وارث بکر کے ہوں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ اور ہندہ بھی وارث ہوگی، اور دو بیوہ جو بکر نے چھوڑی وہ بھی وارث ہوں گی پس تینوں بیوائیں بکر کے ترکہ سے آٹھواں حصہ پائیں گی وہ آٹھواں حصہ تینوں زوجات کو برابر تقسیم ہوگا اور باقی اولاد کو ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ششم ص)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب میں اپنے قارئین سے خصوصی توجہ چاہوں گا کہ جو عورت محض چند سال باہر رہی لیکن اس نے نہ زنا کا پیشہ اختیار کیا اور نہ ہی وہ کھلے طور پر زنا میں ملوث ہوئی اس کی اولاد کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے شریعت اسلامی کا یہ مسلمہ و متفقہ قانون بیان فرمادیا کہ وہ اس کے شوہر کے وارث ہیں تو ایڈیٹر ندائے عرفات اور ان کے کرائے کے مولویوں کو شرک کا آزار ستانے لگا اس حکم شرعی کی وجہ سے توحید کے ان واحد اجارہ داروں کو اسلام سے بے گانہ بنانے کا خواب نظر آنے لگا حالاں کہ اس فتویٰ کو کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کیا ہے اس میں انھوں نے قرآن حکیم کی دو آیتیں پیش کی ہیں اور سرکار علیہ التحیۃ والثناء کے ارشاد مبارک سے استناد کیا ہے۔ پھر مذہب حنفی کی معتمد و مختار فقہی کتابوں کی تصریحات سے اسے مزین کر کے ساتھ ہی ساتھ عقلی طور پر ایسی لطیف و نفیس بحث فرمائی ہے جس نے اس شرعی مسئلے کو عقل وقیاس کے بالکل قرین و قریب کر دیا ہے۔

رضا خانی بھائیو! اپنے مجدد صاحب کی اس تمدید پر قربان ہو جاؤ
اپنے اعلیٰ حضرت کی خوب داد دو کہ انھوں نے کس خوبصورتی کے
ساتھ تمہیں اسلام سے بے گانہ بنایا ہے۔

(ندائے عرفات ص۳۰)

جناب من۔ اگر اسی کا نام اسلام سے بے گانہ بنانا ہے تو دور جانے
کی کیا بات ؟ آیئے میں آپ کو آپ کے گھر کا دلآویز نظارہ کرادوں اور وہ
جلوہ دکھادوں کہ جس کے حسن کرشمہ ساز نے بڑی خوب صورتی کے ساتھ
آپ لوگوں کو اسلام سے بے گانہ بنایا ہے ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ کہ رنڈی کی اولاد اسکے شوہر کی وارث ہے۔

سوال ۹۳۲ ۔ بکر کی زوجہ بلا ہمبستری خاوند کے گھر سے ناراض
ہو کر بھاگ گئی دوسری جگہ جا کر علانیہ اس نے پیشۂ زنا کاری اختیار
کیا اور تیس سال سے زیادہ اسی بدفعلی میں مشغول رہی اور تین
چار لڑکے بھی ولد الزنا جنے اور خاوند کے گھر آباد ہونے سے بالکل
انکار کر دیا۔ ہمیشہ بکر اس کے واسطے یہ وصیت کرتا رہا کہ میری نافرمانی
کی وجہ سے نکاح فسخ ہو گیا ہے لہٰذا وہ بعد وفات میرے محروم
ہو جاوے گی اور لڑکے بھی میری جائداد میں وارث نہ بنیں۔ اب
بکر تین بیوہ چھوڑ کر مرا ہے اور ان ازواج کے حق مہر اور حصۂ میراث
میں جائداد متروکہ زمین وغیرہ جو ان کے حق مہر وغیرہ میں ناکافی ہے
اب وہ لڑکے ولد الزنا بھی دعویدار ہوتے ہیں اور جائداد متروکہ
میں سے حصہ لینا چاہتے ہیں اب از روئے شریعت کیا حکم ہے ؟

لیکن یہ وقت کا کتنا بڑا المیہ اور دردناک سانحہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو، جو تیس سال سے زیادہ کھلم کھلا براکام کراتی رہی ہو، جس نے بدکاری کو اپنا پیشۂ زندگی بنالیا ہو ایسی فاجرہ فاحشہ اور رنڈی عورت کے بارے میں دیوبندی دارالافتاء جب وہی حکم نافذ کرتا ہے جو اس رنڈی سے بہتر عورت کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے نافذ کیا تھا اور صاف صاف لفظوں میں یہ فیصلہ سناتا ہے کہ اس رنڈی عورت کی اولاد اس کے شوہر کی سمجھی جائے گی اور ان کا نسب بکر سے ثابت ہوگا اور وہ بکر کے وارث ہوں گے تو ان حضرات کو اس میں کوئی عیب اور قابل اعتراض بات نہیں نظر آتی اور نہ انھیں شرک کا آزار ستاتا ہے اور نہ ہی یہ لوگ اسلام سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ جو حکم ایک جگہ اسلام سے بیگانہ بنانے کا باعث ہوسکتا ہے تو دوسری جگہ بعینہٖ وہی حکم اس سے حد درجہ بدتر حادثے میں اسلام سے برگشتہ کرنے کا سبب کیوں نہیں ہوسکتا ۔

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

تھانوی صاحب کا فتویٰ

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے بیان کئے ہوئے دو مسئلے ملاحظہ فرمائیے، موصوف اپنی مایۂ ناز تصنیف بہشتی زیور میں رقم طراز ہیں۔

مسئلہ :۔ نکاح ہوگیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہوگیا تو وہ لڑکا شوہر ہی سے ہے حرامی نہیں ہے اور حرامی کہنا درست نہیں ہے۔ (ص۵۵ ج۴ مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور)

پھر لکھتے ہیں۔

مسئلہ :۔ میاں پردیس میں ہے اور مدت ہوگئی، برسیں گذر

گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہو گیا تب بھی وہ حرامی نہیں اسی شوہر کا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

دیوبندی صاحبان ارشاد فرمائیں کہ حکیم الامت صاحب یہ مسائل بیان کرکے اسلام سے بیگانہ ہوئے یا نہیں؟

ائمہ حنفیہ کی تصریحات

ائمہ حنفیہ نے ثبوت نسب کے بارے میں جو جزئیات تحریر کئے ہیں اور ثابت النسب ہونے کا جو معیار قائم کیا ہے ان سے اس بات کا کامل طور پر ثبوت فراہم ہو جاتا ہے کہ ہندہ اپنے ہمراہ جن بچوں کو لے کر آئی ہے وہ اسی کے قرار پائیں گے۔ جس کی یہ بیوی ہے۔

مثلاً درمختار میں ہے۔

قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربیۃ بمشرقیۃ بینہما سنۃ فولدت لستۃ اشہر مذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ او استخداما

(فتح، درمختار صفحہ ۶۳ ج ۲)

نوٹ:۔ یہ مسئلہ بہشتی زیور میں بھی مذکور ہے۔ ۱۲ منہ

فقہاء نے ثبوت نسب کے لئے قیام فراش (وجود نکاح) کو کافی قرار دیا ہے اگرچہ بظاہر وطی یا خلوت نہ ہوئی ہو جیسے مغرب میں رہنے والے مرد نے مشرق میں رہنے والی عورت سے نکاح کیا اور دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہے۔ پھر عورت نے وقت نکاح سے ٹھیک چھ مہینے پر بچہ جنا تو نسب ثابت ہوگا کیوں کہ وطی کرامتاً یا جنوں سے حصولِ خدمات کے ذریعہ ممکن و متصور ہے۔

فتح القدیر میں ہے۔

التصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات

مغرب میں رہنے والی عورت کے مسئلے میں وطی کا تصور ثابت ہے۔ اولیاء کی

فیکون خطوۃ او جنی اھ
(شامی صفحہ ۶۱۳ ج ۲)

کرامات اور جنوں سے حصول خدمات کے ثابت ہونے کی وجہ سے۔ تو ممکن ہے کہ شوہر صاحب قدم ہو یا کوئی جن اسکا تابع ہو۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ زوجین کے درمیان بظاہر ملاقات کے وسائل بالکل ناپید ہیں اوران کے بیچ اتنی طویل و عریض مسافت حائل ہے کہ اگر شوہر ملاقات کے لئے جائے تو بیوی کے پاس پہنچتے پہنچتے پورا سال گذر جائے لیکن چونکہ کرامت کے ذریعہ یا جنوں کی خدمات حاصل کرکے وصال کا ایک امکان پایا جارہا ہے اس لئے ائمہ کرام نے صرف ایک امکان کی بنیاد پر ثابت النسب ہونے کا فیصلہ سنادیا اور اس کی چھان بین کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی کہ حقیقت واقعہ کیا ہے، پس جس طرح شریعت مصطفویہ کے ان امینوں اور حامیوں نے احتیاط پہ عمل کرتے ہوئے صرف امکان کی بنا پر ثبوت نسب کا حکم نافذ کیا۔

ٹھیک اسی طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مفرورہ عورت کی اولاد کے بارے میں ثابت النسب ہونے کا فتویٰ دیا اور میراث کا حق دار بتایا کیوں کہ اگرچہ بظاہر یہاں بھی میاں بیوی کے درمیان ایک عرصہ تک ملاقات نہیں ہوئی ہے لیکن ملاقات اور مباشرت کے وہ سارے امکانات یہاں بھی موجود ہیں جو زنِ مشرقیہ کے مسئلے میں فقہاء نے بیان کئے ہیں پس اگر قیام فراش کے بعد امکان دخول کی بنیاد پر ایک جگہ ثبوت نسب کا حکم دیا جاسکتا ہے تو وہ کون سی قباحت ہے کہ اسی جیسے ایک دوسرے حادثے میں ثبوت نسب کا حکم نہ دیا جائے۔

حدیث نبوی سے ثبوت

اب اس مسئلے کی تائید میں پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مطالعہ کیجئے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ۔

انها قالت اختصم سعد بن ابی وقاص وعبد بن زمعة فی غلام فقال سعد: هذا یارسول الله ابن اخی عتبة بن ابی وقاص عهد الیّ انه ابنه انظر الی شبهه۔

وہ فرماتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ نے ایک بچے کے بارے میں باہم جھگڑا کیا تو سعد نے کہا کہ یارسول اللہ یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ وہ مجھے وصیت کر گیا ہے کہ یہ اس کا لڑکا ہے۔ آپ ذرا اس کی شکل وشباہت کی طرف نظر فرمائیے۔

وقال عبد بن زمعة هذا اخی یارسول الله! ولد علی فراش ابی من ولیدته فنظر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی شبهه فرأی شبها بینا بعتبة فقال هو لك یا عبد۔ "الولد للفراش وللعاهر الحجر" واحتجبی منه یا سودة بنت زمعة۔ فقالت فلم یر سودة قط

(مسلم شریف ص۴۷۰ ج۲ نسائی ص۱۲۳ ج۲)

اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ یارسول اللہ یہ میرا بھائی ہے میرے باپ کے بستر پر ان کی ام ولد کے شکم سے پیدا ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی شکل وشباہت پر نظر فرمائی تو اسے کھلے طور پر عتبہ کے مشابہ وہم شکل پایا۔ پھر فرمایا کہ اے عبد یہ تیرے لئے ہے بچہ صاحب فراش[1] کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھر۔ اور اے زمعہ کی بیٹی سودہ تم اس بچے سے پردہ کرنا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اس بچے نے کبھی بھی حضرت سودہ کو نہیں دیکھا کہ وہ اس سے پردہ کرتی تھیں۔

اور بخاری شریف کی روایت میں ہے۔

احتجبی لما رأی من شبهه — حجاب کرنے کا حکم حضور نے اس وجہ سے

---

[1] صاحب فراش وہ شخص ہے کہ عورت جسکی بیوی یا باندی ہو۔ ۱۲ نظام الدین غفرلہٗ

بعتبة | دیا کہ اس بچے کو شکل و شباہت میں عتبہ کے جیسا پایا۔

(بخاری صفحہ ۲۰۶ ج ۱)

اور نسائی شریف کی ایک روایت میں اس طرح ہے۔

عن عبد الله بن زبیر قال کانت لزمعة جارية يتطئها فجاءت بولد شبه الذی کان یظن به، فمات زمعة وهی حبلی۔ فذکرت ذالك سودة لرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم، فقال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم "الولد للفراش" واحتجبی منه یا سودة! فلیس لك باخ۔

(نسائی شریف صفحہ ۲۳ ج ۲)

عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمعہ کے پاس ایک باندی تھی جس کے ساتھ وہ وطی کیا کرتا تھا اور اسے ایک آدمی پر یہ گمان تھا کہ وہ اس سے زنا کرتا ہے پھر اس باندی کے ایک بچہ پیدا ہوا جو اسی شخص کے مشابہ و ہم شکل تھا جس پر زمعہ کو گمان تھا اور ابھی یہ باندی حاملہ ہی تھی کہ زمعہ کا انتقال ہو گیا بعد ولادت حضرت سودہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کا ہے۔ اور اے سودہ تم اس سے پردہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔

مذکورہ روایات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ان امور کا انکشاف ہوتا ہے کہ۔ زمعہ[۱] کو اپنی باندی کے بارے میں اس بات کا ظن تھا کہ کسی شخص سے اس کے ناجائز تعلقات ہیں۔ اور[۲] عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی کو وصیت کر کے ولیدۂ زمعہ سے اپنی شناسائی کا سربستہ راز منکشف بھی کر دیا۔ پھر[۳] یہ واقعہ بھی ان کے غلط روابط کی تائید کرتا ہے کہ اس باندی کا بچہ ہو بہو عتبہ کے مشابہ تھا۔ بلکہ[۴] اسی مشابہت کی بنیاد پر حضور پر نور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی رفیقۂ حیات اور زمعہ کی بیٹی سے پردہ کرنے کا حکم نافذ فرما دیا اور نسائی

شریف کی روایت کے مطابق تو صاف صاف حضرت سودہ اور اس بچے کے مابین رشتۂ اخوت کا انکار بھی فرمادیا۔

یہ ایسے قرائن و شواہد ہیں کہ جن سے عتبہ بن ابی وقاص اور زمعہ کی ام ولد کے مابین ناروا آشنائی کے ساتھ اس بات کا بھی ایک اشارہ ملتا ہے کہ ولیدۂ زمعہ کے شکم سے پیدا ہونے والا بچہ زمعہ کا نہیں تھا بلکہ عتبہ بن ابی وقاص کا تھا لیکن رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فراش کی بنیاد پر ان تمام شواہد و قرائن سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صاف صاف یہ فیصلہ سنادیا کہ۔

الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ — بچہ صاحبِ فراش (زمعہ) کا ہے اور زانی کے لئے پتھر۔

اب ذرا ناظرین خاص طور سے توجہ فرمائیں کہ جب ایسے واضح قرائن و شواہد کے پائے جانے کے باوجود قیام فراش کو ترجیح دے کر بچے کو صاحب فراش کے لئے تسلیم کیا جاسکتا ہے تو جہاں ایسے قرائن و شواہد کا ثبوت بھی نہ ہو وہاں بچے کو صاحبِ فراش کے لئے کیوں نہیں مانا جاسکتا اور قیام فراش کو اوہام باطلہ اور ظنون مطرودہ پر کیوں نہیں ترجیح دیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں جب سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح لفظوں میں یہ بیان فرمادیا کہ زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے اور بچہ صاحب فراش کے لئے ہے تو زیر بحث مسئلے میں وہ آوارہ عورت اگرچہ زانیہ کہی جائے لیکن اس کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کیا زانی کے قرار پائیں گے جس کے لئے بحکم حدیث پتھر ہے۔ یا اس عورت کے شوہر کے ہوں گے جو صاحب فراش ہے۔ ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یہاں پر اس حدیث کی روشنی میں آخر کیا حکم نافذ کیا جائے گا۔ یہاں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ان بچوں کو ہندہ کے شوہر کا قرار دے کر دین مصطفوی میں کوئی نئی بات ایجاد کی ہے یا اسی حکم پر عمل فرمایا ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

ارشاد مبارک سے ثابت ہوتا ہے۔

ندائے عرفات کے ایڈیٹر صاحب تھوڑی ہی دیر کے لئے حق کی پاسداری کیجئے، اور یہ بتایئے کہ جس طرح ہندہ والے مسئلے میں آپ نے اوہام وخیالات کا سہارا لے کر ایک عالم اہل سنت کا تمسخر اور استہزاء کیا ہے اور اس کے خلاف عوام کو بھڑکانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے کیا اسی طرح ولیدہ زمعہ والے مسئلے میں ویسے ہی اوہام وخیالات بلکہ مذکورہ بالا قرائن وشواہد کی بنیاد پر اس عناد کی تکمیل نہیں کی جاسکتی پھر بتایئے کہ کیا رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک آپ کے تمسخر اور استہزاء کی زد سے محفوظ رہ سکے گا۔ کیا انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بے گانہ بنایا ہے، کیا ان کی تعلیمات کا مقصد لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا اور بے گانہ بنانا تھا، کیا وہ مشرکانہ عقائد کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے؟ اگر نہیں تو آپ نے اس مسئلے کو جو ارشاد رسول "الولد للفراش وللعاهر الحجر" کے عین موافق ومطابق ہے مشرکانہ عقائد سے کیوں شمار کیا! اگر آپ کو ذات رسالت سے کوئی کد ہے تو کھل کر سامنے کیوں نہیں آتے اور اعلیٰ حضرت کو آڑ کیوں بناتے ہیں ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اب ذیل میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ فتویٰ من وعن درج کیا جاتا ہے اسے بغور مطالعہ فرمایئے اور حق کا ساتھ دیجئے۔

مسئلہ ۹۹:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئی زید کا انتقال ہوگیا وہ اولاد زید کی اولاد شرعاً متصور ہو کر زید کا ترکہ پائیں گی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے۔ بینوا توجروا

الجواب :- بچہ اپنی ماں کا یقینی جزء ہے جس میں شک و احتمال کو اصلاً گنجائش نہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا شاید کسی دوسرے کا ہو اور باپ کی جزئیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم نہ ہو نظر بحقیقت ظنی ہے اگرچہ بحسب حکم شرعی و عرفی کالقطعی ہے جس میں تشکیک مخذول و نامقبول۔

الولد للفراش والناس امناء علی انسابھم — لڑکا اس کے لئے ہے جس کی یہ فراش ہے (یعنی یہ جس کی بیوی ہے) اور لوگ اپنے نسب پر امین ہیں۔

ولہذا نسب پر شہادت تسامع و شہرت روا ہے پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے کہ روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی طرف نسبت کرکے پکارے جائیں گے یہی فرق ہے کہ قرآن عظیم نے امہات کے حق میں اخبار فرمایا۔

اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ — انکی مائیں وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں۔

اور حق آباء میں صرف اتنا فرمایا۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ — انھیں ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے یہاں۔

مگر کرامت انسان کے لئے رب عزوجل نے نسب باپ سے رکھا ہے کہ بچہ محتاج پرورش ہے، محتاج تربیت ہے، محتاج تعلیم ہے اور ان باتوں پر مرد کو قدرت ہے نہ عورتوں کو۔ جب کہ عقل بھی ناقص، دین بھی ناقص اور خود دوسرے کی دست نگر ولہذا بچہ پر رحمت کے لئے اثبات نسب میں ادنیٰ بعید سے بعید، ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر فی نفسہٖ عند الناس

محتمل ہے، قطع کی طرف انھیں راہ نہیں، غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا، یا اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا، پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیوں یقین ہو، ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہوا احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے کہ ممکن ہے کہ وہ طیّ ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے ممکن ہے کہ جن اس کے تابع ہوں، ممکن ہے کہ صاحب کرامت ہو، ممکن کہ کوئی ایسا عمل جانتا ہو، ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو، ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادۃً بعید ہیں مگر وہ پہلا احتمال شرعًا واخلاقًا بعید ہے۔ زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو نہ بچے اولاد زانی نہیں ٹھہر سکتے اولاد اس کی قرار پانی ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ھبہ تعبیر کیا۔ (پ ۲۵ سورہ ۴۲

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ — جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ (ترجمہ رضویہ)

اور زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے، نہ کہ مستحق ہبہ و عطا، لہذا ارشاد ہوا "وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ" زانی کے لئے پتھر۔ تو اگر اس احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ، مربی معلم، پرورش کنندہ نہ ہوگا لہذا ضروری ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادۃً قریب ہے اور شرعًا واخلاقًا بہت بعید سے بعید۔ اور دوسری کا احتمال عادۃً بعید اور شرعًا واخلاقًا بہت قریب سے قریب، اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں اور بُعد عادی کے لحاظ سے بُعد شرعی واخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے اختیار نہ کریں۔ اس میں کون سا خلاف عقل و روایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف شرع و اخلاق و رحمت ہے لہذا عام حکم ارشاد ہوا کہ "الولد

وکذا المقرۃ لمضیھا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار للتیقن بکذبھا والالا ۔ لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار اھ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت ص۲۴ وص۲۵ وص۲۶ جلد دوم)

اور جس عورت نے مدت وفات کے ختم ہوجانے کا اقرار کرلیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے (یعنی اس کے بچے کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہوگا) جب کہ بچہ کی پیدائش اقرار کے وقت سے حمل کی سب سے کم مدت (چھ ماہ) سے بھی کم میں ہوئی ہو کیونکہ یہاں عورت کا جھوٹ یقینی ہے اور اگر اتنی مدت سے زیادہ میں ولادت ہو تو وہ ثابت النسب نہ ہوگا کیوں کہ اب احتمال ہے کہ حمل کا وجود (یعنی استقرار) اقرار کے بعد ہوا ہو۔

شورے شد واز خواب عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقی ست ہمہ فتنہ غنودیم

واللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کیا جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے؟

نواں مسئلہ

جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے۔ اگر ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال۔ جیسے بکری کا بچہ بھیڑیئے، یا کتے سے پیدا ہو۔"

(فتاویٰ رضویہ صـ۴۴۴ ج ا)

مسلمانو! بالخصوص رضا خوانی بھائیو! اس جدید رضا خوانی دھرم کا خلاصہ یہ ہے کہ بکری اور کتے کی جفتی سے جو پیدا ہو وہ حلال ہے اور اسی طرح گائے اور گدھے کی جفتی سے جو بچہ پیدا ہو وہ حلال ہے۔ مولوی حشمت علی کے یہ دو شعر اس مقام کیلئے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خانصاحب کی بارگاہ میں مولوی حشمت علی اس طرح بول رہے ہیں ؎

میرے آقا میرے داتا مجھے ٹکڑا مل جائے ‏ ‏ دیر سے آس لگائے ہے یہ کُتا تیرا

اس جدید رضوی پر ہو کرم کی نظر ‏ ‏ بد سہی، چور سہی، ہے تو یہ کتا تیرا

(مولانا) حشمت علی خان صاحب نے خود کو اعلیٰ حضرت کا کُتا یقین کر کے ٹکڑا مانگا ہے۔ اور اپنے بد ہونے، چور ہونے کا اقرار کیا ہے۔ شاید مجدد بریلوی نے اس مسئلہ میں ایسے ہی کتوں کی رعایت کی ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ کتے سے اگر بکری کے بچہ پیدا ہو تو وہ حلال ہے۔ معاذ اللہ (ندائے عرفات صـ۲ و صـ۲۹)

یہ ہے دیوبندی تہذیب، جس پر انہیں ناز ہے۔ "جانوروں کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے"۔ یہ حنفی مسلک کا ایسا معروف و مشہور اور محقق اور مسلم الثبوت ضابطہ ہے کہ فقہ سے ادنیٰ سا بھی مس رکھنے والے کسی صاحب ہوش سے اسکے انکار کا وہم و گمان نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ ذیل کے شواہد سے بخوبی اندازہ ہوگا۔

تحفۃ الاقران میں ہے۔

نتیجۃ الاھلی، والوحشی تلحق بالام علی المرضی

بکری اور ہرن کی جفتی سے پیدا ہونے والا بچہ پسندیدہ اور مختار مسلک کے مطابق ماں کے ساتھ لاحق ہوگا۔ (یعنی احکام میں ماں کے تابع ہوگا)

ومثلہ نتیجۃ المحرم مع المباح یا اخی فاعلم

اور اے میرے بھائی جان لو کہ حلال و حرام جانور کی جفتی سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کا بھی یہی حکم ہے (کہ مذہب مختار پر ماں کے حکم میں ہوگا)

(شامی ص۱۵۱ ج۱ بحوالہ تحفۃ الاقران، باب الاضحیۃ)

ردالمحتار میں ہے۔

المشھور فی کلامھم من اطلاق ان العبرۃ للام۔ (کتاب مذکور ص۱۵۱ ج۱)

فقہاء کے کلام میں یہ مشہور ہے کہ (جانوروں میں) علی الاطلاق ماں کا اعتبار ہے۔

غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی اور نہر الفائق، پھر شامی میں ہے۔

ان الاصل فی الحیوانات الالحاق بالام کما صرحوا بہ فی غیر موضع (وزاد فی ش) ونحوہ فی النھر اھ

(غنیہ ص ۱۰۷، شامی ص ۱۵۰ ج ۱ مطلب، ست تورث النسیان)

بے شک جانوروں کے باب میں ضابطہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں جیسا کہ فقہاء نے کثیر مقامات پر اس کی تصریح فرمائی ہے اور نہر الفائق میں اسی کے ہم معنی صراحت ہے۔

ہدایہ شرح بدایہ میں ہے۔

المولود بین الاھلی، والوحشی

بکری اور ہرن کی جفتی سے جو جانور پیدا

یتبع الام۔ لانہا الاصل فی التبعیۃ اھ (ہدایہ ص ۴۴۹ ج ۴)

ہوگا وہ ماں کے تابع ہوگا کیونکہ بچہ کے تابع ہونے میں ماں ہی اصل اور بنیاد ہے۔

بحرالرائق شرح کنزالدقائق میں ہے۔

الام ھی المعتبرۃ فی الحکم اھ (بحرالرائق ص ۱۴۱ ج ۱)

(جانوروں کے) حکم میں ماں ہی کا اعتبار ہے۔

مجمع الانہر اور بنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔

فان کانت امہ بقرۃ یوکل بلاخلاف۔ لان المعتبر فی الحل، والحرمۃ الام فیما تولد من ماکول وغیر ماکول۔ اھ و نحوہ فی البنایۃ۔ اھ

اگر خچر کی ماں گائے ہے تو وہ بالاتفاق کھایا جائے گا۔ اس لئے کہ اس جانور کے حلال و حرام ہونے میں جو ماکول اور غیر ماکول سے پیدا ہو ماں کا اعتبار ہے (کہ ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہے اور ماں حرام تو بچہ بھی حرام۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے حاشیہ درمختار میں اس مسئلہ خاص کی شہادت فراہم کرتے ہوئے بدائع الصنائع فی ترتیب احکام الشرائع کے حوالہ سے ایک نہایت لطیف و نفیس تحقیق پیش کی ہے وہ خصوصی توجہ کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے۔ علامہ موصوف نے اپنے حاشیہ میں اس بات کا انکشاف فرمایا ہے کہ آخر جانوروں میں بچہ کیوں ماں کے تابع ہوتا ہے یا ان کی حلت و حرمت وغیرہ کے احکام ماں کی حلت و حرمت وغیرہ پر کیوں مبنی ہیں؟ علامہ شامی رقم طراز ہیں۔

(قولہ: اعتبار اللام) لانہا الاصل فی الولد لانفصالہ منہا وھو حیوانٌ متقومٌ ولا ینفصل من الاب الا ماءً

فقہاء نے ماں کا اعتبار اس لئے کیا کہ ماں ہی بچہ کی اصل اور جڑ ہے کیونکہ بچہ ماں سے جدا ہوتا ہے۔ جو حیوان متقوم ہے (تو یہ ماں کا جز رہا اور ماں اس کی اصل ہوئی

مهينا ولهذا يتبعها فى الرق والحرية۔ وانما اضيف الادمى الى ابيه لتشريفا له وصيانة له عن الضياع والا فالاصل اضافته الى الام كما فى البدائع اھ

(رد المحتار صـ۱۵ وصـ۱۵ ج ۱)

اور باپ سے تو صرف حقیر پانی جدا ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ غلام ہونے اور آزاد ہونے میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے اور آدمی جو اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ محض اس کی اظہار شرافت کیلئے اور اس کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے ورنہ اصل یہی ہے کہ آدمی بھی اپنی ماں کی طرف منسوب ہو۔ بدائع الصنائع میں ایسا ہی مذکور ہے۔

فاضل جلیل علامہ اخی چلپی یوسف بن جنید توقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۵ھ) نے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اسی کے مناسب اور ہم معنی وضاحت پیش کی ہے چنانچہ وہ اپنی مایہ ناز اور قابل افتخار تصنیف "ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ" معروف بہ "حاشیہ چلپی" یوں لکھتے ہیں۔

"ہرن اور گائے کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ماں کے تابع ہوگا، اس لئے کہ بچہ کے تابع ہونے میں ماں ہی اصل اور بنیاد ہے کیونکہ بچہ ماں کا جزء ہے اور اسی بناء پر وہ غلام اور آزاد ہونے میں ماں کے تابع ہوتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ نر کے جسم سے پانی الگ ہوتا ہے جو اس حکم کا محل نہیں ہے (یعنی منی میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ بچے کو اس کا تابع قرار دیا جائے) اور ماں سے حیوان جدا ہوتا ہے جو اس حکم کا یعنی تابع ہونے کا محل ہے۔ پس بچہ کی تبعیت کا اعتبار ماں کے ساتھ کیا گیا ہے۔"

(ص ۵۷۴ ج ۴، اضحیۃ، نول کشور)

ان عبارات میں جانوروں کے متعلق یہ اصل وضابطہ بتایا گیا ہے کہ ان

کے احکام میں علی الاطلاق ماں کا اعتبار ہے۔ اور یہ ایسا ضابطہ ہے جو فقہاء عظام وعلماء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے کلام میں درجۂ شہرت پر فائز ہے۔ اور یہی ان کے نزدیک مختار اور راجح ہے۔ اب خاص بھیڑیا والے مسئلہ کا جزیہ ملاحظہ فرمایئے۔

بھیڑیئے کا حکم فقہی تصریحات سے

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

ان الذئب لو نزا علی شاۃ فولدت ذئبا حل اکلہ، ویجزی فی الاضحیۃ اھ۔ (بحر الرائق ص۱۴۱ ج۱)

بھیڑیئے نے اگر بکری سے جفتی کیا اور بکری نے بھیڑیا جنا تو اس بچے کو کھانا حلال ہے اور وہ قربانی کے لئے کافی ہے۔

ہدایہ کے باب الاضحیہ میں ہے

ان نزا الذئب علی الشاۃ یضحی بالولد اھ (ہدایہ ص۴۴۹ ج۴)

اگر بھیڑیئے نے بکری کے ساتھ جفتی کیا تو بچے کی قربانی ہو سکتی ہے۔

بنایہ شرح ہدایہ کتاب الطہارت میں ہے۔

ان الذئب اذا انز علی شاۃ فولدت ذئبا حل اکلہ ویجزی فی الاضحیۃ ذکرہٗ صاحب الکافی فی الاضحیۃ۔ اھ

بھیڑیئے نے اگر بکری سے جوڑا کھایا اور بکری نے بھیڑیا جنا تو اس کا کھانا حلال ہے اور وہ قربانی کے لئے کافی ہو جائے گا۔ صاحب کافی نے قربانی کے بیان میں اس کو ذکر کیا ہے۔

اب کتے اور بکری کے جماع سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم ملاحظہ فرمایئے۔

کتے کے حکم کے متعلق ایک جزئیہ

مجمع الانہر میں قہستانی کے حوالے سے منقول ہے۔

وان شاۃ لو حملت من کلب و رأسُ ولدھا رأسُ کلب اُکل

بکری اگر کتے سے بچہ جنے اور اس بچے کا سر کتے کا سر ہو تو وہ کھایا جائے گا

الا راسه ان اکل العلف دون اللحم اھ
(ص۵۱۳ ج ۲)

مگر اس کا سر نہیں کھایا جائے گا اگر گھاس کھاتا ہو اور گوشت کھاتا ہو تو نہیں کھایا جائے گا۔

اس عبارت میں جو یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ "وہ بچہ اگر گھاس کھاتا ہو تو اسے کھایا جائے گا اور گوشت کھاتا ہو تو نہیں" تو یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ بچہ کتے کی شکل وصورت پر ہو۔ اور اگر اس کی شکل وصورت بکری ہی جیسی ہے تو وہ بغیر کسی اختلاف کے کھایا جائے گا۔

یہاں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کتے کی جفتی سے اگر بکری نے بکری کا سا بچہ جنا تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں اب ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو مسئلہ بیان فرمایا ہے وہ ان کا اختراع اور تراشیدہ ہے؟ یا مذہب حنفی کی دیانتدارانہ ترجمانی؟ ؎

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو می گویم
تو خواہ ازیں سخنم پند گیر خواہ ملال

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ اور اعتراف حقیقت

اب آگے بڑھئے اور شاخسانہ نویس صاحب کے گھر کا حال بھی معلوم کر لیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــــــ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہائے ذیل کے بارے میں۔

۱۔ــــ بکری جو کہ ہرن سے جوڑ کھا کر بچہ دے اس بچہ کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور وہ بکری کے حکم میں ہو گا کہ ہرن کے۔

۲۔ــــ خچر جس کی ماں گھوڑی ہو اس کا جوٹھا کھانا حرام ہے یا مکروہ۔ گھوڑے کے حکم میں ہے کہ خچر کے۔؟

المستفتی محمد ابو الکلام رنگ ساز

کریم الدین پور ۔ گھوسی ضلع اعظم گڑھ ۔ ۲۸ رجولائی ۱۹۷۹ء

باسمہ سبحانہٗ

الجواب نمبر ۵۴ حامدا ومصلیا ۔ (۱) ـــــ جانوروں کے متعلق ایک ضابطہ "الاشباہ والنظائر" میں یہ لکھا ہے "الولد یتبع الام" یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے ۔ جو حکم ماں کا وہی بچہ کا ۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس بچہ کی ماں بکری ہے اور باپ ہرن اس کی قربانی درست ہو ـــــ مگر ایک دوسرا قاعدہ یہ بھی لکھتے ہیں ۔" اذا اختلطا[1] الحلال والحرام غلب الحرام" یعنی جب حلال حرام مخلوط ہو جائیں تو حرام کا اثر غالب رہے گا ۔ بکری کی قربانی درست ہرن کی نادرست ۔ ان کے اختلاط کے نتیجے میں قربانی نادرست ہونی چاہئے ۔ قول اول (یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے) راجح ہے ۔ (۳) اس کا حال بھی نمبر ۱ سے ظاہر ہے ۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم ۔ ۴ / ۹ / ۱۳۹۹ھ

اس فتوے سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جانوروں کے متعلق جو ضابطہ نقل فرمایا ہے دیوبندیوں کے نزدیک بھی وہی راجح ہے یعنی بچہ اپنے احکام میں ماں کے تابع ہوگا جو حکم ماں کا ہوگا وہی اس کا بھی قرار پائے گا ۔ اور سوال نمبر ۳ کے جواب سے یہ امر بھی اچھی طرح نمایاں ہے کہ مسلک راجح کے مطابق وہ خچر گھوڑے کے حکم میں ہے جس کی ماں گھوڑی ہو تو اب قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ ـــــ ماں کے گھوڑی ہونے کی وجہ سے خچر اگر گھوڑے کے حکم میں ہو سکتا ہے تو بکری کا بچہ جو بھیڑیے یا ہرن یا کتے کے جماع سے پیدا ہو بکری کے حکم میں کیوں نہیں ہو سکتا ۔

---

[1] اس فتوی میں ایک علمی کمال کا مظاہرہ یہ کیا گیا ہے کہ اشباہ ونظائر کے دوسرے قاعدہ کو اس طرح بیان کیا گیا " اذا اختلطا الحلال والحرام" یعنی فعل کو تثنیہ استعمال کیا گیا حالانکہ علم نحو کے ابتدائی درجہ کا طالب علم بھی اس بات سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ جب فاعل ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا ۔ ۱۲ منہ

درسِ عبرت

جناب شاخسانہ نویس صاحب نے اپنی تحریر ندکور میں شیر بیشۂ سنت حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے جن شرافتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان سے ان کی فطرت اور ان کے مذاق کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے

___ ہم جناب کو صرف درس عبرت دینے کے لئے اکابر دیو بند کے چند ارشادات سپرد قلم کر رہے ہیں۔ آپ بھی مطالعہ فرمائیے اور چاشنی بدلئے ہ

نوا را تلخ ترمی زن چوں ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز ترمیخواں چوں محمل را گراں بینی

۱ ___ بانیٔ مدرسہ دیو بند، اور دیو بندی جماعت کے قاسم العلوم والخیرات مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب قصائد قاسمی میں نغمہ زن ہیں۔

تیرے بھروسے پہ رکھتاہے عزہ طاعت	گناہ قاسم برگشتہ بخت، بد اطوار
کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام	کرے گا یا نبی اللہ کیا مرے یہ پکار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ	کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

کہئے جناب! کیا آپ اپنے بقول مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے بارے میں یہ ارشاد فرمائیے گا کہ ___ انہوں نے اپنے کو بد اطوار، بہت بڑا مجرم، اور نام کا مسلمان یقین کر کے بڑی حسرت کے ساتھ کتا بننے کی آرزو ظاہر کی ہے۔

۲ ___ دیو بندی گروپ کے مربیٔ خلائق، مطاع العالم اور بانیٔ اسلام کے ثانی جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنی مایۂ ناز تصنیف فتاوی رشیدیہ میں ان الفاظ میں دستخط کئے ہیں۔

"کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی"

اور براہین قاطعہ کی تقریظ میں "احقر الناس بندہ رشید احمد گنگوہی"

تحریر کیا ہے ـــــ انہیں حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں کتبہ الاحقر لکھ کر دستخط کیا ہے ـــــ "الاحقر" کا معنی ہے ـــــ "بہت زیادہ ذلیل و حقیر" ـــــ اور "احقر الناس" کا معنی ہے ـــــ "لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و حقیر اور سب سے کمتر" ـــــ کھلی ہوئی بات ہے کہ جب آپ کے ان بزرگوں نے اپنے آپ کو ـــــ "الاحقر" اور "احقر الناس" تحریر کیا ہے تو بلفظ دیگر انہوں نے اس بات کا اعتراف و اقرار کیا ہے کہ ـــــ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و حقیر اور سب سے کمتر ہیں۔

اب سوال اس بات کا ہے کہ رب السمٰوٰت والارض کی وہ کون سی مخلوق ہے جو سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہے ـــــ تو اس کا واضح جواب قرآن حکیم میں موجود ہے، خود خالق کائنات جل جلالہٗ نے ان کا امتیازی اور نمایاں وصف بتا کر ان کا چہرہ اور صحیح خدوخال اس طرح پیش کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ (المجادلہ)

بے شک وہ لوگ جو اللہ و رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ (البینہ)

بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

شاخسانہ نویس صاحب! اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو ارشاد فرمائیے کہ: کیا آپ ان قرآنی آیتوں کے پیش نظر اپنے گھر کے بزرگوں کی شان میں بھی اس طبعی شرافت کا مظاہرہ کیجئے گا جس کا اظہار کہیں آپ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ نہایت غیر مہذب انداز میں کیا ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہیں پھینکتے　　دیوار آہنی پر حماقت تو دیکھئے

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے　　ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَم

عورت کے مرتد ہونے سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا

دسواں مسئلہ

اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت (معاذ اللہ) مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی، وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے مسلمان ہو کر، یا بلا اسلام وہ دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۲۹۳)

مسلمانو! مجدد البدعات بریلوی کی خرافات و ہفوات کے چند نمونے آپ کے سامنے ہم نے پیش کئے ہیں۔ غور سے ملاحظہ فرمانے کے بعد خان صاحب کے دین و مذہب کا آپ کو پتہ چل جائے گا۔ اور خان صاحب کی حق پوشی اور ناحق کوشی بھی روز روشن کی طرح سے آپ پر واضح ہو جائے گی۔

(ندائے عرفات ص۱۴۴)

ایڈیٹر صاحب! امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پر تیر و نشتر چلانے سے پہلے آپ کو اپنے گھر کی بھی خبر لینی چاہئے تھی، ملاحظہ کیجئے۔ دارالعلوم دیوبند کا فتوی۔
مفتی محمد شفیع صاحب سے یہ سوال ہوا۔

"ہندہ زوجۂ زید تقریباً دو تین سال سے اپنے خاوند سے ناشزہ رہی اب چھ ماہ سے اسلام کو ترک کر کے مذہب عیسائی اختیار کر لیا ہے تو نکاح قائم ہے یا منقطع ہو گیا۔ اگر ہندہ پھر اسلام قبول کرے تو زید کا نکاح عود کرے گا یا نہیں؟ (ص ۱۲۴ ج ۱)

اس کے جواب میں پہلے انہوں نے یہ خامہ فرسائی کی۔

"مرتد ہو جانے سے ہندہ کا نکاح فسخ ہو گیا، پھر جب کبھی وہ اسلام قبول کرے اس کو زید ہی کے نکاح میں رہنا ہوگا مگر نکاح جدید کرنا پڑے گا۔"
(امداد المفتیین ج ۱ ص ۱۲۴)

پھر جب حالات زمانہ پر نظر ڈالی تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیرو کار ہو گئے، اور اس فتوے پر یہ حاشیہ تحریر کیا۔

"یہ حکم ظاہر الروایہ کے مطابق لکھا گیا تھا لیکن بعد میں حوادث و حالات اور ضروریات اسلامیہ پر نظر کر کے بمشورۂ اکابر دوسرا حکم جو دوسری روایت پر مبنی ہے اور جس کو مشائخ بلخ وغیرہ نے پہلے ہی اختیار کیا تھا اس کو اختیار کر نا ضروری سمجھا گیا۔ اور احقر نے اس پر مستقل رسالہ "حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج" لکھا جو رسالہ "حیلۂ ناجزہ" کا جزو ہو کر شائع ہوا ہے بہر حال اب فتوی یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

محمد شفیع عفی عنہ۔ صفر ۱۳۶۶ھ

(فتاوی دارالعلوم) (امداد المفتیین ج ۱ ص ۱۲۴)

یہ فیصلہ اکابر دیوبند کے مشورے سے مفتی شفیع صاحب نے آج سے پینتیس ۳۵ برس پہلے صادر کیا تھا۔ تو ایڈیٹر صاحب فرمائیے، کیا ان پر بھی آپ وہی تبرائیں گے جس کی مشاقی آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے لئے کی ہے ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

واقعہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو مسئلہ تحریر فرمایا ہے وہ مشائخ حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کی ترجمانی ہے اور آپ اس باب میں انہیں کے نقش قدم کے پیروکار ہیں جیسا کہ ذیل کے فقہی جزئیات سے بخوبی اندازہ ہوگا۔
فقہ حنفی کی معتمد کتاب الدر المختار میں اس مسئلے پر یوں روشنی ڈالی گئی۔

وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتھا زجراً، وتیسیراً لا سیما التی تقع فی المفکر ثم تنکر۔

بلخ کے مشائخ کرام نے عورتوں کو کفر سے روکنے اور لوگوں کی آسانی کے لئے یہ فتویٰ صادر کیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے میاں بیوی کے درمیان فرقت نہیں واقع ہوگی خاص کر اس عورت کے مرتد ہونے سے جو کفر کا ارتکاب کر کے انکار کر بیٹھتی ہے۔

قال فی النھر۔ والافتاءُ بھذا اولیٰ من الافتاء بما فی النوادر۔ اھ (الدر المختار شرح تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ص۳۹۳ ج ا باب نکاح الکافر نعمانیہ

نہر میں فرمایا کہ اس قول پر فتویٰ دینا نوادر پر فتویٰ دینے سے راجح ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور زمانہ حاشیہ میں نہر کی اصل عبارت نقل فرمائی ہے، وہ یہ ہے۔

عبارتہٗ: ولا یخفیٰ اِنّ الافتاء بما اختارہ بعض ائمۃ بلخ من الافتاء بما فی النوادر۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ بعض ائمہ بلخ نے جو موقف اختیار کیا ہے اس پر فتویٰ دینا روایت نوادر پر فتویٰ دینے سے راجح ہے۔

وقد شاهدنا من المشاق فی تجدیدها فضلاً عن جبرها بالضرب ونحوه مالا یعد ولا یحصیٰ۔

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ مرتد ہونے والی عورت سے نکاح جدید کرنے میں بے حد وبیشمار مشقتیں ہیں تو پھر اسکی پٹائی وغیرہ کر کے تجدید اسلام پھر تجدید نکاح پر اسے مجبور کرنا کس درجہ مشقت کا باعث ہوگا۔

وقد کان بعض مشائخنا من علماء العجم ابتلی بامرأۃ تقع فیما یوجب الکفر کثیرا ثم تنکر، وعن التجدید تابیٰ۔ ومن القواعد "المشقۃ تجلب التیسیر" واللّٰہ المیسر لکل عسیر۔

ہمارے بعض مشائخ عجم کے سر ایک عورت کی مصیبت یہ آگئی کہ وہ اکثر کفر کا ارتکاب کرتی پھر مکر جاتی، ساتھ ہی تجدید اسلام و تجدید نکاح سے بھی انکار کرتی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مشقت آسانی لاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر دشواری کو آسان کرنے والا ہے۔

(رد المحتار ص ۳۹۳ ج ۱، نعمانیہ۔ منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق ص ۲۳۰ ج ۳)

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں بھی یہ مسئلہ منقول ہے۔

بعض مشائخ بلخ ومشائخ سمرقند افتوا بعدم الفرقۃ بردتہا حسما لباب المعصیۃ والحیلۃ للخلاص منہ۔ اھ

بعض مشائخ بلخ ومشائخ سمرقند نے فتویٰ دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے فرقت نہیں واقع ہوگی تاکہ شوہر سے رہائی حاصل کرنے کیلئے کفر کو حیلہ بنانے کی جڑ کٹ جائے اور معصیت کا دروازہ بند ہو جائے۔

(البحر الرائق ص ۲۳۰ ج ۳)

ذخیرۃ العقبیٰ شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ میں ہے۔

"بلخ اور سمرقند کے مشائخ کرام اور امام حاکم شہید رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنے دین سے پھر جانا نکاح کے فاسد بنانے میں اثر انداز نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کے باعث تجدید نکاح واجب ہوگا تاکہ عورتوں کے ارتداد کا دروازہ بند ہو جائے"

(ذخیرۃ العقبیٰ معروف بہ حاشیہ چلپی ص ۱۰۶، اخیر باب نکاح الرقیق والکافر مطبع نول کشور۔)

واقعہ یہ ہے کہ اس باب میں مذہب حنفی کی دو روایتیں ہیں۔

(۱) ظاھر الروایۃ (۲) نادر الروایۃ

اس زمانے میں دونوں ہی روایتوں پر عمل حد درجہ دشوار، بلکہ ناممکن ہے جیسے اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ ناممکن ہے اب اگر ان روایات کے مطابق فسخ نکاح کا حکم صادر کیا جائے تو پھر اس سے پیدا ہونے والے ضرر عام کے مٹانے کی کوئی سبیل نہ ہوگی، عورتوں میں شوہروں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنے مذہب سے ارتداد عام ہو جائے گا اور اس پر کنٹرول ناممکن ہوگا اس لئے فقہائے کرام نے قواعد مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے عدم فسخ کا فرمان جاری کر دیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اگر مذہب اسلام سے پھر جائے مثلاً خدائے پاک جل جلالہ یا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر دے یا تصدیق کے منافی کوئی بات بول دے یا کام کر دے تو اس کا نکاح فوراً ختم کر دیا جائے گا، لیکن اس کے ساتھ عورت پر ایسی عبرتناک اور ہوش ربا پابندیاں عائد کی گئی ہیں کہ وہ شوہر سے کسی طرح آزادی نہیں حاصل کر سکتی۔

ظاہر الروایہ میں اس کی سزا یہ مقرر ہے کہ اسے پچھتر کوڑے مارے جائیں، اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے، اگر اسلام نہ قبول کرے تو اسے زندگی بھر سزا قید میں مبتلا رکھا جائے، اور اگر اسلام قبول کر لے تو قاضی شرع زبردستی اسی شوہر کے ساتھ اس کا نکاح معمولی مہر کے بدلے میں کر دے۔

نادر الروایۃ میں عورت اسلام سے پھر جانے کے بعد مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہو جاتی ہے اس لئے شوہر کو اس سے نکاح کرنے کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ اگر وہ مال غنیمت کا مصرف ہے تو اسے اپنی لونڈی بنا کر تصرف میں رکھے ورنہ حاکم اسلام سے خرید کر تصرف میں لائے۔

فتح القدیر میں ہے

وعامۃ مشائخ بخاریٰ افتوا بالفرقۃ وجبرھا علی الاسلام وعلی النکاح مع زوجھا الاول، لان الحسم بذالک یحصل۔

عامۂ مشائخ بخارا نے یہ فتویٰ دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت اسلام قبول کرنے اور شوہر اول کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کی جائے گی کہ اسکی وجہ سے ارتداد کو فسخ نکاح کا حیلہ بنانے کی جڑ کٹ جائے گی۔

ولکل قاضٍ ان یجدّد النکاح بینھما بمھرٍ یسیرٍ ولو بدینارٍ رضیت ام لا۔ وتعزر خمسۃ وسبعین، ولا تسترق المرتدۃ مادامت فی دار الاسلام فی ظاھر الروایۃ۔

اور ہر قاضی کو یہ اختیار ہے کہ ان دونوں کے درمیان تجدید نکاح کر دے، اور مہر معمولی ہو اگرچہ ایک دینار، چاہے عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ اس عورت کو پچہتر کوڑے سزا میں مارے جائیں گے اور جب تک وہ دار الاسلام میں ہے باندی نہیں بنائی جائے گی یہ ظاہر الروایہ میں ہے۔

وفی روایۃ النوادر عن ابی حنیفۃ تسترق۔ اھ (فتح القدیر ص ۲۹، جلد ۳۔ والدر المختار در المختار ص ۳۹۲ ج ۲)

اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نوادر کی روایت ہے کہ اسے باندی بنا لیا جائے گا۔

درمختار میں ہے۔

وحاصلھا، انھا بالردۃ تسترق وتکون فیئًا للمسلمین عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ویشتریہ الزوج من الامام او یصرفھا الیہ لو مصرفًا۔ اھ

روایت نوادر کا حاصل یہ ہے عورت مرتد ہو جائے تو وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باندی بنائی جائے گی اور وہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہوگی، شوہر اسے سلطان اسلام سے خرید لے

۱؎ الدر المختار علی ہامش رد المحتار صفحہ ۱۹۵ ج ۳ — اور اگر وہ مال غنیمت کا مصرف ہو تو سلطان
البحر الرائق صفحہ ۲۳ ج ۳) — اسے بلا معاوضہ عطا کر دے۔

ہر دانشمند اپنے اہل و عیال کو اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے اور خلاف ورزی پر اس کے ساتھ تادیبی کاروائی کرتا ہے اور اگر کوئی بغاوت کر بیٹھے تو اس کی سرزنش میں کوئی دریغ نہیں کرتا ورنہ کسی بھی قوم کی تہذیب اور اس کا تشخص برقرار نہ رہے گا، اسی طرح اسلام نے بھی اپنے ماننے والوں کی اصلاح کے لئے ممکن تدابیر اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، ورنہ جہاں میاں بیوی میں کچھ اَن بَن ہوئی عورت اپنے مذہب سے بغاوت کا علم بلند کر دے گی، اس لئے نہیں کہ دوسرا مذہب' مذہب اسلام سے اچھا ہے بلکہ صرف اپنے شوہر کو جلائے اور اس کی ضد میں نکاح سے رہائی کے لئے یہ حیلہ اختیار کرے کہ وہ وہابی یا دیوبندی ہو جائے۔

الغرض یہ امر تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک ہندوستان ہی نہیں دنیا کے کسی بھی خطے میں اب دونوں روایتوں پر عمل نہیں ہو سکتا۔ نہ تو عورت کو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو باندی بنایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مشائخ بلخ و سمرقند کے مذہب مختار کے مطابق فتویٰ دیا کہ اب عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہو گا اور احکام شریعت جلد دوم صفحہ ۵۹ اور صفحہ ۶۰ میں اس کی دلنشین انداز میں وضاحت بھی فرما دی، اور خود فتاویٰ رضویہ جلد اول میں بھی ــــــ جہاں سے اس دیوبندی ایڈیٹر نے یہ مسئلہ نقل کیا ہے ــــــ ضمنی طور پر اس کی علت بیان فرما دی ہے اور اس کو اتنا واضح تو کر ہی دیا ہے کہ قاری میں کچھ بھی انصاف کی خو بو ہو تو وہ مصلحت شرعیہ سے لبریز اس فتوے کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔

فرماتے ہیں۔

" اسی وجہ سے میں نے بار بار یہ فتویٰ دیا ہے کہ مسلمان کی

عورت مرتد ہو جائے تو بھی اس کا نکاح فسخ نہ ہوگا کیونکہ میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ وہ نکاح ختم کرنے کے لئے مرتد ہونے میں بڑی دلیری وجسارت کے ساتھ جلدی کرتی ہیں اور ہمارے بلاد میں نہ ان کو باندی بنانا ممکن ہے، نہ ہی اسلام قبول کرنے کے لئے انھیں کوڑے مارنا اور مجبور کرنا ہمارے بس میں ہے۔ میں نے اپنے فتاویٰ کے کتاب السیر میں اسے کھول کر بیان کر دیا ہے"

(عربی سے ترجمہ) فتاویٰ رضویہ ص۳۹۳ و ص۳۹۴ ج۱)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جس پس منظر میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے اس میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ اس حقیقت کو بھی اجاگر کر دیا ہے کہ یہ مذہب سے انحراف نہیں ہے، بلکہ مذہب کے قواعد عامہ کے عین موافق ومطابق ہے۔

میں اس مقام پر پہنچ کر یہ سوچتا ہوں کہ آخر شاخسانہ نویس نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی آڑ میں فقہائے حنفیہ پر یہ کیچڑ کیوں اچھالی ہے اور ارتداد کا دروازہ بند کرنے پر یہ اس طرح آپے سے باہر کیوں ہو رہے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ اپنی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ،
محمد نظام الدین الرضوی
خادم الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکفور
۱۱ رجب ۱۴۰۱ھ

ناشر
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

تالیف

ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی مدظلہ العالی

ایم اے، پی ایچ ڈی

پرنسپل شمس العلوم، گھوسی انڈیا

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

صدر الشریعہ مولانا علامہ محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ
(مصنف بہارِ شریعت)

ناشر
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور